

قواعد اردو

مترجم

شہاب مولوی عبدالحق صاحب بی۔ اے (علیگ)
صدر مہتمم تعلیمات اورنگ آباد دکن

سکرٹری ا۔ ب۔ من ترقی اردو

۱۹۱۴ء

الناظر پریس واقع خیالی گنج لکھنؤ میں طبع ہوئی

قیمت ع ۱

بار اول (۲۵۰۰)

جلد حقوق بذریعہ خطبری محفوظ ہیں

الناظر

حامیت جہاں نما سے ہر صفحہ دریں

۲۷ ۱۳

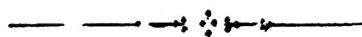
۱۔ دو ملی ادبی رسالے جس کس سپر سی کے عالم میں ہیں اُسکا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ جولائی ۱۹۷۷ء سے جبکہ الناظر کا پہلا پرچہ شائع ہوا تھا اس وقت تک بہت سے پرچے جاری ہوئے اور بالآخر پبلک کی بد مذاقی کا شکار ہو گئے

سان العصر (کھینٹو) پنجاب ریڈیو (لاہور) ادیب (ارباب) خلاصہ (علی گڑھ)

اُردو (جالتھر) مشورہ (جبل پور) انسان (امرتسر) صبح سار (میسور)

شاہد س (حیدر آباد) ادب (لاہور) استعمار (لے بریلی) مرصع (آگرہ)

یہ ایک درجن رسالے کس آب و تاب کے ساتھ نکلے اور چند روز اپنی بہار دکھا کر بند ہو گئے۔ اُردو و ان ملک کے اس رسالہ کش رجحان کے باوجود اور ان سب دشواریوں تاکامیوں اور مصیبتوں کے علی الرغم جن کا تمام ملی و ادبی تحریکات کو سامنا کرنا پڑتا ہے یہ محض تائید ایز دی تھی کہ الناظر نے کل حوادث و آفات کا مقابلہ کر کے نہ صرف یہ کہ اپنی کشتی ٹلسٹہ کو باد ہائے مخالف کے تھپیڑوں سے بچا لیا بلکہ اس تمام مدت میں اپنی عزت و منزلت کو قائم رکھ کر نہایت کامیابی اور پابندی وقت کے ساتھ ارباب ذوق کی صدا ہائے اعطش کو ہمیشہ لبیک کہتا رہا اور خدا کے فضل و کرم سے اُمید ہے کہ آئندہ بھی علم و ادب کے پیاسوں کے لیے یہ سیل ملے رہے گی۔



فلسفہ - سائنس - اقتصادیات - تاریخ - ادب اور معاشرت کے متعلق الناظر میں نہایت ملی درجے کے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں اور پر پر ہر انگریزی جیسے کہ پہلی تاریخ پابندی کے ساتھ شائع ہوتا ہے۔ حجم ۶۰ صفحے اور قیمت سالانہ صرف پچاس ہے۔

نوٹ:- جو تالین علم و ادب خریداری سے پہلے نوٹہ دیکھنا چاہیں وہ ۴۴ روپے گشتار سال فرا کر ایک پرچہ طلب کریں

فاکس - منیجر الناظر - لکھنؤ

فہرست مضامین

مقدمہ

ان بنا کی تعریف

زمان کس حیر سے بنتی ہے ؟

حرف کیا ہیں ؟

الفاظ کی تقسیم - حروفِ نحو

فصلِ اول

سی

احراب یا حرکات

حرفِ تیسوی و قمری

حروفِ قمری

حروفِ شمسی

فصلِ دوم

سہ

اسم

اسمِ ناس

اسمِ مام

۱۹

اسم ظرف

۲۱

اسم آلہ

۲۲

اسم جمع

"

لوازم اسم

۲۳

(۱) ضرس

۲۵

جان و اروں کی تذکیر و تائبث

۳۳

بے جان کی تذکیر و تائبث

۴۳

(۲) تعداد

۴۸

(۳) حالت

۵۰

اسما کی تصغیر و تکبیر

۵۲

۲— صفت

"

(۱) صفت ذاتی

۵۵

(۲) صفات نسبتی

۵۶

(۳) صفت عددی

۶۱

(۴) صفت مقداری

"

(۵) صفات ضمیری

۶۲

صفت کی تذکیر و تائبث

"

صفات کی تصغیر

۶۳

۳— ضمیر

۶۳	نماز کی قسمیں
۶۴	نماز منکلم
۶۵	نماز مخاطب
۶۶	نماز مائت
۶۷	نماز استھامیہ
۶۸	نماز تنگیہ
۶۹	نماز تنبیہ
۷۰	نماز سے ماخذ
۷۱	۴۔ فعل
۷۲	لوازم فعل
۷۳	۱۔ طور
۷۴	۲۔ صورت
۷۵	۳۔ زمانہ
۷۶	حالیہ تا تمام و تمام
۷۷	ماضی
۷۸	فعل حال
۷۹	فعل مستقبل
۸۰	فعل کی گردان
۸۱	جنس و تعداد

۹۴	حالت
۱۱	گرداں افعال
۱۱	ماضی
۹۵	فعل حال
۹۶	فعل مستقبل
۱۱	طور مجهول
۹۹	افعال کی تفریق
۱۰۲	افعال کا تعدیہ
۱۰۴	و کب افعال
۱۱	ا. وی افعال
۱۱۳	اسماء و صفات کی ترکیب سے
۱۱۵	۵۔ تمیز فعل
۱۱۶	حروف
۱۱۹	۱۔ ربط
۱۲۲	۲۔ حروفِ عطف
۱۲۴	۳۔ حروفِ تخصیص
۱۲۶	۴۔ حروفِ نجاتیہ
	فصل سوم
	اشتقاق اور مرکب الفاظ

شتق

مرّب

فصل چهارم

نحو

۱ - نحو تفصیلی

تقداد

حالت

حالت مفعولی

حالت اضافی

حالت اتقائی

حالت ظرفی

حالت ندائی

صفت

صفات عددی

صفت

فعل

حالیه

حالیه معطوفه

اسم فاعل

زمانه

۱۳۸

۱۳۷

۱۳۶

۱۳۵

۱۳۴

۱۵۰

۱۵۵

۱۶۱

۱۶۶

۱۶۰

۱۶۳

۱۶۵

۱۶۶

۱۶۹

۱۸۷

۱۸۹

۱۹۲

۱۹۵

۱۹۷

۱۹۴	مضارع
۱۹۹	امر
۲۰۱	مستقل
"	فعل ماضی
۲۰۳	ماضی
۲۰۵	افعال احتمالی و شرطیہ
۲۰۸	افعال مہمول
۲۰۹	تعدیہ افعال
"	افعال مرکب
۲۱۳	تمیہ فعل با تعلقات فعل
۲۲۰	حروف ربط
۲۲۶	حروف عطف
۲۳۱	حروف تخلص
۲۳۲	تکرار الفاظ
۲۳۹	۲- نحو ترکیبی
"	فرد جملے
۲۴۴	مطابقت
۲۵۳	مرکب جملے
"	(۱) جملہ ہائے مطلق

۲۵۶.

جملہ اسے تاج

"

جملہ اسمیہ

۲۵۸

جملہ وصفیہ

۲۶۰

جملہ تفسیریہ

۴

جملہ تفسیریہ ربانی

۲۶۱

جملہ تفسیریہ مکاری

"

جملہ تفسیریہ طوریہ

۲۶۲

جملہ تفسیریہ معللہ

۲۶۵

جملہ تفسیریہ استدلالیہ

۲۶۶

جمعے میں الفاظ کی ترکیب



الناظر پریس

کی عمدہ لکھائی چھپائی کا ایک معمولی نمونہ یہ قواعد اردو ہر شکر ہے کہ اس پریس میں انگریزی اردو فارسی عربی ہندی کی چھپائی بہت خوبی کیساتھ کفایت ہوتی ہے۔ سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ کام میں وقت پر پابندی عمدہ کیساتھ تیار کر دیا جاتا ہے۔ رسالہ الناظر ساٹھ چار سال سے اسی پریس میں چھپتا ہے کبھی بوقت شائع نہیں ہوا عمدہ اور جلد کام کرنا پھر دام کم لینا ہمارا اصول ہے کیونکہ صرف رفاہ عام کی غرض سے یہ پریس جاری کیا گیا ہے نہ ذاتی منفعت کے لیے۔ ایک دفعہ کوئی چیز عمدہ سے عمدہ چھپو اگر دیکھے یقیناً آپ کی مرضی کے موافق تیار ہوگی۔ خشک و تر، رنگین و سادہ غرض ہر قسم کی چھپائی کا معقول انتظام ہے۔ امید ہے کہ آپ اپنی یا اپنے کسی دوست کی کوئی کتاب چھپو اگر ہو تو شکر گزاری کا موقع دین گے۔

خاکسار منیجر الناظر پریس لکھنؤ

مقدمہ

اردو زبان دنیا کی جدید زمانوں میں سے ہے اور ابھی ابھی اس نے اپنے بل بوتے پر کھڑا ہونا سیکھا ہے زبان نہ کسی کی ایجاد ہوتی ہے اور نہ کوئی اسے ایجاد کر سکتا ہے جس اصول پر پہنچ سے کوپل پھوٹی، پتے نکلتے، شاخیں پھلتی، پھل پھول لگتے ہیں اور ایک دن وہی ننھا سا پودا ایک تناور درخت ہو جاتا ہے، اُسی اصول کے مطابق زبان پیدا ہوئی، بڑھتی اور پھلتی پھولتی ہے۔ اردو اس زمانے کی یادگار ہے، جب مسلمان فاتح ہندوستان میں داخل ہوئے اور اہل ہند سے الگ میل جول رہ کر روز بڑھتا گیا۔ اُس وقت ملک کی زبان میں خفیت سا لہجہ تھا۔ ہوتا چلا جس نے آخر ایک نئی صورت اختیار کی جس کا انہیں سے کسی سان گمان بھی نہ تھا۔ مسلمان فارسی بولتے آئے تھے اور ایک زمانہ تک انہی زبان فارسی ہی رہی۔ دربار و دفاتر میں بھی اُسی کا سکہ جاری تھا۔ ہندوؤں نے بھی اسے شوق سے سیکھا۔ اُس زمانے میں فارسی لکھنا پڑھنا تہذیب میں داخل تھا۔ فارسی کے علاوہ عربی مسلمانوں کی مذہبی اور علمی زبان تھی۔ دستارِ فضیلت کا مذکورہ تحریریں زبان عربی ناممکن تھا، کیونکہ مسلمانوں کے علوم و فنون کا ذخیرہ

اسی زبان میں مدفون ہے۔ ادھر ملک میں جو زبان (قدیم ہندی یا پراکرت) رائج تھی اُس سے بھی مسلمانوں نے سیکھا، عوام وہی زبان بولتے تھے۔ چنانچہ اس مخلوط زبان میں بڑے بڑے شاعر ہوئے۔ مسلمان شاہی درباریوں اور علما اور شعرا نے بھی یہ زبان سیکھی اور اسمیں تالیف و تصنیف بھی (جو زیادہ تر نظم تھی) کی۔ غرض ہندو مسلمانوں کے اس میل جول اور خللا ملا سے ایک نئی زبان نے جنم لیا، جس کا نام بعد میں اردو رکھا گیا۔ اردو کے معنی لشکر کے ہیں اور لشکری زبان سی ہوتی ہے ظاہر ہے، یعنی آدھا تیر آدھا بڑا اسیلے اول اول ثقہ لوگ اسکے استعمال سے بچتے رہے اور اسکے لکھنے پڑھنے کو عار سمجھتے رہے۔ لیکن رفتہ رفتہ اس کے قدم جتے گئے اور تعلیمی سلطنت کے آخری دور میں شعرا نے اس بچے کو اپنے سایہ عاطفت میں لیا اور پال پوس بڑا کیا بہت کچھ صفائی پیدا کی اور نئی تراش خراش سے آراستہ کیا۔ تعلیمی سلطنت کے زوال پر ہندو رسکے راستے ایک نئی قوم ہندوستان پر مسلط ہوئی جو ہندو مسلمانوں سے بالکل غیر تھی۔ اُس قوم نے اسکی انگلی پکڑی۔ اس نے انگلی پکڑتے اُنکا پنچا پکڑا اور دوبار سرکار میں اسکی سائی ہوئی اور رفتہ رفتہ فاتر سے فاسی کو نکال باہر کیا اور خود اسکی کرسی پر جلوہ گر ہوئی۔ آخر ہندوستان کی قدیم راجدھانی اسکا جنم بھوم اور دوا بہ اسکا وطن ہوا۔ اب دور دور پھیل چلی ہے اور ہندوستان کے اس سرے سے اُس سرے تک چلے جائے ہر جگہ بولی اور سمجھی جاتی ہے؛ بلکہ ہندوستان کے باہر تک جا پہنچی ہے۔ اب سب سے بڑھی چڑھی بات یہ ہے کہ زمین مختلف جلیل القدر قوموں کی یعنی ہندو مسلمانوں اور انگریزوں کی چھتی ہے اور ان تینوں کی منفعت کو مشنوں کی عظیم نشان یادگار ہے۔ تینوں نے اسے سیکھا، پڑھا، لکھا؛ تینوں نے اسکی ترقی میں مقدور بھر کوشش کی؛ اور اب تینوں کی بدولت اس رتبہ کو پہنچی کہ دنیا کی جدید زبانوں میں شمار کیے جانے کے قابل ہوئی۔

اردو ہندی نژاد ہے اور قدیم ہندی یا پراکرت کی آخری اور سب سے شایستہ صورت ہے۔ برج بھاشا اور فارسی کے پہل سے بنی ہے۔ اس میں جو سنسکرت اور پراکرت کے الفاظ ہیں وہ نہ مانہ کدرا کے استعمال اور زبانوں پر چڑھ جانے سے ایسے ڈھل گئے ہیں کہ اصل الفاظ میں جو تبدائیں اور کرخگی اور تلفظ اور لہجہ کی وقت تھی بالکل جاتی رہی، اور چھٹ چھٹا کر پاک صاف سیدھے سادے رہ گئے جس سے زبان میں لوج گھلاوٹ اور صفائی پیدا ہو گئی۔ اردو کے ہندی نژاد ہونے میں کچھ شبہ نہیں کیونکہ بیرونی زبانوں کا اثر صرف اسما و صفات میں ہوا ہے ورنہ زبان کی بنیاد ہندی پر ہے، تمام حروف فاعلی، مفعولی، اضافت، نسبت، ربط وغیرہ ہندی ہیں ضمیر میں سب کی سب ہندی ہیں۔ افعال سب ہندی ہیں، لیکن عربی فارسی الفاظ کے اضافہ نے مختلف صورتوں میں اسکی اصل خوبی میں اضافہ کر دیا ہے۔ ہندی الفاظ میں لاشیٰ کا خاص اثر ہے اور عربی فارسی الفاظ میں شان و شوکت اور زبان کے لیے ان دونوں عنصر کا ہونا ضروری ہے۔ عربی فارسی الفاظ نے نہ صرف لغت میں بلکہ خیالات میں بھی وسعت پیدا کر دی ہے۔ جس سے اسکا حسن و دبلا ہو گیا اور وہ زیادہ وسیع اور کارآمد بن گئی مگر اصل بنیاد جو سپرہ قائم ہے ہندی ہی ہے محض غیر زبانوں کے اسما و صفات کے اضافہ سے اسکے ہندی ہونے میں مطلق فرق نہیں آ سکتا۔ مثلاً آجکل بہت سے انگریزی لفظ داخل ہوتے جاتے ہیں۔ لیکن اس سے زبان کی اصلیت و ماہیت پر کچھ اثر نہیں پڑ سکتا۔ ایک دوسری بات اردو زبان میں یہ ہے کہ وہ اس اصول پر قائم ہے جو تمام جدید زبانوں میں اس وقت پایا جاتا ہے۔ یعنی صورت ترکیبی سے حالت تفصیلی کی طرف اسکا رجحان ہے قدیم زبانوں میں یہ بڑی وقت تھی کہ ایک ہی لفظ کو ذرا سے فرق اور پھر سے مختلف صورتوں میں لے آتے تھے۔ اب دوسرے الفاظ کی مدد سے مرکب صورتیں پیدا ہو گئی ہیں اور وہ دسٹین جاتی رہی ہیں لاد کو

بھی اس قید سے آزادی مل گئی ہے۔ غرض یہ زبان مختلف حیثیتوں سے ایسی قبول صورت ہو گئی ہے کہ اسکی ترقی میں شبہ نہیں ہو سکتا۔ اسکی صفائی، فصاحت اور صلاحیت اور ہندی، فارسی، عربی اور انگریزی کے مختلف متغیر اثرات اس امر کا یقین دلاتے ہیں کہ وہ دنیا کی ہونہار زبانوں میں سے ہے اور ایشیائین ایک روز اس کا ستارہ چمکے گا۔

مجھے خوب یاد ہے کہ کئی سال کا عرصہ ہوا کہ میرے ایک دوست نے ایک جلسہ میں کمرۂ میری کتاب صرف و نحو اردو کے متعلق کہا کہ انجمن اردو (حیدر آباد دکن) اسے چھپوا دے تو بہت اچھا ہو۔ اسپر ہمارے ایک عالم دوست نے فرمایا کہ صرف و نحو کی کتابیں بچوں کے لیے ہوتی ہیں انجمن کی طرف سے ایسی کتابوں کا طبع ہونا ٹھیک نہیں۔ مجھے اسین کلام ہے کہ صرف و نحو کی کتابیں بچوں کے لیے مخصوص ہیں بلکہ میری رائے میں انہیں اپنی زبان کی صرف و نحو پڑھانا مضر ہے۔ البتہ میں تسلیم کرتا ہوں کہ ایک زندہ اور جدید زبان کے لیے گریمر (صرف و نحو) کی چند ان ضرورت نہیں پڑتی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آخر گریمر کی ضرورت پڑی کیوں؟ جب ہم دنیا کی مختلف زبانوں پر نظر ڈالتے ہیں اور انکے ادب کی تاریخ بھور پڑھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ابتداؤں گریمر کی ضرورت اس وقت واقع ہوئی جبکہ ایک زبان والوں نے دوسری زبان کے حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اول اول خود اہل زبان کو کبھی اسکی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ مثل دوسرے علوم و فنون کے ضرورت نے اسے بھی ایجاد کیا۔ اور زبان کے سب سے پہلے عملی نحوی وہ لوگ تھے جنہوں نے سب سے اول عملی طور پر زبانوں کی تعلیم دی۔ صرف و نحو کے قواعد کی تدوین انھیں تعلیم اسناد کا کام تھا۔

زبانوں کا سیکھنا سکھانا سب سے جدید زمانہ کی ایجاد ہے جو آجکل خاصا پیشہ ہو گیا ہے۔ قدیم زمانہ میں لوگ غیر زبانوں کے سیکھنے کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے۔ مثلاً کسی قدیم یونانی یا

عرب کو کسی غیر زبان کے سیکھنے کا کبھی خیال نہیں آتا تھا۔ اور نہ کیون سیکھتا؟ اس لیے کہ یونانی سوائے یونانیوں کے اور عرب سوائے عربوں کے سب کو وحشی خیال کرتا تھا۔ غیروں کی زبان سیکھنا انکے آداب و اطوار کا اختیار کرنا اسکے لیے عار اور موجب ذلت تھا۔ یہی وجہ ہے کہ یونانی غیر اقوام کو ایک نوسائی یعنی بے زبان اور عرب دوسروں کو ختم لینے گوئے اور پول اپنے پڑوسی اہل جرمن میٹا لینے گوئے نہرے اور ہندو اپنے سوا دوسروں کو ملکھ (میچھ) کہتے تھے۔ ملکھ یعنی میچھ کے اصل معنی ایسے شخص کے ہیں جسے صاف طور سے بولنا نہیں آتا۔

جب یونانیوں کو دوسرے اقوام سے سابقہ پڑا اور ان سے بات چیت کی ضرورت ہوئی تو بڑی دقت پیش آئی۔ اگر ہر شخص اپنی ہی زبان بولنے پر اصرار کرے تو دوسرے کی کیونکر سمجھے۔ انکے لیے غالباً غیر زبانوں کے سیکھنے کی پہلی تحریک تجارت ہوئی اور دوسری محرک اسکندر کی فتوحات۔ ایران اور ہندوستان کی فتوحات نے یونانیوں پر ثابت کر دیا کہ دوسری قومیں بھی زبان رکھتی ہیں۔ لیکن طرہ یہ ہے کہ بہ نسبت یونانیوں کے دوسری اقوام میں جنھیں یونانی وحشی کہتے تھے زبانیں سیکھنے کی زیادہ صلاحیت تھی۔ اسکندر کی فتوحات نے باہمی میل جول کا رستہ کھول دیا تھا اور اسکندر یہ مختلف اقوام مختلف زبانیں بولنے والے اور مختلف مذاہب کے لوگوں کا سنگم ہو گیا۔ گو ابتدائی تعلق تجارتی تھا لیکن فرصت کے اوقات میں دوسرے معاملات اور مباحث بھی خود بخود زیر بحث آ گئے۔ علاوہ اسکے خود یونانی بھی اسکندر یہ میں موجود تھے جو قدیم حالات کی تحقیق میں مصروف تھے۔ اور اسی طرح مصریوں، ایرانیوں اور یہودیوں کے علم و ادب و معتقدات بحث میں آئے اگرچہ اسکندر یہ میں دوسرے اقوام کے علم ادب کے متعلق ایک دلچسپی پیدا ہو گئی تھی لیکن زبان کی تحقیق و تنقید دوسری زبانوں کے مطالعہ سے پیدا نہیں ہوئی بلکہ خود یونانی زبان کی مختلف شاخوں پر غور کرنے سے اسکا آغاز ہوا۔ اور سب سے بڑی

وجہ پہلی جو عمر کی کتاب ہوئی۔ سب سے اول اُن علمائے زبان کی تعلیم کی طرف توجہ گئی جو قدیم اساتذہ اور خاص کر مومر کی تصانیف کو صحت اور تنقید کے ساتھ شائع کرنے کا کام کر رہے تھے مختلف نسخے اسکندریہ اور پرگا میں یونان کے مختلف حصوں سے وصول ہوئے جن میں آپس میں کچھ اختلاف تھا اور اسلئے ان علما کو مجبوراً یونانی گریز کی صحیح صورت قائم کرنے پر متوجہ ہونا پڑا۔ اس میں شک نہیں کہ ان لوگوں نے اول یونانی زبان کو تنقیدی نظر سے مطالعہ کیا اور اسکی تعلیم کی اور مختلف اجزائے کلام کا امتیاز قائم کیا اور الفاظ کے مختلف عمل کے بے اہم اصطلاحی الفاظ گڑھے لیکن تاہم حقیقی اور ابتدائی گریز ابھی تک نہیں لکھی گئی تھی۔ پہلا حقیقی نحوی ڈائمنی سی آس تھریس یہ شخص جیسا کہ اسکے نام سے ظاہر ہے تھریس کا باشندہ تھا۔ لیکن وہ اسکندریہ میں رہتا تھا۔ بعد ازاں وہ روم آیا جہاں اس نے یونانی زبان کی تعلیم دینی شروع کی اور معلمی پیشہ اختیار کیا۔ اور اپنے رومن شاگردوں کے لیے زبان کی پہلی گریز لکھی اگرچہ گریز کا ڈھانچہ پہلے سے موجود تھا لیکن اس پہلے کے فلسفیوں اور نقادوں کے نتائج سے فائدہ اٹھا کر یہ کتاب مرتب کی یونانیوں کے لیے نہیں کیونکہ انھیں ضرورت نہ تھی وہ اپنی زبان سے خود واقف تھے بلکہ اہل روم کی تعلیم کے لیے اس شخص کے بعد اور لوگ پنیچے اور معلمی یا مترجمی کا پیشہ کرنے لگے۔ یہ پیشہ دربان اچھا خاصہ اور معزز سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ رومن نوجوانوں کو یونانی پڑھنے لکھنے اور بولنے کا ایسا ہی شوق اور ضبط تھا جیسا آج کل ہندی نوجوانوں کو انگریزی پڑھنے اور لکھنے بولنے کا ہے یہاں تک کہ بچوں کو اول یونانی پڑھائی جاتی تھی اور بعد میں لاطینی۔ اور یونانی آداب و تہذیب کا اختیار کرنا اور یونانی جاننا علامتِ شرافت سمجھی جاتی تھی۔ بعینہ جیسے ہمارے ہاں آج کل انگریزی پڑنا، انگریزی بات چیت انگریزی طرز معاشرت باعثِ فخر خیال کی جاتی ہے۔ گو رومانے یونان کو فتح کیا تھا لیکن علمی لحاظ سے وہ خود اسکا مفتوح ہو گیا۔ غرض یونانی زبان کے سیکھنے اور یونانی کتابوں کے ترجمہ کا عام رواج ہو گیا۔

اور اسی وجہ سے یونانی گریمر دن کی ضرورت ہوئی اور جب لاطینی گریمر لکھی گئی تو یونانی اصطلاحات لاطینی لباس میں ترجمہ ہو کر داخل ہو گئیں۔ اور اس جدید لباس میں یہ گریمر دو ہزار سال سے یورپ پر چھائی ہوئی ہے بلکہ آج اس کا اثر ہندوستانی مدارس اور ہندوستانی زبانوں میں بھی پایا جاتا ہے۔

اسی طرح جب ہم عربی زبان کی صرف و نحو کی تبدل نظر ڈالتے ہیں تو بعینہ یہی صورت ہاں بھی پیش آتی جس طرح ہومر کی کتاب کی درستی اور صحت کے لیے اول اول نحو کے ابتدائی اصول پر نظر لے کر سطح تفران پاک کے لغات کی قائم رکھنے کے لیے سب سے پہلے نحو زبان کی طرف مجبوراً توجہ کرنی پڑی۔ سب سے پہلا شخص ابو الاسود دؤانی تھا جسے ایک قاری کو قرآن کی آیت غلط پڑھتے ہوئے سن کر یہ خیال ہوا کہ اگر خدا نخواستہ یہ حالت رہی تو اندیشہ ہے کہ قرآن پاک کے معانی کچھ کچھ بوجھائیں گے۔ ابتداً رسم خط عربی اسی تھی کہ اس میں نقطے اور اعراب نہ تھے اور اس لیے اعراب و نقطے ایجاد کرنے پڑے صرف و نحو کا خیال بھی اسی قسم کے واقعات سے پیدا ہوا۔ خصوصاً جب اہل عجم مذہب اسلام میں داخل ہوئے اور عربی زبان کا اثر وسیع ہونے لگا تو عجمی زبان کے بولنے میں طرح طرح کی غلطیاں کرنے لگے۔ زبان کے خراب اور مسخ ہونے کا اندیشہ ہوا۔ اس پر سے ابو الاسود کی تحریک پر حضرت علی نے نحو کا پہلا قاعدہ بتایا کہ ”سارا کلام اس کے خالی نہیں کہ یا تو اسم ہو گا یا فعل یا حرف“ چنانچہ اس پر سے ابو الاسود نے اول اول قواعد فن لسان کی تدوین کی۔ جب عربوں کی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا اور عربی زبان کی روشنی بھی ساتھ ساتھ پھیلنی شروع ہوئی تو قواعد زبان کی ضرورت روز بروز بڑھنے لگی۔ کو ذہبصرہ میں نحو میں کے دو الگ مذہب قائم ہو گئے۔ جنکے مباحث پر اس وقت نظر ڈالنا ہمارے مقصد سے خارج ہے۔ غرض ہوتے ہوئے نوبت یہ پہنچی کہ نحو یا تو زبان سیکھنے کا آلہ تھی یا خود ایک مستقل فن ہو گئی اور ایک نحو کی ایسی ہی عرت ہو گئی

جیسے کسی عالم فاضل کی۔ عربی صرف و نحو کی تدوین میں عجمیوں نے بہت بڑا حصہ لیا دیکھو کہ ضرورت زیادہ انھیں کوٹھی، اور بڑی بڑی ضخیم کتابیں لکھیں اور اسمیں وہ بحثیں اور نزاکتیں پیدا کیں کہ یہ فن خاصا فلسفہ ہو گیا۔ اور اسکے پڑھنے پڑھانے میں مبالغہ کے ساتھ بڑے بڑے اہتمام ہونے لگے جس کا اثر اب تک باقی ہے۔ عربی زبان اور صرف و نحو کا اثر فارسی ترکی اردو زبانوں پر بہت کچھ ہوا ہے۔ اور اب تک عربی اصطلاحات صرف و نحو ان زبانوں کی قواعد میں برابر جاری ہیں۔ بلکہ فلسفی اردو کی صرف و نحو عربی کی صرف و نحو کی نقل ہے اور نقل کیا کی ہے سنبھڑایا ہے۔ غرض کہنے کی یہ ہے کہ عربی صرف و نحو کو زیادہ رونق اور عروج عجمی علماء کی بدولت ہوا ہے۔

موجودہ زبان فارسی کو دیکھانے تو اسکی صرف و نحو بہت صاف اور سیدھی اور مختصر ہے اور اسمیں مطلق وہ پیچیدگیاں نہیں جو قدیم زبانوں یا اردو زبان میں ہیں لیکن یا رلوگوں نے عربی کے تشبیہ میں اسکی بھی خوب مٹی خواب کی زبان کچھ کہتی ہے اور گریہ کچھ اور یعینہ یہ مثل صادق آتی ہے۔

من چہ سزیم وطنورہ منی چہ سزاید

لیکن تاہم بڑی بھلی جو کتابیں فارسی صرف و نحو تنقید زبان صنائع بدائع اور لغت پر لکھی گئی ہیں وہ سب زیادہ تر توالہ ہند یا بعض اور بیرونی لوگوں کی تصنیف سے ہیں۔ اہل زبان نے کبھی اس پر قلم اٹھانے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ اور حقیقت بھی یہ ہے کہ انھیں اپنی زبان کی صرف و نحو لکھنے کی ضرورت ہی نہ تھی اور نہ کبھی انھیں اسکا خیال آیا وہ انکی مادری زبان تھی پیدا ہوتے ہی وہی آوازیں انکے کانوں میں پڑتی تھیں اور ہوش سنبھالتے ہی وہی زبان جو سنستے تھے بولتے تھے۔ صرف و نحو تو وہ پڑھے جسکی مادری زبان ہوتی۔

اور یہی وجہ ہے کہ فارسی کی صرف و نحو غیر دن نے لکھی۔

اسکے بعد جب ہم اردو زبان پر نظر ڈالتے ہیں تو اسکی حالت سب سے عجیب و غریب ہے۔ اسکی صرف و نحو کی طرف ابتدا میں نہ صرف کسی اہل ہند بلکہ ہندوستانی کسی شخص کا خیال نہ گیا۔ اور خیال کیا تو غیروں سے۔ اور غیر بھی کیسے، بات چیت اور زبان ہی میں غیر نہیں، بلکہ صورت شکل، عادات و اطوار، طریقہ ماہر و بود، طرز خیال، غرض گفتار و رفتار و کردار میں بھی غیر ہیں اور ایسے غیر کہ باوجودیکہ دو سو ڈیڑھ سو برس ایک سرزمین میں ایک ساتھ رہتے گزر گئے ہیں مگر اب تک غیرت میں گئی۔ میرا مطلب اُن اہل فرنگ سے ہے جو آگ لپٹے آئے تھے اور گھر کے مالک بن بیٹھے۔ اہل یورپ کے آئے ت اس ملک کو اگر کچھ فوائد پہنچے ہیں تو انہیں سے بلاشبہ ایک یہ بھی ہے کہ اسونے ایک ایسی زبان کی سریرسی اور تقویت میں ہاتھ بٹایا جو ملک کی مختلف اقوام کی متحدہ اور متحدہ زبان تھی۔ اگرچہ اسپین انکی ذاتی غرض پیمان تھی، کیونکہ بغیر ایک ایسی زبان جسکے ان کو اپنی اعتراض میں کامیابی نہیں ہو سکتی تھی، مگر ذاتی اغراض کے ساتھ ملکی اغراض بھی خود بخود انجام یائے۔ ان لوگوں کے اس زبان پر توجہ کرنے اور سیکھنے سے بھی یہ صاف عیاں ہے کہ یہ زبان ملک کی عام زبان تھی۔ ان حضرات کو ملک کی کسی زبان سے نہ الفت تھی نہ نفرت وہ ایسی زبان سیکھنا چاہتے تھے جو ہر جگہ کار آمد ہو اور انکے کار و بار اور معاملات میں سہولت پیدا کرے۔ اور وہ سولے اردو کے کوئی دوسری زبان تھی۔ لہذا اس کی تحصیل میں انھوں نے کوشش کی اور بیشک انکے اغراض کے لیے سعید بھی ثابت ہوئی۔

جہانگیر نے تحقیق کی ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہیلابور و پین جس ہندوستانی زبان کے قواعد لکھے وہ جان جو شاہ کلر تھا، جہانگیر شہ کے سہراہل بجن میں پیدا ہوا۔ تہا۔ تہا۔ میں یہ لوہر کا پیر تھا یا شخص شاہ عالم ساد (۱۶۰۹ - ۱۶۱۷) اور جہانگیر شاہ بادشاہ

(۱۲۷۱ء) کے دربار میں بطور ڈچ سفیر کے حاضر ہوا۔ ۱۷۷۱ء میں وہ ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی کا ناظم تجارت بمقام سورت مقرر ہوا۔ وہ لاہور سے آئے اور جاتے وقت براہِ دہلی آگرہ سے گزرا لیکن یہ بالیقین نہیں کہا جاسکتا کہ وہ وہاں ٹھہرا بھی یا نہیں۔ اگرچہ وہاں اہل ڈچ کا ایک کارخانہ سورت کے تحت میں موجود تھا۔ اسکا مشن لاہور کے قریب ۱۰ دسمبر ۱۷۷۱ء کو پہنچا اور جہاندار شاہ کے ہمراہ دہلی واپس ہوا اور آخر کار اس مقام سے ۲۷ اکتوبر ۱۷۷۱ء کو روانہ ہو کر ۲۰ اکتوبر کو آگرہ پہنچا۔ اور پھر آگرہ سے سورت واپس چلا گیا۔ ۱۷۷۱ء تک وہ تین سال سورت میں ڈچ کمپنی کا ناظم (ڈائریکٹر) رہا۔ اسکی بعد وہ ایران کا سفیر مقرر ہوا اور بٹایا سے جولائی ۱۷۷۱ء میں روانہ ہوا۔ اس وقت اُسے ایسٹ انڈیا میں ڈچ کی ملازمت کرتے ہوئے تیس سال ہو گئے تھے۔ اور اصفہان سے واپس ہوتے وقت خلیج فارس کے مقام گبرون میں بجلالت بخار انتقال کیا۔

اس نے ہندوستانی زبان کے قواعد اور لغت لکھا جسے ڈیوڈل نے ۱۷۷۱ء میں چھاپکے شائع کیا۔ قیاس یہ ہوتا ہے کہ یہ کتابیں اس نے ۱۷۷۱ء کے لگ بھگ تالیف کیں۔ یہ کتاب لیٹن زبان میں ہے لیکن ہندوستانی الفاظ اور عبارتیں رومن حروف میں ہیں البتہ حروف کے پیٹرن میں ہندوستانی الفاظ بعینہ لکھے ہیں۔ اور ان الفاظ کا املا بھی زبان کے طریقہ پر ہے۔ ایک بات اس قواعد میں قابلِ ملاحظہ ہے کہ حرف فاعلی نے کائین ذکر نہیں ہے اور علاوہ ہم کے وہ آپ کو بھی (جو گجراتی زبان میں استعمال ہوتا ہے) جمع متکلم کی ضمیر بتاتا ہے۔

کیٹلر کی گریمر کے طبع ہونے کے دوسرے سال مشہور مشنری شلر کی کتاب ہندوستانی زبان (اردو) قواعد پر شائع ہوئی (سنہ طبع ۱۷۷۴ء)۔ یہ صاحب کیٹلر کی گریمر کے وقت تھی

اور اپنی کتاب کے دیباچے میں اسکا ذکر بھی کیا ہے۔ خلز کی گریہ بھی لیٹن میں ہے مگر ہندوستانی الفاظ فارسی عربی خط میں ہیں اور ان کا تلفظ بھی ساتھ ساتھ لاطینی میں دیا ہے۔ ناگرتی معروف کی بھی تصریح کی ہے مگر بعض حروف بالکل ترک کر دیے ہیں۔ وہ ضمائر شخصی کے واحد جمع سے واقف ہے لیکن افعال متعدی کے زمانہ ماضی کے ساتھ آنے کے استعمال سے واقف نہیں۔ اور ایسی ہی موقوف نہیں بلکہ اکثر قدیم کتب قواعد میں آنے نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ جسکی وجہ یہ ہے کہ پرانی اردو میں آنے کا استعمال بالالزام نہیں ہوتا تھا۔

بیٹے کی گریہ شہداء میں شائع ہوئی۔ اسکے بعد متعدد کتابیں قواعد زبان ہندوستانی کے متعلق لکھی گئیں جن میں سے زیادہ مشہور پرنسز گیزی گریٹیکا انڈوسٹان ہے جو لزبن میں شہداء میں شائع ہوئی۔ اسکے بعد کا وہ زمانہ ہے جبکہ جان گلکرسٹ نے ہندوستانی زبان کی خدمت شروع کی۔ لیکن جان گلکرسٹ کی خدمات کا ذکر کرنے سے قبل ہم ایک شخص نے بی ڈت کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ اس نے اپنے حالات خود اپنی کتاب کے دیباچہ میں لکھے ہیں مختصر یہ ہے کہ یہ شخص مدراس میں شہداء میں آیا اور غالباً خدمت بنیڈ ماسٹری پر مہمور ہوا۔ وہاں دو سال قیام کرنے کے بعد کلکتہ چلا آیا، وہاں اسکی ملاقات ایک پنڈت سے ہوئی جس سے اس نے سنسکرت، بنگالی اور ہندوستانی (جسے وہ ہندوستان کی مخلوط زبان کہتا ہے) پڑھنی شروع کی۔ کچھ دنوں کے بعد اس نے دونوں کا ترجمہ بنگالی میں کیا اور اسکے اپنے بیان کے بموجب ان میں سے ایک نامک عام طور پر پبلک میں پسند کیا گیا اور اسکی بہت تعریف ہوئی۔ ایدنگ لکھتا ہے کہ اسکے بعد وہ نفل بادشاہ کے ہاں ٹیٹر کا غنیم (منجر) ہو گیا۔ اور آخر مشرق میں بیس سال کے قیام کے بعد انگلستان واپس چلا گیا۔ لندن میں اس نے اپنی گریہ شائع کی اور وہی سفیر لندن زد سے ملاقات پیدا کی، اس نے اُسے روس میں بھیجا یا جہاں وہ فارن آفس میں

ملازم ہو گیا اور سرکار کی طرف سے سنسکرت کا مطبع قائم کرنے کے لیے اُسے بہت کچھ رقم دی گئی۔ لیکن اسکی ہندوستانی گریڈ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید نسبت ہندوستانی زبان کے اس کا علم بنگالی اور سنسکرت میں زیادہ ہو۔ کیونکہ اس نے ہندوستانی گریڈ میں نہ صرف الفاظ کا تلفظ غلط کہا ہے بلکہ قواعد کے بیان کرنے میں بھی بہت سی صریح غلطیاں کی ہیں۔

ڈاکٹر جان گلکرسٹ کا نام اردو کے محسنین میں نہایت ممتاز ہے اور اردو زبان کا مورخ اُن کا ذکر بغیر احسان مندی اور شکر گزاری کے نہیں کر سکتا۔ انھوں نے نہ صرف زبان اور قواعد زبان و لغت پر اعلیٰ درجہ کی کتابیں، بلکہ چند خاص اہل زبان حضرات کو جمع کر کے اُن سے ایسی کتابیں لکھوائیں جنہیں سے بعض ہمیشہ زندہ رہیں گی۔ ڈاکٹر صاحب نے اردو کی خدمت کا کام شمساء میں شروع کیا اور فورٹ ولیم کالج اردو زبان کی تالیف و تصنیف کا مرکز انیسویں صدی کے ابتدائی دس سال تک رہا۔ اگرچہ اصل مقصد اسکا یہ تھا کہ سیٹ لٹریچر یا کپنی میں جو انگریز ملازم ہو کر آتے تھے انکو اردو سکھانے کے لیے مناسب کتابیں لکھوائی جائیں تاکہ وہ آسانی سے ملک کی اس زبان کو جو ہر جگہ بولی یا سمجھی جاتی ہے سیکھ سکیں لیکن اس پر دسے میں بعض بے مثل کتابیں لکھی گئیں اور آئندہ اس ڈھنگ کی تالیف کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ خود گلکرسٹ صاحب نے متعدد کتابیں اردو زبان اور اسکی لغت اور قواعد پر لکھی ہیں۔ انکی کتاب قواعد اردو شمساء میں چھپ کر شائع ہوئی۔ اگرچہ اُن کی دوا یک کتاب میں جو اس سے چند سال قبل طبع ہوئی تھیں ان میں بھی اردو زبان کے قواعد کا کچھ کچھ حصہ شریک تھا۔

سٹر جان ٹیکسیر کی اردو گریڈ لندن میں اول اول سلسلہء میں شائع ہوئی جو سٹر ایڈیشن ۱۸۷۱ء میں تیسرا سلسلہء میں چھٹا ایڈیشن حسین دکنی زبان کی مختصر سی گریڈ

اضافہ کی ہے ۱۸۴۳ء میں اور اسکے بعد ایک ایڈیشن ۱۸۴۵ء میں شائع ہوا۔

۱۸۴۵ء میں اردو رسالہ گلرست کے نام سے ایک کتاب کلکتہ میں شائع ہوئی اور اسکے کئی ایڈیشن ۱۸۴۵ء و ۱۸۴۶ء میں کلکتہ میں اور ۱۸۴۷ء میں آگرہ میں چھپے۔ یہ رسالہ دراصل گلرست کی گریڈ کا مختص ہے۔

ولیم ٹیٹ نے ایک کتاب مقدمہ زبان ہندوستانی کے نام سے تالیف کی جو تین حصوں پر منقسم تھی یعنی گریڈ، لغت اور اسباق زبانہائی۔ اول بار کلکتہ میں ۱۸۴۲ء میں طبع ہوئی دوسری بار ۱۸۴۴ء میں اور تیسری بار ۱۸۴۳ء میں چھپی۔

گلرست صاحب کے بعد دوسرے اردو زبان میں محسن اے دو فرانسین عالم موسیو گارسان وٹسی تھے۔ انھوں نے اصول زبان ہندوستان پر ایک کتاب لکھی جو پیرس میں ۱۸۴۹ء میں طبع ہوئی اور صرف اردو قواعد اردو ہر ایک ٹرمز مفہوم جنرل ایشیاٹک سوسائٹی بابت ۱۸۴۳ء میں لکھا (اسکے علاوہ موصوف نے تاریخ معرے اردو لکھی جو ایک نیشنل کتاب) مسٹر ایس ڈیو بری ٹن نے ہندوستانی زبان کے قواعد کے پر ایک کتاب تالیف کی جو لندن میں ۱۸۴۳ء میں طبع ہوئی۔

اسکے ایک سال بعد یعنی ۱۸۴۵ء میں مسٹر سٹیمفورڈ ارنائٹ کی کتاب بنام جدید قواعد اردو قواعد زبان ہندوستانی جو برٹش انڈیا کی نہایت کارآمد اور عام زبان ہے یہ کتاب فارسی اور رومن حروف میں ہے اور اسکے ساتھ بطور ضمیمہ کے لغت اور مشقی اسباق زبانہائی بھی اضافہ کیے گئے ہیں لندن میں اول بار ۱۸۴۳ء میں اور دوسری بار ۱۸۴۴ء میں طبع ہوئی ۱۸۴۴ء میں ایک کتاب انگریزی اور ہندوستانی افعال بے قاعدہ پر اور مقدمہ قواعد ہندوستانی یہ اسے افادہ طلبہ مدراس میں طبع ہوئی۔ مولف کا نام تحریر نہیں ہے۔

ہندوستانی زبان کے قواعد مشرقی اور رومن حروف میں مع آسان انتخابات بعض
تحصیل زبان فارسی عربی اور دیوناگری حروف میں مؤلفہ ایسے ادناٹ باضافہ لغت و
حرفی از مسٹر ڈکن فاریس مطبوعہ لندن ۱۸۴۴ء۔

اسی سال مسٹر جیمز آربالٹن ٹان کی گریمر لندن میں طبع ہوئی اور غالباً یہی کتاب بعد ازیم
باضافہ ۱۸۴۵ء میں شائع ہوئی۔

۱۸۴۵ء میں ہندوستانی زبان کی ایک گریمر لندن میں طبع ہوئی اسکے مؤلف ریوڈنڈ
جی اسمال تھے۔ یہیں کچھ انتخابات اردو ادب کے بھی شریک ہیں۔ اس کتاب کا دوسرا
ایڈیشن ۱۸۵۸ء میں شائع ہوا۔

جرمنی کے ایک عالم جے ڈت لوپراخنو نے بھی ہندوستانی زبان کے قواعد پر ایک
کتاب لکھی تھی جو برلن میں ۱۸۵۶ء میں طبع ہوئی۔

سر مونیرو ویس نے سنسکرت اور ہندی زبان کی جو خدمت کی ہے وہ محتاج تعریف
نہیں۔ ایک زمانہ اس سے واقف ہے صاحب موصوف نے ہندوستانی زبان کی ایک تبدیلی
کتاب لکھی اور اس میں علاوہ روزمرہ کے استعمال کے الفاظ و محاورات قصص متبدلون کے لیے
صرف و نحو کے قواعد بھی درج کیے ماسوائے اسکے ہندوستانی گریمر مؤلفہ کاٹن ماسٹر مطبوعہ
لندن ۱۸۶۷ء کو مرتب کیا جو ۱۸۷۵ء میں شائع ہوئی۔

۱۹۴۲ء میں مسٹر جان ڈوسن نے اردو زبان کی ایک گریمر تالیف کی۔

مسٹر جان پلیٹ کی قواعد اردو لندن میں ۱۸۷۵ء میں طبع ہوئی۔ یہ کتاب
درحقیقت اچھی لکھی گئی ہے۔

کسی یورپین صاحب نے کبھی گریمر پر ایک رسالہ لکھا تھا لیکن اس پر مؤلف کا نام نہیں

یہ رسالہ ۱۸۸۲ء میں ستارا میں طبع ہوا۔

پامر صاحب کی ہندوستانی فارسی و عربی گریمر ۱۸۸۲ء میں بمقام لندن طبع ہوئی۔
۱۸۸۲ء و ۱۸۸۳ء میں سٹرڈ بیو کیگر نے زبان ہندوستان کی گریمر لکھی۔ ان صاحب
کا تعلق سروہندہ سے معلوم ہوتا ہے۔

۱۸۸۳ء میں پروفیسر فان کیون نے ہندوستانی زبان کے قواعد مرتب کیے یہ کتاب
نیپولی میں طبع ہوئی۔

اسی سال مسٹر جے ون سن نے بھی اردو گریمر تالیف کی۔
جرمن عالم لے سی ڈل نے ایک کتاب اردو زبان کے قواعد پر تالیف کی
جس کا نام اس نے ہندوستانی گریمر قیاسی و علی رکھا۔ یہ کتاب ۱۸۹۳ء میں بمقام لپنک
طبع ہوئی ۱۸۹۹ء میں شلر کی گریمر پھر لپنک میں طبع ہوئی۔

یہ نہرست یعنی صرف اردو صرف و نحو کی ایسی کتابوں کی دی ہے جہاں یورپ نے
تالیف کی ہیں۔ لغت و ادب وغیرہ پر جو کتابیں ان لوگوں نے لکھی ہیں ان کا ذکر نہیں کیا گیا
ہے کیونکہ یہ ان کا ذکر خارج از بحث ہے۔ اس سے میرے اس بیان کی تصدیق ہوگی
کہ اردو زبان کی صرف و نحو پر پہلے پہل غیروں نے توجہ کی۔

اہل ہند میں سب سے اول اس مضمون پر اردو کے مشہور شاعر میر انشاؤ اللہ خان
انشاد ہوئے قلم اٹھایا ان کی کتاب دریا کے لطافت ۱۲۲۲ء میں لکھی نواب سعادت
علی خان بہادر لکھی تھی۔ اس میں علاوہ قواعد صرف و نحو کے عورتوں کے محاورات، مختلف
قوموں کی بولیاں اور گفتگوئیں اور طرح طرح کی نظم و نثر بھی شریک ہے۔ بعض محاورات
والفاظ کی تحقیق بھی خوب کی ہے۔ بادیو کہ اس کتاب کو تالیف ہوئے مدت گزر چکی ہے

اس مضمون پر مفصل بحث میری کتاب ”تاریخ زبان اردو“ میں ہوگی۔ یہ کتاب زیر تالیف ہے۔

لیکن اسوقت بھی وہ بے مثل اور قابل قدر کتاب ہے اور اردو زبان کے ادب میں ہر وقت کی نظر سے دیکھی جائے گی۔ یہ کتاب اول اول مرتبہ آباد میں ۱۲۸۸ھ میں طبع ہوئی۔

غالباً ناظرین کتاب کو یہ پڑھ کر حیرت ہوگی کہ سر سید احمد خان مرحوم نے بھی اردو صرف و نحو پر ایک رسالہ تالیف کیا تھا۔ اسکا ایک قلمی نسخہ اسماعیلیہ ہائی اسکول اٹاواہ کی حانی لائبریری میں موجود ہے۔ کتاب نے کتب کے آخرین نسخہ ۱۲۵۸ھ ہجری مطابق ۱۸۷۵ء تحریر کیا ہے۔ اگرچہ یہ نسخہ کتابت ہے لیکن نسخہ تالیف بھی اسی کے ہلکے ہلکے ہوگا۔ اس میں صرف و نحو کے معمولی قواعد ہیں۔ زیادہ تر بحثیں مساعدا رہے۔ اگرچہ یہ کتاب کچھ ایسی قابل لحاظ نہیں لیکن اس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ مرحوم کو اردو زبان سے کس قدر دلچسپی تھی۔

اسکے بعد مولوی احمد علی دہلوی نے ایک اردو رسالہ صرف و نحو اردو پر لکھا جو دہلی میں ۱۲۸۵ھ میں طبع ہوا۔ اس کتاب کا نام فیض کا چشمہ ہے غالباً یہ تاریخی نام ہے اور اس سے نسخہ تالیف ۱۲۸۹ھ ہجری نکلتا ہے۔

مولوی امام بخش صاحب مصباحی دہلوی فارسی کے مشہور مفتی اور ادیب ازربین اور دہلی کالج میں پروفیسر بھی تھے انھوں نے بھی اردو صرف و نحو پر ایک کتاب تالیف کی تھی جو دہلی میں ۱۲۸۹ھ میں طبع ہوئی۔ یہ کتاب بھی اچھی ہے اسکے آخرین نسخہ ۱۲۸۹ھ میں طبع ہوا۔ اردو کے محاورات اور کہیں کہیں ضرب الامثال بھی درج ہیں۔

کے علاوہ بھی اسی زمانہ میں دو ایک کتابیں اور لکھی گئیں۔ مثلاً ایک صاحب مرزا محمد صالح نے ایک گریٹر ہندوستانی، فارسی اور عربی زبان کی لکھی اور اسمین فارسی گفتگو کا بھی ایک حصہ اضافہ کیا۔ اور ایک یورپین صاحب نے اس کا انگریزی ترجمہ بھی کیا جو اصل کے ساتھ تھا۔ یہ کتاب بمقام لندن ۱۲۸۵ھ میں طبع ہوئی۔ با ایک دوسری کتاب بی بی کے محمد ابراہیم صاحب مقبہ

سے جس ترقی اردو اس کتاب کو مغرب طبع کرانے والی ہے۔

مقبہ نے تحفہ انفسٹن کے نام سے تالیف کی جو بیئین ۱۸۱۳ء میں طبع ہو کر شائع ہوئی۔
یہ کتاب انفسٹن صاحب گورنر بیئین کے نام سے موسوم کی گئی تھی لیکن یہ کتابین کچھ زیادہ
قابل لحاظ و قابل ذکر نہیں ہیں۔

رمانڈھال میں متعدد کتابین اس بحث پر علامہ مدارس دہلی کے لیے پنجاب و ممالک متحدہ
آگرہ و اودھ میں تالیف ہوئی جن میں کم و بیش عربی صرف و نحو کا تتبع کیا گیا ہے البتہ
مولوی محمد اسماعیل صاحب نے جو دو مختصر رسالے تلمیذہ مدارس کے لیے لکھے ہیں ان میں انھوں نے
تقلید سے آگے ہو کر حجت سے کام لیا ہے لیکن یہ رسالے بہت مختصر ہیں اور صرف ابتدائی
مدارس کے طالب علموں کے کارآمد ہو سکتے ہیں۔

بین اس سے قبل اس امر کا اعتراف کر چکا ہوں کہ ایک زبرد زبان کے لیے قواعد کی
چند ان ضرورت نہیں۔ اور بین نے یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ علماء اور اکثر کسی زبان کی صرف و
نحو اس وقت تک ہی کہیں کسی غیر قوم کو اس زبان کی تحقیق یا اسکے سیکھنے کی ضرورت واقع ہوئی
اور صرف و غرضی تقریر اپنا دیا اسکے متعلق جو وہ ہمیشہ غیر قوم راہوں کی طرف سے ہوتی
کیونکہ اہل زبان اس سے مستغنی ہوتے ہیں۔ یہی حال اردو زبان کا ہوا۔ اسکے صرف و نحو
اور لغت کی طرف اول اول اہل یورپ نے بغیر توجہ کی ساس کے بعد جب اہل ملک
نے یہ دیکھا کہ ان لوگوں کو اردو پڑھنے کا شوق ہے تو انکی دیکھا دیکھی یا انکے ذمہ کی عرض
سے خود بھی کتابیں لکھنی شروع کیں۔ بعد ازاں جب یہ زبان مدارس میں بھی پڑھائی جانے
لگی۔ تو صرف طلبہ کیلئے کتابیں لکھی جانے لگیں چنانچہ آج کل حقدار کتابیں لکھی گئیں انکی اصل عرض ہی تھی
البتہ اسوئے اسلوب ایک ضرورت داعی ہوئی ہے وہ یہ کہ زبان اردو اب ملک کی عام و مقبول زبان
ہو گئی ہے اور آئین اکثر ترجمہ لولی جاتی ہے اور ہر جگہ سمجھی جاتی ہے۔ حالانکہ ملک کی

دوسری زبانیں خاص خاص خطوں میں محدود اور مخصوص ہیں۔ نیز اس زبان کو کچھ ایسے مقامات کے لوگ بھی پڑھتے اور سمجھتے ہیں جنکی یہ مادری زبان نہیں۔ ایسے یہ ضرورت واقع ہوئی کہ اس زبان کے قواعد مضبوط کیے جائیں اور مستند کتابیں لغت بر لکھی جائیں تاکہ زبان بگڑنے سے محفوظ رہے۔ میں نے اس کتاب کے لکھنے میں اس خیال کو مد نظر رکھا ہے اور صرف طلبہ مدارس کی ضروریات کا لحاظ نہیں کیا ہے۔ بلکہ زیادہ تر یہ کتاب ان حضرات کے لیے ہے جو زبان کو نظر تحقیق سے دیکھنا چاہتے ہیں۔

ہمارے ہاں اب تک جو کتابیں قواعد کی رائج ہیں ان میں عربی صرف و نحو کا تتبع کیا گیا ہے۔ اردو خالص ہندی زبان ہے اور اس کا شمول آڈوسی السنہ میں ہے بخلاف اسکے عربی زبان کا تعلق سامی السنہ سے ہے۔ لہذا اردو زبان کی صرف و نحو لکھنے میں عربی زبان کا تتبع کسی طرح جائز نہیں دونوں زبانوں کی خصوصیات بالکل الگ ہیں۔ جو عور کرے سے صحت معلوم ہو جائے گا۔ اسی طرح اگرچہ اردو ہندی نثر ہے مگر اسکی بنیاد قدیم ہندی پر ہے، افعال جو زبان کا بہت بڑا جز ہیں نیز ضمائر اور اکثر حروف سب کے سب ہندی ہیں؛ صرف اسماء و صفات عربی فارسی کے داخل ہو گئے ہیں۔ اور خید گنتی کے مصادر جو عربی فارسی الفاظ سے بس گئے ہیں مثلاً بختنا، بدن، قولنا، تجویزنا وغیرہ کسی شمار میں نہیں بلکہ بعض اشخاص نے زعم خود انھیں فصیح بھی نہیں خیال کرتے؛ تاہم اردو زبان کی صرف و نحو میں سنسکرت کے قواعد کا تتبع نہیں کیا جاسکتا۔ اسکے متعلق خید موٹی موٹی باتیں بیان لکھی جاتی ہیں۔

(۱) ہر اسم کے سنسکرت میں تین حصے کیے گئے ہیں۔ مادہ، حرف بعد مادہ اور حرف آخر۔ موجودہ ہندی یا اردو میں حرف آخر اڑ گیا ہے۔

(۲) سنسکرت میں اسم کی مختلف حالتیں (فاعلی، مفعولی، اضافی وغیرہ) صرف حرف

آخر کے تغیر سے ہتی ہین جا اکثر قدیم زبانوں میں پایا جاتا ہے۔ اور ہندی اردو میں انگ حروف بڑھانے سے ہتی ہین اور تمام جدید زبانوں کا میلان اسی طرف ہے۔

(۳) سنسکرت اور پراکرت میں جس تین ہین یعنی نہ، مادہ اور بجان۔ موجودہ ہندی یا اردو میں صرف دو ہین۔

(۴) سنسکرت کا فعل بہت دقیق اور پیچیدہ ہے اور ایک زمانہ سے اس میں اصلاح ہوتے ہوئے موجودہ ہندی میں آکر صاف اور سادہ ہوا ہے۔ تثنیہ کا صیغہ سنسکرت میں ہے ہندی میں نہیں۔

سنسکرت میں ہر فعل کی چھ صورتیں، تیرہ قسمیں اور نو جنسی حالتیں ہین یعنی کل صیغہ سات سو دو ہوتے ہین اور یہ سب ایک ہی لفظ کے ہمیر ہیں۔ بننے ہین۔ موجودہ زبان میں یہ بڑی آسانی ہے کہ اکثر افعال اور دی افعال کی اعانت سے بناے جاتے ہین۔ اور سب سے مصادر فارسی و عربی اسما و صفات کے آگے ہندی مصادر مثلاً دینا کرنا وغیرہ بڑھا کر بنائے جاتے ہین۔

ایسی صورت میں اردو زبان کی صرف و نحو میں عربی، سنسکرت کا متبع کرنا اُلٹی گنگا بنانا ہے۔ البتہ اصطلاحات عربی سے لی گئی ہین کیونکہ اس سے گریز نہیں۔ اردو زبان میں تقریباً مکمل علمی اصطلاحات عربی ہی سے بنی گئی ہیں جیسے انگریزی زبان میں طبی اور بنیاتی ہے۔

میں اس موقع پر اردو ہندی سے ٹھکڑے میں پڑنا میں چاہتا کیونکہ یہ بحث میرے خیال میں بالکل بے سود ہے۔ بل تو اس لیے کہ صرف و نحو میں اس بحث کا کوئی موقع نہیں خصوصاً اس خیال سے کہ اس امر میں تقریباً دونوں ایک ہیں اور اسلئے جس جگہ پر اختلاف

کوئی اختلاف نہیں۔ دوسرے شخص اس ملک کی مختلف زبانوں کی تاریخ کو نظر غور سے دیکھے گا
 اُسے معلوم ہو جائے گا کہ درپیشین نے محض سخن پردہ اور ہٹ دہرمی سے کام لیا ہے۔ ہر
 جھڑپ کی کوئی بات نہیں۔ قدرتی اثرات اور ججانات کا روکنا اپنے ہاتھوں سے اپنی ترقی کو روکنا
 بات یہ ہے کہ جب ہندوؤں کے ملک میں داخل ہوئے تو انہوں نے یہاں ایک دورہ کیا
 تو کم کو آباد دیکھا مثلی زبان ان کی زبان سے بالکل مختلف تھا۔ ان کو یہاں کوئی زبان
 کے حملوں کی تاب نہ لاسکی اس لیے کچھ تو ان میں سے شمالی پڑاؤں میں رہ گئے اور باقی
 بہت سے جنوبی اور وسطی منہ کے میاڑوں اور جنگلوں میں رہ گئے۔ لیکن میرٹھی بہت سے ایسے
 تھے جنہیں اپنے وطن عزیز کی جدائی تھوڑا سا تھی۔ اگرچہ وطن دو مریز کے ہاتھوں میں تھا اور
 اس لیے نئے حملہ آوروں کی غلامی نہ بسر کرنے لگے۔ اگرچہ ایسی ضرورت میں ظاہر ہے کہ مغلوں
 پر ہمال کی زبان کیا باقی رہ سکتی ہے۔ لیکن اس میں شبہ نہیں کہ ان کی زبان نے آریاؤں کی
 زبان یعنی سنسکرت پر کچھ نہ کچھ اثر ضرور کیا۔ اور اس لیے بہ کہہ اخلاسی نہوگا کہ قبضہ ہندی لڑیاں
 جو بہا کرتے تھے عوام کی بولی کے نام سے مشہور ہیں اس کا نتیجہ تھیں۔ اور جو مہدیوں تک
 سنسکرت کے دوش بدوش ملک میں قائم رہیں۔ اور انھیں یہاں بولیوں سے ہندوستان
 کی موجودہ آبادی زبانیں یہاں ہوئیں ان کا تعلق سنسکرت سے ایسا ہی ہے جیسے یورپ کی
 موجودہ رومانی آسنہ کہ لاطینی سے۔ ان زبانوں کی تہ اور عوام آست شمار کی جاتی ہے۔ لیکن
 ہندوستانی۔ سدھی گرائی، مرہٹی، ہندی، اڑیا اور پنجابی۔

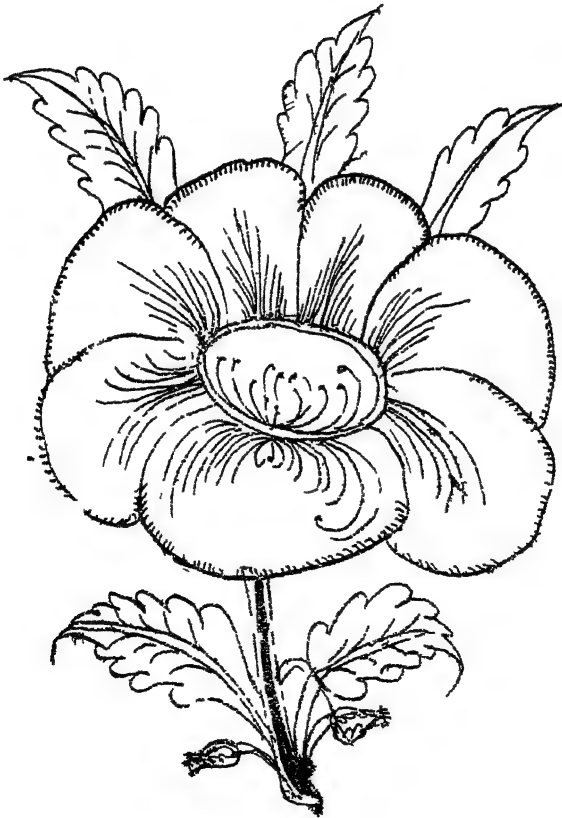
ان سب میں ہندی بلحاظ قدامت و اہمیت کے سب سے زیادہ قابلِ لحاظ ہے لیکن
 اتنا ہی سے اس پر غیروں کی نظروں میں بڑی ترقی ہوئی۔ مسلمان جو شمال کی طرف سے اس
 ملک میں آئے شروع ہوئے اس کو اپنی زبان سے متاثر کیے بغیر نہ رہ سکے اور جو اتر بارہویں

صدی سے جتنا ترقی و ترقی کا مادہ آخر ایک نئی صورت میں ظہور پذیر ہوا اور وہی اردو اور شری
 زبان کی اصل ہے۔ اور اصل کسی پراکرت یا ہندی کی گہری ہندی صورت نہیں بلکہ ہندی
 کی آخری اور شری صورت ہے۔ اور اس وقت ہندوستان کی عام مگر زبان مانی براتی ہے۔
 یہ کہ کسی شخص بات کرنے کی بجائے دیکھ کر کسی خاص پالیسی و مصلحت اور مناسبت سے بات کر
 ہے بلکہ اس کی معاشرت و سیاست میں وقتاً فوقتاً مختلف قدرتی اسباب سے
 تغیرات پیدا ہوتے ہیں اور انہیں اثرات کی وجہ سے ایک جدید حالت نظر آتی ہے اس طرح
 زبان میں بھی قدرتی اثرات و رجحانات اور مختلف واقعات سے تغیرات ظہور میں آتے ہیں۔
 اور اس سے جو خاص پالیسی کی وجہ سے پُرانی سے کوئی سمجھ کے چوتے چوتے ہیں وہ
 صرف ایک سو نا سہ۔ اس بات کے بعد ان باتوں پر تجسس کرنا گویا صدیوں کے
 واقعات کو بھٹکانا اور قدرتی اثرات اور رجحانات کو الٹا لیجانا ہے۔ دنیا میں کہنی چیز ایک
 حالت پر نہیں رہتی اور جب ہم ہی ایک حالت پر نہ رہتے تو ہماری زبان کیون رہنے کی
 اور کچھ نہیں تو اگر صرف اس زبان کے الفاظ ہی کو سرسری نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ
 دنیا کی کتنی قوموں نے (تقریبی خاص) مادہ کے محض قدرتی اثرات کی وجہ سے اس کے بنانے میں
 حصہ لیا ہے۔ تو کیا ایک ایسی یا گار کو بگاڑنے کی کوشش کرنا ایک نہایت دردناک فعل
 ہوگا؟ خصوصاً ایسے عہد میں جبکہ زمانہ قدیم کے ایک ایک پتھر اور ایٹ کو سینت سینت
 کے رکھا جاتا ہے۔

اس نہایت مختصر ذکر سے میرا مقصد یہ تھا کہ اردو کی صرف و نحو کو سنسکرت زبان کے
 قواعد سے اسی قدر مغایرت ہے جتنی عربی زبان کی صرف و نحو سے۔ میرا خیال یہ ہے کہ کسی
 زبان کے قواعد لکھتے وقت اس کی خصوصیات کو کبھی نظر انداز نہ کیا جائے اور محض کسی زبان

لہ اور زبان کی اصالت پر مفصل بحث میں نے اپنی تالیف زبان اردو کی تاریخ میں کی ہے۔

کی تقلید میں اسپر زبردستی قواعد اور اصول کے نام سے ایسا بوجھ نہ ڈال دیا جائے جسکی وہ
 تحمل نہ ہو سکے۔ مین نے حتی الامکان اسی اصول کو مد نظر رکھا ہے اور اس امر کی کوشش ہی
 کہ بدر صر زبان کا رجحان ہو اُدھ ہی اس کا ساتھ دیا جائے۔ لیکن مین یہ نہیں کہہ سکتا کہ
 مجھے اس میں کمان جنک کا میانی پڑی ہے۔ بہر حال مجھے کوئی دعویٰ نہیں اور اسکے
 ساتھ ہی مجھے اسکا بھی یقین ہے کہ کتاب اسقام سے خالی نہیں۔ اور اس لیے میں ہر ایک
 مستورہ اور اختلاف کو نہایت شکر و احسان کے ساتھ سُننے اور اپنی غلطیوں کی اصلاح
 کرنے کے لیے تیار ہوں۔



قواعد اردو

الفاظ اُن اسالی آوارون کو کہنے ہیں جو ہم اپنے خیالات ظاہر کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

زبان الفاظ سے بنتی ہے۔

اول بہ لحاظ صوت (آواز)۔

دوم بہ لحاظ معنی، صورت اور اصل

سوم بہ لحاظ ترکیب یا بھی جس سے حملہ ملتا ہے، اور جس کے ذریعہ ہم اپنا نافی انصیر ادا کرتے ہیں۔

۱۔ جب ہم کسی لفظ کو سننے ہیں تو یا تو اس میں ایک سادہ آواز ہوتی ہے یا ایک سے

زیادہ آوازیں ملی ہوئی ہوتی ہیں جب اُن آوازوں کو تحریر میں لاتے ہیں تو ان علامات کو

حروف کہتے ہیں۔

۲۔ مختلف استعمالات کی رو سے الفاظ کی کئی تقسیمیں ہو سکتی ہیں۔ جب وہ دوسرے الفاظ سے ملتے ہیں تو انہیں بعض اوقات تغیر و تبدل بھی واقع ہوتا ہے یا جب کبھی انہیں کچھ اضافہ کر دیا جاتا ہے تو وہ نئے لفظ ہو جاتے ہیں۔

۳۔ ان الفاظ کی ترکیب بعض خاص قواعد کی رو سے ہوتی ہے، اُس لیے زبان کے قواعد تین مضامین سے بحث کرتے ہیں۔

اول اصوات و حروف و اعراب (ہجاء)

دوم تقسیم تبدیل و اشتقاق (صرف)

سوم جملے میں الفاظ کا باہمی تعلق نیز جملوں کا تعلق ایک دوسرے سے (نحو)

فصل اول

ہجاء

ہجاء سے مطلب ہے حروف کی آواز اور انکی حرکات و سکنات۔

آواز کو تحریری علامات میں لانے کا نام حروف ہے۔

حروف کے مجموعہ کو ابجد کہتے ہیں۔

(ابجد کا لفظ ابتدائی حروف ابجد سے بنا ہے)

چونکہ اردو زبان سنسکرت فارسی اور عربی سے مل کر بنی ہے لہذا اس میں ب

زبانوں کے حروف موجود ہیں۔

خاص عربی حروف یہ ہیں۔

ث، ح، ذ، ص، ض، ط، ظ، ع، ق۔

ہندی کے خاص حروف یہ ہیں۔

ٹ، ڈ، ژ۔

خاص فارسی کے حروف یہ ہیں۔

پ، چ، ژ، گ۔

لیکن پ، چ، ژ، گ، ہندی میں بھی پائے جاتے ہیں۔ یہ ہندی فارسی میں مشترک ہیں۔ ہندی میں خ کی آواز نہیں ہے۔ فارسی میں ہے اسی طرح غ بھی عربی و فارسی میں مشترک ہے۔

ہندی میں بھ، پھ، تھ، ٹھ، چھ، کھ، گھ حروف میں شامل ہیں لیکن حقیقت یہ مفرد آوازیں نہیں ہیں بلکہ دو حروف ب، ہ، ٹ، ہ وغیرہ سے مرکب ہیں لہذا انکو حروف میں شامل نہیں کیا گیا، البتہ یہ ضرور ہے کہ بعض اوقات یہ دونوں مل کر ایک آواز پیدا کرتے ہیں۔ کھا اور کما میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے پنجاب میں غالباً کرل ہالرائڈ کی تحریک سے اسکے املا میں بھی فرق کیا جاتا ہے جب یہ مل کر ایک آواز دیتے ہیں تو ڈھ سے لکھتے ہیں مثلاً یہ دو لفظ کھا اور کما لکھے جائیں گے اور یہ امتیاز بہت ضروری ہے۔ یہ حروف جو ہر ملک کے ساتھ مخصوص کیے گئے ہیں اسکا مطلب یہ ہے کہ یہ آوازیں آب و ہوا وغیرہ کے وجہ سے ان لوگوں کے گلوں سے بہ آسانی نکلتی ہیں مگر دوسرے ممالک کے لوگ انہیں وجہ سے انکو ادا نہیں کر سکتے، یا بدقت ادا کرتے ہیں۔ انسان کا گلا آکسیجن کے اصول پر بنا ہوا ہے، اور اسی طور پر آئین تا برہمی بندھے ہوئے ہیں سانس کے ہوا میں ملنے سے زبان، تالو، ہونٹ، دانت اور حلاے دہن کی مدد سے آوازیں مختلف قسم کی

تبدیلیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

اُردو، فارسی، عربی، حروفِ یراگر لفظ الی جانے تو گویا وہ دیکھنے میں مختلف آوازوں کی علامات ہیں لیکن حقیقت ان حروف کے نام سے کوئی سادہ آواز پیدا نہیں ہوتی بلکہ وہ خاصے الفاظ ہیں مثلاً الف عین جیم وغیرہ حروف نہیں بلکہ پورے الفاظ ہیں چہ جائے کہ ان سے سادہ آوازوں کا کچھ بھی خیال پیدا ہوتا ہو۔ اسکی وجہ بلاشبہ یہ ہے کہ یہ اُس زمانہ کی یادگار ہیں جبکہ اس قسم کی تحریر یا سجاد نہیں ہوئی تھی بلکہ لوگ اپنے خیالات تصویر میں بنا بنا کر ظاہر کرتے تھے۔ اول اول تو جس شے کا بیان کرنا مقصود ہوتا تھا اسکی تصویر بنا دیتے تھے مثلاً گائے یا عورت کا بتانا مقصود ہے تو وہ گائے یا عورت کی تصویر کھینچ دیتے تھے۔

دوسرے دور میں یہ اصلاح ہوئی کہ شے سے اس کا فعل ظاہر کرنے لگے مثلاً آنکھ سے نظر یا دو ٹانگوں سے رفتار مراد لینے لگے۔

تیسرے دور میں یہ ہوا کہ شے سے اُس کی ممتاز خصوصیات یا ظاہری علامت سے اصل سے مراد لی جانے لگی مثلاً بوڑھی کی تصویر سے مکاری یا تخت سے سلطنت مقصود ہوتی تھی۔

چوتھے دور میں ایک شے کے اظہار میں یہ ترکیب کرنے لگے کہ اُس شے کے بولنے میں جو آوازیں پیدا ہوتی تھیں انہیں سے ہر ایک کے لیے ایک تصویر بناتے تھے۔ مثلاً اگر کرا کھنا ہو تو پہلے گھٹنے کی تصویر بنائیں گے کیونکہ کئی گھٹنے کو کہتے ہیں اور پھر سوچ کی کیونکہ راس سوچ کو کہتے ہیں بعد ازاں یہ ہوا کہ یہی تصویریں مختلف اصوات کی قائم مقام ہو گئیں۔ اور انہیں تصویروں کی یادگار یہ حروف ہیں جو اب بھی کسی

فدر اُن سے مشابہ ہیں مثلاً الف۔ الف کے معنی پہل کے سر کے ہیں چونکہ آگ کی آواز اس لفظ کے آغاز میں تھی۔ تو اس آواز کے ظاہر کرنے کے لیے گائے کا سر بادیے تھے۔ بعد ازاں خود یہ لفظ بجائے آگ کی آواز کے تو برین ایک حرفت قرار پایا۔ اور یہی وجہ ہے کہ فارسی عربی۔ عبرانی زبانوں کے حروف و حقیقت الفاظ ہیں۔ جس کی ابتداء کے حروف اسکی مناسب آواز کی سحائے کام دیتے ہیں۔

اسی طرح ب در حقیقت بیت سے ہے جس کی ابتدائی شکل ایک مکان مستطیل کی سی تھی اور اسکے نیچے نقطہ ایک شخص تھا جو مکان کے دروازہ کے سامنے بیٹھا تھا اب رفتہ رفتہ اسکی شکل ایسی ہو گئی اور وہ آدمی نقطہ رہ گیا۔

ج جمل یعنی اونٹ ہے۔ اگر کوئی تنض اونٹ پر سوار ہو اور اسکی ٹخیل زور سے کھینچے تو اسکے سر اور گردن کی شکل بعینہ ج کی ہو جائے گی۔

پ عبرانی مین سمہ کے معنی مین ہے۔

د (عبرانی دالت) دروازہ۔

ذ۔ درحیہ۔

ع دین کے معنی آنکھ کے ہیں چنانچہ (ع) کا سر بالکل آنکھ کے مشابہ ہے
ن (نون) ٹھیلی۔ مشابہت ظاہر ہے۔

ل (کف تھیلی) اگر تھیلی پھیلانی جائے تو ٹنگیان انگوٹھے کے ساتھ ملکر بالکل
دک کی صورت بن جاتی ہیں۔

م (یم پانی کی بہ صورت سے ظاہر ہے۔

س عبرانی مین دانت کو کہتے ہیں (س) کا دندانہ بالکل دانت کے مشابہ ہے۔

و (واو) کے معنی ہک یعنی کاٹنے کے ہیں جبکی صورت وَا سے متی ہے۔

غرض اس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ ہمارے حروف دراصل الفاظ میں جو دو یا دو سے زائد آوازوں سے مرکب ہیں۔ اور ہر ایک بہ لحاظ اپنی اول سادہ آواز کے ایک علامت مقرر کر لیا گیا ہے مثلاً الف میں تین آوازیں آتے کی ہیں مگر آواز اول آہر اس لیے اسے آ کے بجائے ستر کر لیا اسی طرح دوسرے حروف کے متعلق قیاس کر لیا جائے۔ ابتدا میں اس سادہ آواز کے لیے اس سے کی تصویر کھینچ دیجاتی تھی۔ مگر اب ایک چھوٹی سی علامت جو کسی قدر اصل کے مشابہ ہے بجائے اس آواز کے مستعمل ہے۔ اور نام اُنکے قریب قریب وہی ہیں جو اصل اشیاء کے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے حروف تہجی بولنے میں درحقیقت الفاظ ہیں۔ اُردو حروف تہجی کل چونتیس ہیں اور ان میں ہر قسم کی آواز کے ادا کرنے کی گنجائش ہے اور اس خیال سے اُردو ابجد کو دنیا کی تمام زبانوں پر ایک طرح کا تفوق حاصل ہے۔ مگر دنیا کی کوئی ابجد کامل نہیں ہے ایک نہ ایک نقص ضرور رہ جاتا ہے یا تو کل سادہ آوازوں کے ادا کرے کے لیے کافی حروف نہیں ہوتے یا ایک ہی آواز کے لیے کئی کئی حروف ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اُردو زبان بھی اس سے خالی نہیں چنانچہ یہ آخری نقص اُردو زبان میں بھی پایا جاتا ہے، لیکن بات یہ ہے کہ اُردو کو علاوہ فارسی سنسکرت کے عربی سے بھی بڑا تعلق ہے اس لیے کثرت سے اسکے الفاظ زبان میں موجود ہیں اور اس وجہ سے لامحالہ اسکے تمام حروف بھی اردو ابجد میں آگئے۔ ورنہ عربی الفاظ کی صحت تحریر میں قائم نہ رہتی۔ چنانچہ ز ذ ض ط چار الگ حرف ہیں جن کی آواز قریب قریب یکساں معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح س ث ص اور ط اور ح کا گو عرب کا باشندہ یا وہ شخص جو صحت زبان کا خیال رکھتا ہے ان حروف کے تلفظ میں فرق بتا کر

مگر ہر ایک کے لیے اسکا امتیاز دشوار ہے، تاہم غور سے دیکھا جائے تو علم اللسان کی رو سے اردو ابجد ہر طرح کامل ہے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ بعض حروف ایک سی آواز پیدا کرتے ہیں وہ حقیقت ایسا نہیں ہے۔ انہیں نازک فرق ہے۔ اور یہ فرق ہی اسکی خوبی اور کمال کی دلیل ہے۔ کیونکہ ذرا دراز سے فرق کے لیے بھی الگ الگ حروف موجود ہیں۔

اعراب یا حرکات

سادہ آوازوں کو ہم بلا تکلف ہونٹ اور زبان کی امداد سے ملا کر مرکب کر لیتے ہیں۔ اور اس طرح فراٹے سے باتیں کرتے چلے جاتے ہیں جیسے کسی نے کل کوک دی۔ زبان اور لب کی ذرا سی خبیثیت سے آواز کی مختلف صورتیں پیدا ہوتی جاتی ہیں۔ آواز کا پھیلا، تنہا، ہونا، بڑھنا، گھٹنا، گھومنا، گول ہو جانا، سب اسی پر منحصر ہے، ان تمام آوازوں کو صفائی کے ساتھ احاطہ تحریر میں لانا نہایت مشکل ہے۔ اگرچہ بہت کوشش کی گئی لیکن اب تک کامیابی نہیں ہوئی، بعض زبانوں مثلاً سنسکرت انگریزی وغیرہ میں سادہ آوازوں کے مرکب کرنے کے لیے جو جنبش لب و زبان کو ہوتی ہے اسکے لیے بعض حروف مناسب قرار دیے ہیں اور جہاں دو یا دو سے زیادہ حروف کا ملا منظور ہوتا ہے وہاں انہیں سے بہ لحاظ آواز کے ایک نہ ایک حرف ضرور آتا ہے اس لیے اس قسم کی ہر زبان میں حروف کی دو قسمیں کی گئی ہیں۔ ایک وہ جو دوسرے حروف کو ملا کر آواز قائم کرنے کے لیے آتی ہیں جنہیں عربی میں حروف علت کہتے ہیں اور دوسرے وہ جو بغیر ان حروف کے آپس میں مل کر آواز پیدا نہیں کر سکتے وہ حروف صحیح کہلاتے ہیں۔

اردو میں مثل عربی کے حروف علت دو قسم کے ہیں ایک محض علامات یا حرکات

دوسرے اصل حروفِ آدوی جنکی تفصیل ذیل میں لکھی جاتی ہے۔

زبر — جسے عربی میں فتح کہتے ہیں۔ جس کے معنی کھلنے کے ہیں۔ یعنی آواز کھل کر نکلتی ہے (زبر کے معنی اوپر کے ہیں۔ چونکہ یہ علامت حروف کے اوپر آتی ہے اس لیے زبر کہتے ہیں اور درحقیقت الف کی آواز پیدا کرتا ہے۔ اس آواز کو نبا کرنے سے الف کی آواز پیدا ہوتی ہے جیسے قر اور مار۔

زیر — جسے عربی میں کسر کہتے ہیں جس کے معنی توڑ ڈالنے کے ہیں۔ کیونکہ آواز میں ایک قسم کی ٹنگن واقع ہوتی ہے۔ زیر کے معنی نیچے کے ہیں زیر اس لیے کہتے ہیں کہ اسکی آواز خفیف حتیٰ کی سی ہوتی ہے لیکن حتیٰ کے ساتھ آنے میں دو قسم کی آوازیں پیدا ہوتی ہیں ایک زیادہ باریک اور طویل دوسری کسی قدر واضح اور کھلی ہوئی ہوتی ہے جیسے تیر (جانور) شیر (دودھ) یہاں حتیٰ کی دو حالتیں ہیں پہلی حالت میں یا ئے خفی (مجبول) ہے اور دوسری حالت میں یا ئے جلی (معروف) مجبول کے نیچے معمولی کھا جائے اور معروف کے نیچے کھڑا زبر جیسے پیر تیر۔

پیش — جسے عربی میں ضمہ کہتے ہیں جس کے معنی لانے کے ہیں (پیش کے معنی سامنے یا آگے ہیں یہ حرف کے اوپر آتا ہے اور خفیف واؤ کی آواز دیتا ہے جب اسکی آواز ٹرانا یا کسی قدر واضح کرنا مقصود ہوتا ہے تو واؤ سے لگھتے ہیں جیسے ڈر۔ دور۔ روم

۱۔ واؤ محمول اور اے محمول کی آواز عربی میں ہیں آتی اس لیے عربوں نے اکامام محمول (یعنی ماسلوم) یا عجمی رکھا ہے۔ یکس اردو میں آوازیں محمول یا ماسلوم ہیں۔

۲۔ ای نظام الدین سحابی نے ال ال ن اس علا ت (واؤ) کو لفظ صمہ کا صحف بتاتے ہیں اس طور پر کہ تم ۱۰۰ واؤ جاف کر دیے گئے ہیں میرے خیال میں یہ تو ہے چونکہ پیش او کی آواز سے مت مستاء ہے اس لیے یہ صورت قرار دی گئی۔

واؤ کی بھی دو حالتیں ہیں ایک نفی، محمول، جیسے ندیم میں دوسرے جلی دمروف، جیسے روم میں
 الف واؤ کی کبھی حروف صحیح بھی ہوتے ہیں۔ الف حسب شروع میں آتا ہے تو ہمیشہ
 حرف صحیح ہوگا واؤ جب لفظ کے شروع میں آئے یا درمیان میں تو متحرک ہوگی جیسے وعدہ۔ سوا۔
 سی کی بھی یہی حالت ہے جیسے یقین کے شروع میں یا یسیر کے درمیان۔ یون نہ بر الف کے
 ساتھ زیر سی کے ساتھ واؤ پیش کے ساتھ آتی ہے، اور یہ لحاظ آوار کے ان کا جوڑ بھی ہے لیکن
 بعض اوقات ایسا نہیں ہوتا بلکہ مختلف حرکات کا اجتماع ہو جاتا ہے مثلاً ذر اور واؤ کا جیسے
 قوم۔ اس وقت یہ دونوں مختلف حرکات ایک ہی آواز دیتی ہیں یہی حالت سی کی بھی جیسے
 خیر۔ اسے واؤ یا تے ماقبل فتح کہتے ہیں۔ واؤ محمول پر معمولی پیش، ورواؤ معرفت یا التا پیش
 لکھتے ہیں جیسے بوند، شور، نور، دور، چور، چور۔

(۷) جب کوئی حرف مکرر آواز دیتا ہے تو بجائے دوبار لکھنے کے صرف ایک ہی بار
 لکھتے ہیں اور اس پر یہ علامت (۷) لکھ دیتے ہیں اسکا نام تشدید ہے۔ مثلاً مدت بجائے مدت
 لکھنے کے دہر تشدید کی علامت لکھ دی اور اس سے مقصد حاصل ہو گیا۔ جس حرف پر
 تشدید ہوتی ہے اس پر ملاوہ تشدید کے زبر نہ پر پیش میں سے کوئی علامت ضرور ہوتی ہے
 تاکہ پڑھنے میں زبان سے وہی آواز نکالی جائے۔ لیکن جب تشدید سی یا واؤ پر آتی ہے تو
 لفظ کے پہلے جز کی حرکت کو گھما دیتا ہے ورنہ تلفظ صحیح ہوگا مثلاً تیر اگر معمولی طور سے اسکے
 ہجے کیے جائیں گے تو یہ ہونگے (نے یر) مگر یہ صحیح ہوگا اس لیے تے کے زبر کو گھما کر ٹپٹا
 ہوگا۔ اسی طرح نواب۔ معمولی طور سے ہجے کریں تو (نوواب) ہوگا۔ لیکن بوجہ تشدید وکو
 گھما کر ٹپٹنا چاہیے۔

جزم یا سکون (۸) جب کسی حرف پر کوئی حرکت زبر نہ پر پیش میں سے نہ ہو جیسے کم

مین آم پر جزم ہے تو ایسے حرف کو ساکن کہتے ہیں۔ ساکن کے معنی ٹھہرنے والے کے ہیں یعنی اس حرف پر آواز ٹھہر جاتی ہے۔

مد (دہ) الف کو جب کھینچ کر ٹیڑھتے ہیں تو اس وقت اس پر یہ علامت لگا دیتے ہیں جیسے آم۔ ایسے الف کو مالف ممدودہ کہتے ہیں مد کے معنی لمبا کرنے یا کھینچنے کے ہیں۔ ہمزہ (ء) اسے غلطی سے حرف میں شامل کر لیا گیا ہے یہ درحقیقت سی کے ساتھ وہی کام دیتی ہے جو مالف کے ساتھ (یعنی جان سی کی آواز کھینچ کر کالنی پڑے اور قریب دوسری کے جو وہاں اسے لکھ دیتے ہیں یہ ہمیشہ سی یا و کے ساتھ آتا ہے جیسے کئی۔ تئیں۔ کھاؤ۔ جدائی۔ الف کا مد شروع اور درمیان دونوں میں آسکتا ہے مگر و سی یا و پر صرف درمیان میں یا آخر میں آتا ہے۔

تنوین (ے ِ یِ اِ) کسی اسم کے آخر دوز بر یا دوزیر یا دو پیش کے آنے کو تنوین کہتے ہیں۔ تنوین کا مادہ نون ہے چونکہ اس علامت کے دینے سے اس کے آخر حرف کی آواز نون کی پیدا ہوتی ہے اس لیے اسے تنوین کہتے ہیں جیسے نسلاً بعد نسل اتفاقاً دفعۃً بہ صرت عربی الفاظ میں آتی ہے۔

نوٹ

ان علامات کو اعراب اس لیے کہتے ہیں کہ اہل عرب کی ایجاد سمجھے جاتے ہیں اور کسی دوسری زبان میں نہیں پائے جاتے اعراب کے معنی ہیں کہ کسی حرف پر انہیں سے کسی علامت کا لگانا یا انہیں حرکات بھی کہتے ہیں کیونکہ ان علامات سے آوازیں حرکت پیدا ہو جاتی ہے لیکن چونکہ جزم سے سکون ہونا ہی اس لیے پورا نام حرکات کہنا ہے اعراب کا لفظ مختصر ہونے کی وجہ سے زیادہ مناسب ہے۔ جرح پر کوئی حرکت ہوتی ہے اُسے متحرک کہتے ہیں۔

(حروف کے متعلق چند مفید باتیں)

۱۔ حروف شمسی و قمری

عربین میں امتیاز و خصوصیت کے لیے اسما پر آل لگا دیتے ہیں بعض حروف ایسے ہیں کہ جب انکے شروع میں آل آنا ہے تو آل تلفظ میں ظاہر کیا جاتا ہے۔ مگر بعض ایسے ہیں کہ اگر انکے پہلے آل آنا ہے تو تلفظ میں ظاہر نہیں کیا جاتا۔ اور لفظ کا اول صرف مشدود پڑا جاتا ہے۔ جن حروف کے شروع میں آل نہیں پڑا جاتا ہے انھیں حروف شمسی کہتے ہیں یہ نام اس لیے رکھا گیا ہے کہ جب شمس کے پہلے آل لگا یا جاتا ہے تو ل کی آواز ظاہر نہیں کی جاتی دشمس اور جن حروف میں ل کی آواز تلفظ میں ظاہر کی جاتی ہے انھیں حروف قمری کہتے ہیں کیونکہ قمر پر جب آل لگائیں گے تو ل کی آواز ظاہر کی جائے گی (القمر) اسکا استعمال صرف عربی الفاظ کے ساتھ عربی قواعد کی رو سے ہوتا ہے۔ چونکہ اردو میں ایسے الفاظ اکثر آتے ہیں لہذا اسکی تصریح یہاں کر دی جاتی ہے۔

حروف قمری

۱۔ جبے الامان۔ تپاش الاول

ب۔ ضیح البیان

ج۔ عبد الجلیل

ح۔ عبد الحئی

خ۔ مراۃ النخیال

ع - نور العين

غ - اسد الله العالب

ف - سر ربح النهم

ق - صادق القول

ك - بالكل

ل - عمى اللون

م - بيت المال

و - كتاب الوعظ

هـ - بوالهوس

ي - اليوم

حروف شمسی

د - منظر الدين - يوم الدين

ذ - صاحب الذكر

ر - هارون الرشيد

ز - خليفة الزمان

س - نخل آسلاطان

ش - الشمس

ص - الصبر

ض۔ الصالین

ط۔ جَلُّ الطَّاقِ

ظ۔ الطَّهْر

ن۔ ذوالنورین۔ النور

۲۔ فارسی میں چند الفاظ ایسے ہیں کہ انہیں حرب و آو ساکت ہوتا ہے یعنی تلفظ میں ظاہر نہیں کیا جاتا اسے واؤ معدوم کہتے ہیں مگر یہ واؤ ہمیشہ رخ کے بعد آتی ہے یہ الفاظ بہت کم ہیں اور وہ یہ ہیں۔ خود۔ خویش۔ خوفیتن۔ خوے۔ (سے) خویش۔ نور۔ خورون۔ راور اسکے تمام اشتقاق (خواندن مع اشتقاق لیکن خواب خواہش (اور خواستن مع اشتقاق) خواہر۔ خواجہ۔ خوان۔ خوارزم۔ (نام ملک) مین واؤ کی خیف سی آواز ظاہر کی جاتی ہے۔ انگریزی کے بعض الفاظ ایسے ہیں جن میں نہ تو پورا واؤ کا تلفظ ہوتا ہے نہ پیت کا انکی حالت بعینہ الفاظ مذکورہ بالا کا ہی ہوتی ہے لہذا انکے صحیح تلفظ کے لیے اسی قسم کی واؤ استعمال کرنا چاہیے۔ اور اسکے نیچے اک چھوٹا سا خط کیچھ دینا چاہیے تاکہ انہیں نہ ہو سکے۔ جیسے ہوال، لوال

لوالہ ڈو۔

۳۔ اردو میں بھی بعض الفاظ ایسے ہیں جہاں واؤ بجائے پیت کے استعمال کی جاتی تھی لیکن اب وہ متروک ہوتی جاتی ہے مثلاً اوس بجائے اُس پو پھنا بجائے پھینا پورا بجائے پُرانا اور پورانا بجائے (جیرا) کے کہتے تھے اور اب بھی بڑے لوگ سمجھتے ہیں۔

۴۔ ن کی دو حالتیں ہوتی ہیں ایک تو جب اسکی آواز پوری ادا ہو جیسے کمان۔ دوسرے

۵۔ بعض اوقات ماری نظم میں تائید کے۔ خود بہت کو یہ اور حق (جہر سے) کہتے ہیں مثلاً۔

بیاندار مورے کہ دان کس است کہ حال دارد و حال تیر میں اس است (درد و دوسی)

جب یورے طور پر ادا نہ ہو بلکہ کسی قدر ماک میں گنگنی سی آواز نکلے ایسی حالت میں اسے یون غنہ کہتے ہیں جیسے سماں کنوان نون غنہ یا نون حروف علت کے بعد آتا ہے جیسے کنوان سانپ اینٹ۔ برسوں۔ یا حروف سان کے بعد جیسے منٹھ۔ ہنسنا۔ نون غنہ جب ب یا پ کے قبل آتا ہے تو اسکی آواز سیم کی ہو جاتی ہے۔ جیسے انبوہ۔ لنبا۔ (لمبا) چنپا وغیرہ لیکر جب اسکے قبل حرف علت آتا ہے تو آواز نون ہی کی رہتی ہے جیسے تانا وغیرہ۔

۵۔ یون غنہ کا استعمال زبان میں عام طور پر ہے اور یہ ہر حرف کے ساتھ آتا ہے جب بچے کو کسی ایسے لفظ کے ہجے کر لے پڑتے ہیں جس میں نون غنہ ہوتا ہے تو حضرت استاد صاحب بڑی دہادلی سے کام لیتے ہیں اور اچھے ایسے خط کر دیتے ہیں کہ بچہ خاک نہیں سمجھتا اور وہ کیا سمجھے حضرت خود ہی نہیں سمجھتے۔ یہ بڑی کمی ہے اور اس کمی کے پورا کرنے کی صرف ایک یہ تدبیر ہے کہ بھہ جھہ چھہ وغیرہ حروف کی طرح اردو ابجد میں ایک مرکب صورت کا اضافہ کیا جائے اور جس طرح ۵ دوسرے حروف کے ساتھ مل کر ایک خاص قسم کی آواز پیدا کرتی ہے اسی طرح ۶ غنہ دوسرے تمام حروف کے ساتھ مل کر ایک خاص گنگنی آواز پیدا کرتا ہے اسکے رولج دینے سے یہ وقت بالکل جانی رہے گی۔

افسوس ہے کہ گنے میں بہ آواز پوری طور پر ادا نہیں ہوتی۔ لیکن نون غنہ کی آواز کا خیال رکھا جائے تو ہر حرف کے ساتھ آسانی ادا ہوئے لگے گی۔ یہ صورتیں ان۔ بن۔ جن۔ دن وغیرہ ہو گئی۔ اب جنگ کے ہجے یون ہونگے۔ جن گ زبر جنگ۔ یا سانپ کے ہجے من۔ ان نو سانپ سو توف سانپ وغیرہ اسکے بعد نون غنہ کوئی چیز نہیں رہے گا۔

۶۔ حروف سے جب الفاظ بنائے جاتے ہیں تو حروف کی تین حالتیں ہوتی ہیں ایک شروع میں۔ دوسرے ہجے میں۔ تیسرے آخر میں۔ بعض حروف کی تین سے بھی زیادہ صورتیں

ہوتی ہیں۔ مثلاً سیم لفظ کے شروع میں جیسے متور۔ بیچ میں دو حالتیں جیسے محمد، قمر، آخر میں جیسے تیسیم میں بعض حروف شروع میں ل کر نہیں آنے یہ حروف ۱۔ د۔ ر۔ و۔ ہیں جب کسی لفظ میں ان حروف کے بعد کوئی دوسرا حرف لکھنا ہو تو الگ لکھنا پڑے گا جیسے سورج۔ ایال۔ نذر وغیرہ جب ان حروف میں سے چند حروف مل کر لفظ بنتا ہے تو سب الگ الگ لکھے جائیں گے۔ جیسے دور۔ دورہ وغیرہ۔

الف مدودہ کے علاوہ ایک الف مقصورہ بھی ہوتا ہے۔ یہ بعض خاص عربی الفاظ کے ساتھ آتا ہے جیسے عقبی۔ دعویٰ۔ اس ہی کو الف مقصورہ کہتے ہیں اس طرح عربی الفاظ میں بعض حروف پر کھرا فتح لکھ دیتے ہیں جس سے مطلب یہ ہوتا ہے کہ اسے الف کے ساتھ کھینچ کر پڑھا جائے جیسے رحمن۔ ہذا۔

اردو تحریر میں (مثل عربی فارسی کے) یہ عجب بات ہے کہ الفاظ میں حروف پورے نہیں لکھے جاتے بلکہ ہر حرف کے لیے صرف چھوٹا سا نشان بنا دیتے ہیں اس طور پر الفاظ نہایت مختصر ہو جاتے ہیں۔ بخلاف دوسری زبانوں کے جن کے لکھے میں بہت طویل ہوتا ہے۔ اور وقت بھی زیادہ صرف ہوتا ہے یہ طرز تحریر نہایت شایستہ اور منہذب ہے شارٹ ہینڈ رائٹنگ (مختصر نویسی) جس کا رواج یورپ میں اب تھوڑے زمانہ سے ہوا ہے۔ وہ ہمارے یہاں صد ہا سال سے موجود ہے ایک مشاق لکھنے والا مقرر کی تفریر کو بخوبی فہم بند کر سکتا ہے۔ یہ خوبی در حقیقت نہایت قابل قدر اور دوسری زبانوں کے لیے قابل رشک ہے۔



فصل دوم

صرف

الفاظ کو استعمال کیے جاتے ہیں وہ ہمیں کچھ ضرورتاً ہوتے ہیں اور اس لحاظ سے کہ وہ جملہ میں کیا کیا جاتے ہیں۔ نئی دو قسمیں ہیں۔

اول مستقل جو اپنی ذات سے پورے معنی رکھتے ہوں،
دوم غیر مستقل جو اپنی ذات سے پورے معنی نہ رکھتے ہوں، جتنک وہ کسی دوسرے لفظ کے ساتھ مل کر نہ آئیں۔

الفاظ مستقل کی مفصلہ دہل قسمیں ہیں

(۱) اسم جو اس کا نام بتاتا ہے

(۲) صفت جو اسم کی صفت یا حالت کو بتاتی ہے

(۳) ضمیر جو جگہ اسم کے استعمال ہوتی ہے

(۴) فعل جس سے کسی کام کا کرنا یا ہونا یا جانا

(۵) متعلق فعل جو فعل کے معنی میں کمی یا بیشی پیدا کرتا ہے یا اس کی کیفیت

یا حالت بتاتا ہے۔

الفاظ غیر مستقل کو حروف کہتے ہیں جنکی چار قسمیں ہیں۔

(۱) ربط

(۲) عطف

(۳) تخصیص

(۴) جایزہ

۱۔ اسم

اسم وہ لفظ ہے جو کسی کا نام ہو۔

اس کی دو قسمیں ہیں

(۱) خاص

(۲) عام

خاص۔ کسی خاص شخص یا شے کا نام ہے مثلاً علامہ الدین، کلکتہ، گنگا۔

عام وہ اسم ہے جو ایک قسم کی تمام افراد کے لیے درآفرود استعمال ہو سکے جیسے آدمی، گھوڑا، درخت۔

اسم خاص

(۱) خطاب۔ نام جو بادشاہ یا سرکار دربار سے اعزازی طور پر ملتا ہے جیسے قبال الدولہ، عماد الملک۔

(۲) لقب۔ ایک وصفی نام جو کسی خصوصیت یا وصف کی وجہ سے پڑ گیا ہو جیسے

مرزا نوشہ لقبیہ اسد اللہ خان غالب کا، یا حکیم اللہ لقب ہے حضرت موسیٰ کا۔

(۳) عرف۔ وہ نام جو محبت یا حقارت کی وجہ سے پڑ جائے یا اصلی کا اختصار لوگوں

کی زبان زد ہو جائے جیسے چنو، کلن، فخر، اچھے میان۔

(۴) تخلص۔ ایک مختصر نام جو شاعر نظم میں بجائے اصلی نام کے داخل کر دیتے ہیں۔

مثلاً غالب تخلص ہے مرزا اسد اللہ خان کا۔ حالی تخلص ہے مولانا الطاف حسین کا۔ اسکے

علاوہ ممالک، موریادون اور پہاڑون کے اور دیگر جغرافیائی اسماء اور علوم و فنون و امراض

وغیرہ کے نام سب اسم خاص ہونگے۔

۵) بعض اوقات اسم خاص صفت اسم کی طرح استعمال ہوتے ہیں جیسے رسم۔ حاتم وغیرہ مثلاً یوں کہیں کہ وہ شخص اپنے وقت کا حاتم ہے یا وہ رسم مند ہے۔ یا فلان شخص قیس یا فریاد ہے یا وہ ہومرو کا لیداس ہے ایسے موقعوں پر رسم سے بڑا پہلوان۔ حاتم سے بڑا سخی۔ قیس و فریاد سے بڑے عاشق۔ ہومرو کا لیداس سے بڑے شاعر مراد ہیں۔

اسم عام

۱) دو بین اسم عام کئی قسم کے ہوتے ہیں ان میں اسمائے کیفیت۔ اسم ظرف۔ اسم آلہ۔ اسم مجمع خاص تین ہیں۔ اسمائے کیفیت جنسے حالت یا کیفیت معلوم ہوتی ہے جیسے سختی، نرمی، صحت۔

اسمائے کیفیت میں چیزیں ظاہر کرتے ہیں۔

اول حالت جیسے صحت، سفید، رفقا، بیچ، جھوٹ۔

دوم صفت مثلاً سختی، نرمی، ہتھات۔

سوم دنی کیفیت مثلاً درد، خوشی، مطالعہ۔

اسمائے کیفیت کیونکر بنتے ہیں۔

۱) بعض فعل سے بنتے ہیں مثلاً چال چلن، گھبراہٹ رین دین۔

۲) بعض صفت سے بنتے ہیں مثلاً نرمی، خوشی، کھٹائی، دیوانہ پن۔

۳) بعض اسم سے جیسے دوست سے دوستی، لڑکے سے لڑکپن۔

۴) اکثر عربی ہندی فارسی کے الفاظ اسمائے کیفیت کا کام دیتے ہیں جیسے

صحت، حسن، حرکت، دُہن۔

۵، ایک لفظ کی تکرار یا دو لفظوں کے ملنے سے جیسے بک بک، چھان بین، جان پہچان، خوشبو۔

اسم ظرف

وہ اسم ہے جس میں معنی جگہ یا وقت کے پائے جائیں مثلاً چراگاہ، جھڑنا، گھڑ میدان بعض علامات ایسی ہیں کہ انکے لگانے سے اسم ظرف بن جاتا ہے۔ بعض انہیں سے ہندی میں اور بعض فارسی، لیکن یہ نہیں ہے کہ جس اسم کے ساتھ چاہا انہیں سے کوئی علامت لگا دی، اور اسم ظرف بنالیا۔ انہیں اکثر سامی میں یعنی جو زبان میں مروج ہیں۔ البتہ گاہ اور خانہ اور شہرون اور گاؤں کے نام جو آباد، نگر، پور کے ساتھ آتے ہیں اس سے مستثنیٰ ہیں۔

ہندی علامات

سال (یعنی جگہ) جیسے گھر سال دگھڑون کے رہنے کی جگہ، ٹکسال (جہاں بنکے یعنی سکھ بنایا جاتا ہے)۔

شالہ یا سالہ۔ جیسے دھرم سالہ۔ پاٹ شالہ۔ گنو سالہ۔

ستان (فارسی ستان) دیواستان۔

آل۔ یال۔ جیسے سُرال۔ نہیال۔ دودھیال۔

آشہ۔ سمدھیانہ۔ سرہانہ۔

کا۔ میکا (دماکا)

بعض خاص الفاظ دوسرے الفاظ کے ساتھ مل کر اسم ظرف کے معنی دیتے ہیں مثلاً

ٹولہ سے قاضی ٹولہ۔

گھاٹ یا گھٹ - مرگھٹ - پن گھٹ - دھوبی گھاٹ -

واڑہ - بارڑہ - جیسے سید واڑہ - قصائی بارڑہ -

واری - جیسے پھلواری -

پارہ - جیسے اوپر پارہ -

دوار - دوارہ - جیسے ہر دوار - گردوارہ ٹھاکر دوارہ -

گھر - ڈاک گھر - ریل گھر - تار گھر - نلچ گھر -

نگر - سری نگر - احمد نگر -

پور - پورہ - غازی پور - شولا پور - عثمان پورہ -

گڈھ - علی گڈھ - آسان گڈھ -

منڈی - کھٹل منڈی -

فارسی علامات

خانہ - کتب خانہ - ہندی اور انگریزی الفاظ کے ساتھ جیسے چند و خانہ - چڑیا خانہ

جیل خانہ -

گاہ - چراگاہ - ٹکار گاہ - بارگاہ - درگاہ -

دان - چار دان ہندی الفاظ کے ساتھ پاندان - خاصدان - پیک دان -

دانی - (ہندیوں کا تصرف ہے) سرمہ دانی - تلے دانی (دھلا دانی) -

نارہ - سبزہ زار - لالہ زار - مرغزار -

سار - کوہسار -

ستان - گلستان - پرستان -

شش۔ گشن۔

آباد۔ حیدر آباد۔ اورنگ آباد۔

بعض اوقات فعل سے بھی اسم ظرف بنتا ہے مثلاً بیٹھنا سے بیٹھک پینا سے پیاؤ۔ کبھی فعل اور اسم کے ملنے سے اسم ظرف بنتا ہے مثلاً بدرد۔ آب چک۔ ہستا۔ دور جھڑنا۔ دونوں مصدر ہیں مگر یہ اسم ظرف کے معنوں میں بھی مستعمل ہیں رستا کے معنی پھرنے کے ہیں۔ ظرفی معنی پھرنے کی جگہ یعنی چراگاہ کے ہیں۔

جھڑکے معنی پانی رسنے کے ہیں۔ ظرفی معنی وہ مقام جہاں سے پانی رستا ہے۔

عربی میں اسم ظرف مفعُل۔ مفعولہ کے وزن پر آتے ہیں۔ انہیں سے اکثر اردو میں بھی رائج ہیں۔ مثلاً مکتب۔ مدرسہ۔ مقبرہ۔ مسجد۔ مجلس۔ مرتد۔ مقام۔ مزار۔ محشمہ۔ منقل۔ نیچ۔ منج۔ ناخذ۔

اسم آلہ

وہ اسم جو آلہ یا آلات کے معنوں میں آئے مثلاً چاقو۔ تلوار۔ ہتھوڑا۔

۱۔ بعض اسم آلہ فعل سے بنائے گئے ہیں مثلاً

بیلنا سے بیلن، جھولنا سے جھولا۔

دھونکناس سے دھونکنی، جھاڑنا سے جھاڑو۔

چھاننا سے چھانی یا چھانسی، چھاننا سے چھانسی۔

ٹکنا سے ٹکن، کترنا سے کترنی، پھونکنا سے پھکنی۔

۲۔ بعض اسم سے بھی بنتے ہیں جیسے

نہرنا سے نہرنی۔ (نہ = ناخن)

ہتوڑا (ہاتھ سے)۔

دقون، دانت سے)۔

۲۔ دو اسم مل کر جیسے دسپا (دست پناہ) سنال (منہ - نال)۔

۴۔ فارسی اسماء کے آگے بعض علامات یا الفاظ بڑھانے سے بنائے گئے ہیں۔

۵۔ کے بڑھانے سے بیت دست سے دستہ، چشم سے چشمہ۔

آنہ جیسے انگشت سے انگشتانہ، دست سے دستانہ۔

گیر۔ جسے کف گیر۔ گلگیر۔

کش۔ جیسے بادکش، دودکش۔

تدش جیسے قلم تراش

۵۔ عربی کے اسماء آلہ جو اکثر مفعول مفعول یا مفعول کے وزن پر ہوتے ہیں اردو میں بھی متصل

ہیں مثلاً مقرر من مشعل، منقار، مسواک، میزان، مضارب، سطر، سبزر، مینار، مصقلہ۔ عربی اسم ظن اور

اسم آلہ میں صرف یہ فرق ہے کہ اسم ظن میں اول حرف میم مفتوح ہوتا ہے۔ اور اسم آلہ میں مکسور۔

اسم جمع

اسم جمع اس اسم کو کہتے ہیں جو صورت میں جمع واحد ہو۔ لیکن درحقیقت کئی اسم کا

مجموعہ ہو جیسے فوج۔ انجمن۔ قطار۔ جہنڈ۔

لوازم اسم

لوازم اسم سے مطلب ان خصوصیتوں سے ہے جو ہر اسم میں پائی جاتی ہیں۔

ہر اسم کے لیے جس تعداد اور حالت کا ہونا لازم ہے۔

(۱) جنس

جنس سے مراد اسماء کی تذکیر و تانیث سے ہے۔

اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک حقیقی دوسری غیر حقیقی (یا مصنوعی)۔

حقیقی جنس صرف جانداروں میں پائی جاتی ہے، جسکی تین صورتیں ہیں۔ ایک نر (مذکر) دوسری مادہ (مونث) تیسری وہ جن پر روادہ میں سے کسی کا اطلاق نہیں ہو سکتا لیکن انسان کے تخیل میں بڑی وسعت ہے اس نے اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ بیجان اشیاء اور خیالات حتیٰ کہ ہر قسم کے اسماء میں تذکیر و تانیث کا طرہ لگا دیا۔ لیکن ہر زبان کی حالت ایک سی نہیں ہے، کسی میں جنس تین ہیں کسی میں دو اور بعض ایسی بھی خوش قسمت زبانیں ہیں جن میں سرے سے یہ جھگڑا ہی نہیں۔ جیسے فارسی زبان۔

قدیم انڈو یورپین زبانوں میں جنس کی قسمیں تین ہیں۔ سامی زبانوں میں صرف دو ہیں۔ لیکن حقیقی جنس تمام زبانوں میں ہے اور مصنوعی بعض میں۔ اور جن زبانوں میں مصنوعی جنس نہیں ہوتی وہاں حقیقی جنس کے امتیاز تذکیر و تانیث کے لیے اکثر دو مختلف لفظ ہوتے ہیں۔ اور جن زبانوں میں جنس کی دونوں قسمیں ہوتی ہیں وہاں لفظ کی صورت میں تغیر و تبدل پیدا کر دینے سے تذکیر و تانیث کا امتیاز پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اکثر یہ امتیاز لفظ کے آخری جز یا حرف علت کے بدلے سے پیدا ہوتا ہے۔ اردو اور نیز اسکے ساتھ کی دوسری زبانوں میں جنس کی دونوں قسمیں پائی جاتی ہیں۔ اگرچہ ان میں باہم کسی قدر اختلاف ہے۔ سنسکرت میں جنس کی تینوں صورتیں ہیں یعنی مذکر اور مونث اور تیسری

وہ صورت جو نہ ذکر ہے نہ مونث۔ اسی طرح پراکرت میں بھی تینوں صورتیں پائی جاتی ہیں۔
 لیکن جدید زبانوں میں جو سنسکرت یا زیادہ تر پراکرت سے پیدا ہوئی ہیں، صرف گجراتی
 اور مرہٹی اسی بنائیں میں جنہیں جنس کی تین صورتیں ہیں۔ سندھی۔ پنجابی۔ ہندی دیا اردو
 میں صرف دو ہیں، ایسی مذکر اور مؤنث۔ بنگالی اور آریہ کی عام بول چال میں جنس کا
 کوئی لحاظ نہیں ہے، سوائے اُن الفاظ کے جو ٹیٹ سنسکرت کے داخل کر لیے گئے ہیں،
 اور جن کی جنس وہی باقی ہے جو سنسکرت میں تھی۔ لیکن ان نین زبانوں نے سندھی۔ پنجابی
 سندھی میں سندھی ایسی زبان ہے جس کے تمام اسما کا آخری حرف حرف علت ہوتا ہے
 اور اس لیے جنس کی تمیز آسان ہے لیکن باقی دو زبانوں میں یہ امتیاز آسانی سے حاصل
 نہیں ہو سکتا۔

لیکن ان سب زبانوں میں بڑی بھاری بھر کم، قوی اور عظیم اشیاء ذکر ہیں
 اور چھوٹی کمزور اور ہلکی بھلی چیزیں مونث۔ ہانک کہ جب اصل لفظ ذکر ہے اور اسکی چھوٹی
 کمزور یا ہلکی صورت بیان کرنی مقصود ہوتی ہے تو اُسے مؤنث بنالیا جاتا ہے اور اسی طرح
 جب اصل لفظ مؤنث ہے اور اُسے بڑی یا بھاری بھر کم صورت میں لانا مقصود ہوتا ہے
 تو اُسے مذکر بناتے ہیں مثلاً سنسکرت میں اصل لفظ ”رشم“ تھا اس سے ہندی رسا بنا۔ یہ
 یہ دونوں مذکر ہیں اسکی چھوٹی اور کمزور صورت رستی ہے۔ سنسکرت ”گوڈ“ تھا ہندی میں
 گول یا گولانا۔ یہ دونوں مذکر ہیں اسکی چھوٹی اور کمزور صورت گولی بنائی گئی جو مونث ہے
 اسی طرح پگ سے پٹری بنی جو مونث ہے۔ بڑی بھاری بھر کم پٹری کے لیے پکڑ مذکر
 بنالیا گیا۔

۱۔ سنسکرت ہندوستان کی قدیم علمی زبان تھی اور پراکرت عوام کی بول چال۔

یہ آخری ہی معروف عام طور پر تائینٹ کی علامت ہے اور آخری آملات
تذکیر یہاں تک کہ جنگانی اور اڑیا میں جہان تذکیر و تائینٹ کا چند ان لحاظ نہیں ہے تصنیف و
تکمیل کا امتیاز انھن علامات سے کیا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ ایک عام قاعدہ ہے لیکن ایسے
الفاظ بہت کم ہیں جنکے آخر میں ہی معروف یا آہر ایسی صورت میں صرف اہل زبان
کی تقلید کرنی پڑتی ہے اردو زبان میں تذکیر و تائینٹ کا معاملہ بہت پیچیدہ ہے اور ایسے
قواعد کا وضع کرنا جو سب صورتوں و حادثی ہوں بہت مشکل ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بچان
استیاء کی جو تذکیر و تائینٹ قرار دینی ہے اس میں ضرور کسی خیال یا اصول کی پابندی کی گئی
ہے لیکن ہر لفظ کی اصل کا پتہ لگانا اور جن اسباب نے اسکی تذکیر و تائینٹ قرار دینے میں
اثر ڈالا ہے اس پر غور کرنا آسان کام نہیں ہے۔ اسکے لیے بڑی محنت اور جانکاهی درکار
ہے اور سب سے بڑھ کر عالی داعی اور حکیمانہ نظر کی ضرورت ہے۔ ایسی صورت میں ہم صرف
اسی قدر کر سکتے ہیں کہ تذکیر و تائینٹ کے امتیاز کے مختلف قواعد بالتفصیل لکھ دیں تاکہ ان کی
شناخت میں کسی قدر سہولت ہو۔ زیادہ تر وقت اس وجہ سے پیدا ہو گئی ہے کہ مہدی
کے الفاظ منسکرت اور پراکرت سے آئے ہیں۔ لیکن انہیں بہت کچھ تغیر و تبدل ہو گیا ہے۔
خصوصاً لفظ کا آخری حرف بالکل گر گیا ہے یا بدل گیا ہے حالانکہ تذکیر و تائینٹ کا دار و مدار
اسی پر ہے۔

جان داروں کی تذکیر و تائینٹ

اردو اور دیگر ہندی زبانوں میں جاندار اور بے جان سب ہی میں تذکیر و تائینٹ کا
محاظ ہوتا ہے۔ البتہ جان داروں میں یہ آسانی ہے کہ ان میں تذکیر و تائینٹ کا امتیاز
آسان ہے۔ بے جان استیاء میں چونکہ کوئی علامت تذکیر و تائینٹ کی نہیں ہوتی

اس لیے دستوری ہوتی ہے۔ نظر بران۔ ہم نے ان دونوں کو الگ کر دیا ہے اور اُنکے قواعد بھی الگ الگ بیان ہوں گے۔

۱۔ جن الفاظ کے آخرین آیہ ہوگی وہ مذکر ہونگے حتیٰ کہ اکثر عربی فارسی الفاظ پر یہی قیاس کر لیا گیا ہے جیسے لڑکا۔ گھوڑا۔ بندہ۔ سقہ۔ زبرا وغیرہ عربی کے الفاظ جنکے آخر میں ة علامت تانیث یا مائی دالت مقصورہ علامت اتم تفضیل ہو مستثنیٰ ہیں۔ کیونکہ وہ ہمیشہ مؤنث ہوتے ہیں جیسے والدہ۔ ملکہ۔ کبرے۔ صعرے۔

نیز ہندی کے وہ الفاظ جن کے آخرین یا علامت تصغیر یا تانیث ہوتی ہے مستثنیٰ ہیں۔ جیسے چڑیا۔ بڑھیا۔ بندریا وغیرہ۔

۲۔ یاے معروف علامت مؤنث ہے۔ جیسے گھوڑی۔ ٹوپی۔ لڑکی وغیرہ مگر بعض الفاظ مستثنیٰ ہیں۔ جیسے پانی۔ موتی، گھی، جی، باہتی، دی۔

یہاں یہ لکھنا کچھ سی اور فائدہ سے خالی نہوگا کہ سنسکرت میں لفظ کے آخرین اعمواً علامت تانیث اور ای (یعنی یا ی معروف) تذکیر و تانیث دونوں کی علامت ہے۔ لیکن ہندی اور اسکے ساتھ کی دوسری زبانوں میں آعمواً علامت تذکیر اور ای علامت تانیث ہوتی ہے حالانکہ تمام ہندی الفاظ کا ماخذ اور اصل سنسکرت ہے۔ آخر اسکی وجہ کیا ہے؟ تحقیق کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ پراکرت میں جس سے ہندی اور اسکے ساتھ کی دوسری زبانیں نکلی ہیں ہر قسم کے انم کے آخرین اکا لگادیتے تھے مثلاً پراکرت میں لکھا تھا جوبدین گھوڑا اور پھر گھوڑا ہوا۔ آکا جس طرح مذکر کی علامت تھی اسکے جواب میں اکا علامت مؤنث کی معنی رفتہ رفتہ اکا بدل کر آیا ہو گیا۔ اور آیا ہوتے ہوئے ای یعنی یا ی معروف رہ گیا۔ علاوہ اسکے صفات کی خاص علامت

مذکر کے لیے آء اور مونث کے لیے اسی ہے۔ چونکہ طبعی طور پر یہ مناسب اور موزون معلوم ہوتا کہ جس اسم کے آخرین اسی ہے اسکے ساتھ صفت بھی ایسی استعمال کی جائے جس کے آخرین سی علامت ہو۔ لہذا رفتہ رفتہ اسی علامت مونث ہو گئی اور علامت مذکر۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر قواعد نویسوں نے ایسے مذکر اسماء کو جن کے آخرین اسی یعنی یا یی معروف ہے اور ان مونث اسماء کو جن کے آخرین ا ہے مستثنیٰ خیال کیا ہے۔ اگرچہ وہ اسکی وجہ بیان کرنے سے قاصر رہے ہیں۔

مگر وہ الفاظ جو اوپر متنتے بتائے گئے ہیں درحقیقت سنسکرت کے بگڑے ہوئے ہیں سنسکرت الفاظ میں آخرین سی نہیں ہے لہذا جس تو وہی قائم رہی جو سنسکرت میں تھی مگر صورت بدل کر کچھ ایسی ہو گئی کہ جسے دیکھ کر انکے مونث ہونے کا دھوکا ہوتا ہے مثلاً گلی دراصل سنسکرت میں گھر نم घन تھا اور ذہی دراصل ددھی दधि اور بی دراصل जीव اور پانی دراصل पानिय پانیو اور موتی دراصل मौक्तिक موتی کہہ سکتے تھے۔ اسکے علاوہ بعض پیشہ وروں کے نام بھی مستثنیٰ ہیں۔ انکے آخرین بھی یا یی معروف آتی ہے جیسے دھوبی۔ مالی۔ گھوسی۔ تیلی وغیرہ اسی طرح جن اسماء کے آخرین یا یی نسبتی ہوگی وہ بھی مستثنیٰ ہیں جیسے پنجابی۔ بنگالی وغیرہ۔

فارسی عربی الفاظ پر اس قاعدہ کا اطلاق پوری طرح نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں بہت سے ایسے لفظ ہیں جنکے آخرین یا یی معروف ہے مگر مذکر ہیں۔ جیسے قاضی۔ نبشی وغیرہ۔ ۳۔ یہ ایک عام قاعدہ ہے کہ مذکر کے آخری آیہ کو یا یی معروف سے بدل دینے سے مونث بن جاتا ہے۔ یا جہاں پیشہ وروں کے نام کے آخرین سی (معروف) ہوتی ہے

۱۔ جنکی جنس سنسکرت میں منفرد (مذکر نہ مونث) ہوتی ہے وہ ہندی میں عموماً مذکر ہو جاتی ہے ۱۱

اگر اُسے اُن سے بدل دیا جائے تو وہ مونث ہو جاتا ہے لیکن جہاں آخر میں الف یا
 ہی نہ تو وہ بان شکل پڑتی ہے اس لیے جس جس طرح سے ربان میں مذکر سے مونث بنے
 ہیں خواہ تبدیل علامت آخر یا اضافہ الفاظ سے اُن میں سے اکثر کو آگے الگ الگ لکھ دیا
 گیا ہے تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو۔

بیجان اشیاء میں بھی یہ قاعدہ استعمال کیا جاتا ہے لیکن درحقیقت وہاں ہی معروف
 کے اضافہ کرنے یا آکویاے معروف سے تبدیل کرنے سے مراد اُس اسم کی تصغیر ہوتی
 ہے۔ جیسے پہاڑ سے پہاڑی، ٹوکری سے ٹوکری وغیرہ۔ بیجان میں مذکر و مونث حقیقی
 نہیں ہوتے تصغیر کو مونث استعمال کرتے ہیں۔ جاندار کے لیے البتہ ضرور ہے کہ مذکر کے
 لیے مذکر اور مونث کے لیے مونث ہو۔

۴۔ ایسے مذکر جن کے آخر میں کوئی علامت تذکیر نہیں اور ظاہر تذکیر و تانیث
 میں مشترک معلوم ہوتے ہیں انکی تانیث آخر میں یا سے معروف بڑھانے سے بنتی ہے
 جیسے ہرن سے ہرنی، کبوتر سے کبوتری۔

۵۔ جانداروں میں تذکیر و تانیث کی دو صورتیں ہیں اول مذکر اور مونث الگ الگ
 الفاظ ہیں۔ ایک دوسرے سے بظاہر کچھ تعلق نہیں جیسے بیل مذکر گائے مونث۔ دوئم
 آخر علامت کے بدلنے یا آخر میں کسی حرث یا حروف کے اضافہ سے مونث بنایا جاتا ہے
 تفصیل نیچے لکھی جاتی ہے۔

۱۔ ہر دو مختلف

باب	مان	غلام	بانری
میان	بی بی	نواب	بیگم

بیل	گائے	مینڈھا	حصہ
حصہ یا خاوند	حورو		

۲۔ مختلف علامات کے ساتھ

(۲) مذکر کے آکر کا الف یا ہ موت مین کی (معروف) سے ہل جاتی ہے جیسے

لڑکا	اڑی	کاما	کانی
میٹا	بیٹی	اندھا	اندھی
بچھڑا	بچھڑی	گھڑا	گھڑی
کرا	کبری	شاہ زادہ	شاہ رادی
نبدہ	مدی (دبانڈی)	جیونٹا	جیونٹی
مرنا	مرغی	بھانجا	بھانجی
بھتیجا	بھتیجی	بچپا	بچپی
پھوپھا	پھوپھی	لنگڑا	لنگڑی
لولا	لولی	بہرا	بہری

(ب) باضافہ یا معروف۔

برہمن	برہمنی	ہرن	ہرنی
ٹھکان	ٹھکانی	کبوتر	کوتری

۱۔ بادی کا لفظ صرف علام عورت کے معنوں میں آتا ہے۔ اور ہندی عورتیں بچے میرے مکمل واحد کے
بولتی ہیں جیسے مردندہ کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔

۲۔ بھاکار اصل میں جایا اور بھتیجا بھائی جایا ہے۔

تیتیر	تیتیری	لوہار	لوہاری
چمار	چماری	سُٹار	سُٹاری
مامون	مامانی		

(ج) مذکر کے آخر حرف کو ت سے مل دینے سے جیسے

مراسی	مراسن	نائی	نائن
کنخرا	کنخرن	جوگی	جوگن
مالی	مالن	دھوبی	دھوبن
بھنگی	بھنگن	گوالا	گوالن
فرنگی	فرنگن	پاری	پارسن
بھائی	بھن	گھوسی	گھوسن
حاجی	حجن	سپولیا	سپولن
دلہا	دلہن	چودھری	چودھرائن
گویا	گگائُن	ناگ	ناگن
گارد	گارون		

(د) آخر حرف کو حذف کر کے یا حذف فی یا انی کے اضافہ سے

شیر	شیرنی	ملا	ملانی
مہتر	مہترانی	استاد	استانی

۱۔ حیدر آباد کن مین مستعمل ہے۔ یعنی وہ عورتیں جو مھلون مین مرد سپاہیوں کا کام دیتی ہیں۔ یہ تلم قلیان
۲۔ مذکر کی دال حذف کر دی گئی۔

منش	مغلانی	ہاتھی	ہتھنی
اونٹ	اونٹنی	سور	سورنی
راسے (راجہ)	رائی	فقیر	فقیرنی
مور	مورنی	جیٹہ	جٹانی
ویور	ویورانی	نیا	بنینی
ڈاکٹر	ڈاکٹرنی	ڈوم	ڈوسی
بھوت	بھتنی	جن	جٹانی
شاعر	شاعرنی	پنڈت	پنڈتانی

ٹٹو سے ٹٹوانی مونٹ آتا ہے لیکن حقارت کے موقع پر بولتے ہیں۔

(۷) بعض اوقات اخیر حرف میں کچھ تبدیلی کے بعد یا بغیر تبدیلی کے یا اضافہ کرنے

سے مونٹ بنتا ہے۔ جیسے

کتا	کتیا	بندر	بندریا
چوہا	چوہیا	گدھا	گدھیا
چڑا	چڑیا		

۳۔ بعض غیر زبانوں کے مذکر و مونٹ بعینہ اردو میں مستعمل ہیں مثلاً بیک مذکر بیگم

۴۔ ہاتھی کا اہ اور 'ی' دونوں حذف ہو گئے ہیں۔ غالباً یہ لفظ ہاتھ سے نکلا ہے۔ سو نہ سہاے ہاتھ کھنکھی گئی ہے

۵۔ اصل میں راجنی تھاج کثرت استعمال سے اوٹ گیا۔

۶۔ یہاں مونٹ واحد مذکر سے نہیں بنا بلکہ جمع مذکر سے ماہ ۷ جان صاحب کا شعر ہے

میں وہ شاعرنی ہوں گر کچھ سے کوئی میری زبان ۸ لاکھ مراد کو سناؤں سو سناؤں میر کو۔

مونث ترکی میں خان سے خانم ہے یا عربی کے مثلاً سلطان سے ساطانہ، ملک سے ملکہ۔ خاتون و آتون بھی ترکی لفظ ہیں جو مونث ہیں۔

۴۔ بعض اوقات اسمِ حائضہ کو مذکر سے مونث بنا لیتے ہیں جیسے

حیم	رحیم	امیر	امیر
کریم	کریم	نور	نور
محمد	محمدی	امی	امان
مراد	مراد	نصیب	نصیب

بعض اوقات اسماء خاص میں حرف واد کے مہول و معروف ہونے سے موت و مذکر کا فرق ظاہر ہوتا ہے واد معروف سے مذکر اور مہول سے مونث۔

موت مود رامو رامو بلو بلو

بعض اسماء خاص مرد و عورت کے لیے یکساں استعمال ہوتے ہیں جیسے گلاب احمدی وغیرہ
۵۔ عموماً مونث مذکر سے متا ہے لیکن بعض مذکر ایسے بھی ہیں جو مونث سے بنتے ہیں جیسے بیسہ بیس سے یارنڈ وارانڈ سے بلاؤ بتی سے سراساس سے۔

۶۔ بعض الفاظ ایسے ہیں جو صرف مذکر استعمال ہوتے ہیں اور ان کا مونث نہیں آتا اور بعض صرف موت استعمال ہوتے ہیں اور مذکر ان کا نہیں آتا مثلاً چیل، لٹچ، میا، بیل، فاختہ، لومڑی غیر ذوی العقول میں۔ رنڈی، کبھی ہر دنگی، ڈاٹن، جڑیل، بیوہ، سوٹ، سائن، وغیرہ ذوی العقول میں موت استعمال ہوتے ہیں۔ لوطا، کوٹا، اژدہا، تیندوا، باز، الو، جیتا اور غیر ذوی العقول میں بھاڑ، بھڑوا، بھڑا وغیرہ ہمیشہ مذکر ہوتے ہیں۔

۷۔ چھوٹے چھوٹے جانوروں میں اکثر صرف ایک ہی جنس شمل ہے مثلاً کھی (مونث)، جگنو (مذکر) چھپکلی (مونث)، چھوند (مونث)، کچھوا (مذکر) بھر (مونث)۔

۸۔ اکثر اوقات الفاظ کے ساتھ زائد مادہ کا لفظ لگا کر مذکر و مونث بنا لیتے ہیں مثلاً مادہ خر۔ خرگاؤ۔ یا چلتے کی مادہ۔ مادہ خرگوش وغیرہ۔

۹۔ بعض اوقات مذکر لفظ مونث کے لیے بھی استعمال کر جاتے ہیں مثلاً بیٹی کو مان بیاتہ کہتی ہے ”نہ بیبا ایسا نہیں کرتے“

بعض لفظ مشترک میں کہ دونوں کے لیے آتے ہیں۔ مثلاً بچہ کا لفظ یا گھوڑی کو دیکھنے کہہ سکتے ہیں کہ کیا اچھا جانور ہے۔

۱۰۔ جن ہندی الفاظ کے آخر آیہ ہوتی ہے مونث میں یاے معروف سے بدل جاتے ہیں مثلاً لڑکے سے لڑکی۔ فارسی الفاظ بھی جو اردو میں عام طور پر استعمال ہونے لگے ہیں اسی قاعدے میں آجاتے ہیں۔ مثلاً شازادہ سے شازادی، بیچارہ سے بیچاری، بندہ سے بندی، حرام زادہ سے حرام زادی وغیرہ مگر شرمندہ اور عمدہ مستثنیٰ ہیں۔

بیجان کی تذکیر و تانیث

۱۱۔ بیجان اسما کی تذکیر و تانیث قیاسی ہوتی ہے۔ اکثر اوقات وہ الفاظ (خصوصاً) ہندی اور تہجوا یعنی مخلوط سنسکرت کے، جن کے آخر آیہ ہوتی ہے مذکر ہوتے ہیں مثلاً ڈبا۔ چولہا، حقہ۔ پیشہ گزار وغیرہ۔ لیکن ہمیں مستثنیٰ بھی ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) تمام ہندی اسماے تصغیر جن کے آخر یا ہوتی ہے مثلاً پٹیا، ڈبیا وغیرہ۔
(ب) تمام عربی کے سہ حرفی الفاظ جیسے اوافضاض، حیا، رضا، خطا وغیرہ

(ج) بعض عربی مصادر جن کے آخر آء ہوا ہو خواہ ہمزہ لکھی ہو یا نہ لکھی ہو جیسے ابتدا، انتہا۔ (اسکی تفصیل آگے آئے گی)

(د) عربی کے اسمائے تفضیل جن کے آخر میں الف مقصورہ ہوتا ہے یا بعض دیگر الفاظ جیسے عقبی، صغریٰ، کبریٰ، دنیا، کیسیا۔

(ه) بعض ہندی لفظ جو ث سہا یعنی خالص سنسکرت کے ہیں کیونکہ سنسکرت میں آ علامت تانیث بھی ہے مثلاً پوجا، بیچا، مانا، بروا، بچوا، بجا کا، سیتلا، گھٹا، گھٹیا، انگلیا، مالا، سبھا، جٹا، چھالیا۔ (آتا اور دوا بھی مونث ہیں)

۱۲۔ عربی و ہندی اسمائے کیفیت جن کے آخر میں تہ ہو مونث ہوتے ہیں مثلاً مذمت، رفعت، شہکت، قیامت، شہت، کرامت وغیرہ مگر خلعت، رایت، شربت لغت مستثنیٰ ہیں۔

۱۳۔ عربی الفاظ کی جمع جب عربی قواعد کے رو سے آتی ہے تو اسکی تذکیر و تانیث میں صرف یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جو حالت واحد کی ہے وہی جمع کی ہوگی۔ مثلاً نئے مجلس اور مسجد مونث ہیں تو انکی جمع اشیا، ساجد اور مجالس بھی مونث ہوگی۔ چند الفاظ البتہ مستثنیٰ ہیں۔ مثلاً اگرچہ معرف، حقیقت، قوت، شفقت مونث ہیں مگر انکی جمع معارف، حقائق، قوی اور اشفاق مذکر متعل ہیں۔ بعض متاخرین اہل لکھنؤ کا یہ قول ہے کہ ہر لفظ کی عربی جمع مذکر ہی آتی ہے۔ یہ قاعدہ تو بہت اچھا ہے مگر اس کا کیا علاج کہ اہل زبان یون نہیں بولتے۔ اہل دہلی بجز بعض مستثنیات کے ہمیشہ مونث کی جمع مونث اور مذکر کی مذکر ہی استعمال کرتے ہیں۔ جن حضرات کا یہ قول ہے کہ ہر عربی لفظ کی عربی جمع مذکر بولتی چاہیے انھیں یہ دھوکا اس وجہ سے ہوا ہے۔

کہ بعض الفاظ جو مونث ہیں انکی جمع بھی اسی وزن پر آئی ہے جو حدیث میں مذکور ہیں مثلاً حادثہ مذکر اسکی جمع حوادث ہے لہذا یہ بھی مذکر ہے اور مذکر بول جاتا ہے۔ چونکہ حقائق بھی اسی وزن پر ہے و نحو کے میں اسے بھی مذکر بولنے لگے لیکن یہ چند الفاظ مستثنیات میں سے ہیں اس پر سے یہ قیاس قائم کر لینا کہ ہر لفظ عربی کی دخول مونث ہو یا مذکر جمع مذکر ہی ہوگی صحیح نہیں ہے یوں تو عورات (عورت کی جمع) بھی مذکر ہونی چاہیے مگر ایسا نہیں ہے، حالانکہ بعض مذکر الفاظ کی جمع بھی اسی وزن پر آئی ہے۔ اس کا یہ جواب کہ یہ مونث حقیقی ہے لہذا اس قاعدہ کے تحت میں نہیں آتا صحیح نہیں ہے، کیونکہ جب ہم ایک لفظ کو واحد کی حالت میں مونث مان چکے ہیں (گو وہ مونث غیر حقیقی ہی کیونکہ نمونہ) تو کوئی وجہ نہیں کہ اسکی جمع کو مونث نہ تسلیم کریں۔ کیونکہ واحد میں جب ہم ایک لفظ کو جو مونث غیر حقیقی ہے مونث تسلیم کرتے ہیں تو افعال اور صفات بھی اسکے لیے مثل مونث حقیقی کے استعمال کرتے ہیں اور کوئی فرق اس میں اور مونث حقیقی میں نہیں کرتے تو پھر کیا وجہ ہے کہ مونث حقیقی کی عربی جمع کو مونث بولیں اور مونث غیر حقیقی کی جمع کو مذکر غرض ان حضرات کا یہ اجتہاد کسی طرح قابل تسلیم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ عجب منطقی ہے کہ ایک لفظ جو واحد میں مونث ہے جمع ہوتے ہی مذکر ہو جاتا ہے۔ اور اگر غیر حقیقی مونث کے متعلق انکا یہ خیال ہے تو حقیقی مونث کے متعلق بھی یہی ہونا چاہیے اور یہیں ان کے اس قاعدہ کا نقص ظاہر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جب ایک بار بیجاں شے کا مونث قرار پا چکتا ہے تو پھر اس میں اور حقیقی مونث میں کسی قسم کا فرق اور امتیاز باقی نہیں رہتا۔ ہمارے خیال میں حتی الامکان اس قسم کے الفاظ کی اُردو جمع استعمال کرنا زیادہ فصیح ہے، اگرچہ بعض مواقع پر عربی جموع کا استعمال کرنا ناگزیر ہے۔ اسی حالت میں ہجر چند شے الفاظ

یہی قاعدہ یاد رکھنا چاہیے کہ مونث کی جمع مونث ہوگی اور مذکر کی جمع مذکر۔

۱۴۔ زبانوں کے نام عموماً مونث ہوتے ہیں مثلاً انگریزی، فارسی، اردو، سنسکرت

وغیرہ

۱۵۔ ایسے اسماء و اوزان کی نقل ہیں مونث ہوتے ہیں سائین سائین، چٹ چٹ، دھڑ دھڑ وغیرہ

۱۶۔ دنوں اور مہینوں کے نام مذکر استعمال ہوتے ہیں، دن میں جمعرات مستثنیٰ ہے۔

۱۷۔ دہاتوں اور جواہرات کے نام بھی مذکر ہیں چاندی البتہ مستثنیٰ ہے۔ ہندی میں

اسے روپا کہتے ہیں جو مذکر ہے۔

۱۸۔ ستاروں اور سیاروں کے نام بھی مذکر ہیں۔

۱۹۔ کتابوں کے نام اگر مفرد ہیں تو مونث ہونگے، لیکن مرکب ہونے کی حالت میں

مضاف یا موصوف کی تذکیر و تانیث پر کتاب کی تذکیر و تانیث منحصر ہوگی مثلاً بوستان

گلستان مونث ہیں مگر قصہ خانم طائی یا قصہ حلیمہ دلیٰ مذکر ہیں

۲۰۔ اسی طرح غزلوں کے نام مونث بولے جاتے ہیں۔

۲۱۔ ہندی حاصل مصدر (یعنی وہ اسماء کیفیت جو مصدر سے بنائے جاتے ہیں)

اور اگر اسماء کیفیت جو اسی وزن پر ہوں مونث ہوتے ہیں۔ جیسے

پکار، میٹکار، چٹکا، جھنکار وغیرہ

پھسلن، دھڑکن، گھرچن، چھین وغیرہ۔ البتہ چلن مستثنیٰ ہے

بناوٹ، کچاوٹ، نیلاہٹ وغیرہ

مہک۔ روک، چوک، جھمک، چمک وغیرہ

مٹھاس، کھٹاس، بچاس وغیرہ۔

البتہ برتاؤ، بچاؤ کے وزن پر جو حاصل مصدر آتے ہیں وہ سب مذکر ہوتے ہیں
 بناؤ، لگاؤ، اٹکاؤ، تاؤ، لداؤ وغیرہ

اسی طرح وہ اسمائے کیفیت جو اسم یا صفت کے آخر "ہن" لگانے سے
 بنتے ہیں مذکر ہوتے ہیں۔ مثلاً بچپن، لڑکپن، دیوانہ پن وغیرہ

۲۲۔ ہندی کے وہ الفاظ جن کے آخر آویا اون ہوتا ہے اکثر مونث ہوتے ہیں

جیسے باؤ، چھاؤں، جوکھوں، بھون، سون، سرسون، کھڑاؤں وغیرہ

۲۳۔ حروف تہجی میں۔ ب پ ت ج چ ح خ و ڈ ڈر ز ر ظ ط ف ہ وی

مونث ہیں۔ سیم مختلف فیہ ہے

۲۴۔ جو عربی الفاظ افعال۔ افعال۔ انفعال۔ استفعال۔ تفعّل تفعّل

اور تفعّل کے اوزان پر آتے ہیں وہ مذکر ہوتے ہیں بروزن افعال جیسے اکرام، احسان
 انعام وغیرہ باشتناء، انشاء، افراط، ایذا، امداد، الحاح، اصلاح۔

بروزن افعال جیسے اختیار، اعتدال، اضطراب وغیرہ باشتناء، ابتداء

انتہاء، التماس، احتیاط، احتیاج، اطلاع، اشتہاء، اصطلاح، اقتدار

بروزن استفعال جیسے، استعفاء، استقلال وغیرہ باشتناء، استعداد، استعداد

استغناء، استمداد، استتعار

بروزن انفعال جیسے انکسار، انقلاب، انحراف وغیرہ

بروزن تفعّل جیسے توکل، تکلف، تعصب وغیرہ باشتناء، توقع، توجہ،

تمنا، ترشح، تضرع، تنہد۔

بروزن تفعّل جیسے تغافل، تنانع، تملّح وغیرہ باشتناء، تواضع

بر وزن تفعلة جیسے تذکرہ، تجربہ، تصفیہ، تخلیہ وغیرہ

۲۵۔ جو عربی الفاظ مفاعلہ کے وزن پر آتے ہیں وہ مذکر ہیں جیسے مجادلہ،

مشاعرہ، معاملہ، مناظرہ وغیرہ

لیکن یہی الفاظ یا دوسرے الفاظ جب مفاعلت کے وزن پر آتے ہیں تو مونث

ہوتے ہیں جیسے معاملت، مناجات، مشارکت وغیرہ یہی حال تفعلة اور تفعلات کا

ہے جیسے تربیت، تقویت وغیرہ مونث ہیں تفعلة کی مثالیں لکھی جا چکی ہیں۔

۲۶۔ تمام عربی الفاظ تفعیل کے وزن پر مونث ہوتے ہیں جیسے تحریر، تقریر

وغیرہ باستثنائے تعوید۔ لیکن جب تفعیل کے بعد ہاے ہوز آتی ہے تو وہ الفاظ مذکر

ہوتے ہیں۔ جیسے تخمینہ، تعلیقہ وغیرہ۔

۲۷۔ نیز وہ الفاظ عربی و فارسی جن کی آخری ہاء اضافی ہوتی ہے اکثر مذکر ہوتے

ہیں جیسے نسخہ، روضہ، صفحہ، ذرہ، طرہ، شیشہ، آئینہ، پیمانہ وغیرہ باستثنائے دفعہ

نقہ، توبہ، زوجہ۔

۲۸۔ عربی اسمائے ظرف مذکر ہوتے ہیں جیسے مکتب، مسکن، مقام، مشرق

مغرب وغیرہ باستثنائے مجلس، محفل، منزل، مسجد، مجال، مسند وغیرہ۔

اسمائے البروز مفعال اکثر مونث ہوتے ہیں۔ جیسے مقرر، میزان وغیرہ

باستثنائے معیار، مقياس، مصداق۔

لیکن بروزن مفعل اکثر مذکر ہوتے ہیں جیسے منبر، مصقل وغیرہ باستثنائے

مشعل مگر بروزن مفعلہ ہمیشہ مذکر ہوتے ہیں جیسے منطقه، مصقلہ، مرآة وغیرہ۔

۲۹۔ تمام فارسی حاصل مصدر جن کے آخر میں ش ہے مونث ہوتے ہیں جیسے

دانش، خواہش، بخشش وغیرہ

۳۰۔ مرکب الفاظ جو دو لفظوں سے مل کر بنتے ہیں خواہ بلا حرف عطف یا مع حرف

عطف انکی تذکیر و تانیث میں بھی اختلاف ہے

(۱) جو لفظ دو افعال یا ایک اسم اور ایک فعل سے مل کر بنتے ہیں وہ اکثر مونث

ہوتے ہیں جیسے آمد و رفت، مذکور کو ب، نشست و برخاست، اشست شو، قطع و برید،
نراش خراش، بگ و دو، آمد و شد، خرید و فروخت، بود و باش، دار و گیر، شکست و رست،
داد و دہش، کم و کاست، ہاستناے سوز و گداز، بند و بست و ساز و باز۔

(ب) اگر اں میں ایک مونث اور دوسرا مذکر ہے (مع حرف عطف یا بلا حرف

عطف) تو فعل کی تذکیر و تانیث آخری لفظ کے لحاظ سے ہوگی۔ جیسے آب و ہوا، قلم
دوات، آب و غذا، آب و گل، کشت و خون، تاخت و تاراج، عنایت نامہ، سالار منزل،
خلوت خانہ وغیرہ مگر جب دو لفظ مل کر ایک خاص معنوں میں آئیں تو یہ لحاظ نہیں رہتا
جیسے گلشکر۔ مگر بیچ و تاب ستنے ہے۔

(ج) جب دو وزنوں جز مذکر ہوں تو مذکر اور۔ دونوں مونث ہوں تو مونث آئیں گے جیسے

آب و رنگ، آب و دانہ، آب و نمک، گلشن، مذکر استعمال ہوتے ہیں اور آب و تاب، جستجو،
گفتگو، مونث ہیں۔ مگر شیر و بچ مستثنیٰ ہے۔ حالانکہ دونوں جز مذکر ہیں لیکن پھر بھی نشا
ہے۔ غالباً اسکی وجہ یہ ہے کہ فرنی اور کھیر دونوں مونث ہیں لہذا شیر و بچ بھی ان کا
مترادف ہونے کی وجہ سے مونث ہی استعمال ہونے لگا۔ نیشکر جس کے دونوں جز
مونث ہیں مذکر آتا ہے، اس لیے کہ گنے کا مترادف ہے۔ چونکہ گنا مذکر متعل ہے
اس لیے نیشکر بھی مذکر بولا جانے لگا۔

۳۱۔ جن الفاظ کے آخر میں بند، آب (سوائے متاب کے جس کے معنی ایک قسم کی آتش بازی کے ہیں، بان، وان، استان، سار، زار ہونا ہے وہ اکثر مذکر ہوتے ہیں جیسے سینہ بند، پاسبان، گلاب، پچوان، گلستان، بوستان، داستان) نام کتب معروفہ، کوہ سار، لالہ زار وغیرہ۔

۳۲۔ بعض الفاظ ایسے بھی ہیں جو بعض معنوں میں مونث ہیں اور بعض معنوں میں مذکر جیسے دوپہر جب دن کے خاص وقت کیلئے (جو بارہ بجے ہوتا ہے) آتا ہے تو مونث ہے جیسے دوپہر ڈل گئی۔

بچنے دو ساعت مذکر ہی جیسے مجھے انتظار کرتے کرتے دوپہر ہو گئے۔

گزرنے کا حاصل مصدر ہے۔ جیسے میرا گدردہان ہوا۔

بچنے بسر اوقات مثلاً جیسو اس میں میری گزر نہیں ہو سکتی۔

تکرار بحث اور جھگڑے کے معنوں میں مونث۔ جیسے میری اُس سے تکرار ہو گئی۔

کسی لفظ کو مکرر لانے کے معنوں میں مذکر جیسے اس لفظ کا تکرار فصیح نہیں۔

آب پانی کے معنوں میں مذکر۔

صفائی یا چمک کے معنوں میں مونث جیسے موتی کی آب۔

مذہب جزیر جیسے دریا کا مذہب۔

جب اُس خط کے معنوں میں ہو جو حساب میں یا عرضی پر کھینچا جاتا ہے

تو مونث ہے۔ بعض نے مذکر بھی لکھا ہے۔

نوکر یا حساب کے صفیہ کے معنوں میں مونث۔ جیسے روپیہ کون سی

مد سے دیا جائے۔

- ” الف ممدودہ کا تذکرہ ہے۔
- ” ترک (عربی) یعنی دست برداری مذکر ہے۔
- ” یعنی نشان جو یادداشت کے لیے کتاب میں رکھ دیا جاتا ہے مونث ہے۔
- ” ” ترک اک اک جزو کی دودھ پر ملتی نہیں، اسیر،
- ” عرض ضد طولی مذکر۔ جیسے اس مکان کا عرض۔
- ” ” یعنی التماس پختہ صیو میری یہ عرض ہے۔
- ” کف جھاگ کے معنوں میں مذکر۔
- ” ” تلوے یا تھیلی کے معنوں میں مختلف فیہ۔
- ” ” تاکنا سے اسم مونث ہے۔
- ” ” انگوڑی کی سیل مذکر۔
- ” ” آہنگ قصد کے معنوں میں مذکر۔
- ” ” آواز کے معنوں میں مونث۔
- ” ” تالاب کے معنوں میں مذکر۔
- ” ” وزن موسیقی کے معنوں میں مونث۔
- ” ” نال بندوق کی ملی مونث۔
- ” ” نال کے معنوں میں مختلف فیہ
- ” ” گھاس وغیرہ کی ڈنڈی مونث۔
- ” ” لکڑی یا پتھر کا گندہ جو پہلوان اٹھاتے ہیں مذکر۔
- ” ” بیل ایک خاص بھیل کے معنوں میں مذکر۔

بیل باقی سب معنوں میں مونث

مثل بمعنی مانند مذکر

” کا عذات مقدمہ مونث

لگن بمعنی ظرف یعنی حاس شمع، مذکر

” بمعنی لگاؤ مونث

مغرب بمعنی مقام غروب مذکر

” بمعنی وقت شام مونث

۳۳۔ چند الفاظ ایسے ہیں جنہیں اہل زبان مذکر و مونث دونوں طرح بولتے ہیں۔

یا بعض الفاظ ایسے ہیں کہ وہ ایک جگہ مونث بولے جاتے ہیں۔ اور دوسری جگہ مذکر جیسے

سائس قلم فکر غور طرز نقاشی

مرقد شکر قند کٹار درود فاتحہ کلک

کیف جھونک سیل سبجہ ہن گزند

انشاء حروف تہجی میں میم اور جیم

قامت گیند مالا

۳۴۔ اہل اہل دیکھو دونوں کی یہاں مختلف میں ہیں یہی ذکر۔ مونث دونوں طرح استعمال ہوا ہے۔

۳۵۔ مختلف میں

۳۶۔ مختلف میں

۳۷۔ اہل دہی مونث اور اہل لکھنؤ مذکر بولتے ہیں۔

۳۸۔ اہل لکھنؤ مذکر بھی بولتے ہیں۔ ۳۹۔ ایضاً

الفاظ عام طور پر مذکر ہے مگر اہل لکھنؤ میں مختلف فیہ ہے۔ مالا اہل دہلی مونث بولتے ہیں مگر اہل لکھنؤ میں مختلف فیہ ہے۔

(۲) تعداد

اسم عام یا تو واحد ہوگا یا جمع۔ اسی کو تعداد کہتے ہیں

۱۔ جن واحد ذکر الفاظ کے آخرین آیہ ہے وہ جمع میں بے محمول سے بدل جاتے ہیں مثلاً

واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع
لڑکا	لڑکے	ڈبہ	ڈبے	حقہ	حقے

۲۔ واحد ذکر الفاظ کے آخرین یہ علامت نہ ہوں گی صورت واحد جمع میں یکساں رہتی ہے۔ مثلاً ایک مرد آیا، چار مرد آئے، میرے پاس ایک لیمب ہے، اسکے پاس کئی لیمب ہیں، ایک ہاتھی آیا، چار ہاتھی آئے، ایک لڑو کھایا، چار لڑو کھائے، لیکن دھواں اور روان مستثنیٰ ہیں۔ جمع میں ن کے ماقبل آدے سے بدل جاتا ہے، یعنی جمع دھوین اور روئین ہوتی ہے۔

۳۔ جن مونث واحد الفاظ کے آخری ہوا کی جمع میں ان بڑا دیتے ہیں جیسے لڑکی لڑکیاں، گھوڑی گھوڑیاں، کرسی کرسیاں۔

۴۔ جن مونث واحد الفاظ کے آخرین یا ہوا کی جمع میں صرف ت بڑا دیتے ہیں جیسے گڑیا سے گڑیاں، چڑیا سے چڑیاں۔

۵۔ جن مونث واحد الفاظ کے آخرین آ ہوتا ہے جمع میں اُسکے بعد یں (دری) بڑا دیتے ہیں۔ جیسے گھٹائیں، مائیں، تنائیں۔

۶۔ جن کے آخرین مذکورہ بالا علامات میں سے کوئی نہیں ہوتی انکی جمع کے لیے صرف
 یں (ے ن) بڑا دیتے ہیں جیسے مالنیں۔ گاجرین، کناہین، بیگیں، باتیں، لیکن بھونشتی
 ہے اسکی جمع بھوین آتی ہے۔

۷۔ بعض اسماء کی جمع نہیں آتی مثلاً

(۱)۔ وہ مذکر الفاظ جن کے آخر آیہ نہو۔ جس کا نمبر ۲ میں ذکر ہو چکا ہے (مگر جب
 انکے بعد کوئی حرف ربط آ جاتا ہے تو جمع میں استعمال ہوتے ہیں)

(ب) عموماً اسماء کی کیفیت کی جمع نہیں آتی، جب تک کوئی خاص وجہ نہ ہو یعنی کیفیات
 مختلفہ جمع نہوں۔ ورد، بخار وغیرہ

(ج) دہاتون کی جمع استعمال نہیں ہوتی۔ جیسے چاندی، سونا، تانبا وغیرہ۔ اگر
 مختلف ملک یا مختلف اقسام کی کوئی معدنی شے ہو تو البتہ جمع آئے گی۔ جیسے اس نے
 مختلف قسم کے سونے جمع کیے ہیں۔

روپیہ پیسہ کی اگرچہ جمع آتی ہے مگر جب اسکے معنی دولت کے ہوتے ہیں تو واحد
 ہی استعمال ہوتا ہے مگر معنی جمع کے ہوتے ہیں۔ جیسے اس کے پاس بہت روپیہ
 پیسہ ہے یعنی مال دار ہے۔ صرف روپیہ (واحد میں) بھی ان معنوں میں آتا ہے۔
 جیسے اس کے پاس بہت روپیہ ہے۔

یوں بھی روپیہ جمع کے معنوں میں دونوں طرح استعمال ہوتا ہے مثلاً اس نے
 دو ہزار روپیہ خرچ کیا یا اس نے دو ہزار روپیے خرچ کیے دونوں طرح صحیح ہے۔

۸۔ اب تک صرف ایک فاعلی صورت کا بیان تھا۔ لیکن جب فاعل یا مفعول یا افتاء
 کے حروف یا حرف ربط اسماء کے بعد آتے ہیں تو واحد اور جمع کی صورت میں تبدیلی واقع

ہو جاتی ہے۔ لہذا اب اسکا مفصل ذکر کیا جاتا ہے۔

جن حروف کے آجانے سے تبدیلی ہوتی ہے وہ یہ ہیں۔ کا، کی، کے، نے، کو، پر، پہ، سے، تک، مین۔

یہ حروف حروف ربط کہلاتے ہیں۔

ان حروف کے آنے سے یہ تبدیلیاں ہوتی ہیں۔

(۱) جن واحد الفاظ کے آخر میں آیا ہوتا ہے۔ وہ ان حروف کے آجانے

سے (ے) محمول سے بدل جاتے ہیں۔ جیسے (ڑکے نے اگھوڑے کو، حقے مین۔

لیکن ذیل کے الفاظ مستثنیٰ ہیں

(۲) بعض ہندی الفاظ جنہیں سے اکثر ٹٹ سما (خالص سنسکرت کے) اور بعض پنجابی

دیسے بگڑی ہوئی سنسکرت کے ہیں جیسے

راجا، گھٹا، سبھا، پوجا، بھاکا (بھاشا)، چٹا، بال، بیچا، سیٹلا، انگلیا، بچھیا، انا

اما، دوا، داتا وغیرہ۔

(ب) اسماء جو عریزون اور رشتہ داروں کے معنوں میں آتے ہیں جیسے چچا، ابا

دادا، مانا، خالا، چھوپا، ماما، پتا وغیرہ

(ج) عربی سے حرفی لفظ ریا، ربا، دعا، حیا، قبا، عبا، زنا، خلا، غنا، طلا، ہوا،

دوا، بلا، صفا، غذا، ثنا، رجا، سزا، جزا، جلا، جفا، وفا وغیرہ۔

(د) عربی مصادر جنکے آخر آ ہوتا ہے وہ بھی مستثنیٰ ہیں جیسے انشا، املا، استہزا،

اختامنا، افترا، افتقنا، التجا وغیرہ۔

(۴) ان مصادر سے ایسے عربی مفعول جنکے آخر میں الف ہے مدعا مقصفا

نشأ وغیرہ۔

(۱) جن کے آخرین الف مقصورہ ہے جیسے اعلیٰ، ادنیٰ، عقبیٰ وغیرہ
(۲) تمام اسمائے خاص جیسے گنگا، ستھرا، خدا وغیرہ
(۳) فارسی کے اسم فاعل وانا، بنیا، شتاسا وغیرہ
(ط) بعض دوسرے فارسی عربی اسماء جیسے دریا، ہما، صحرا، مسیحا، عفا، کیمیا،
طوبا، ثریا، میا۔

(۲) جہاں یہ علامت لینے (آیۃ) نہیں ہوتی وہاں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی
جیسے شہر میں، مالی لے، زر کی سے وغیرہ

لیکن دو ہندی لفظ دھوان اور روان ایسے ہیں جنکی حالت سب سے جدا ہے
انکے بعد جب حروف ربط آتے ہیں تو ان کے قبل کا الف یا بے مہول سے بدل جاتا
ہے جیسے دھوین میں۔ روین سے۔

(۳) وہ عربی الفاظ جنکے آخرین ع یا ح ہوا انکے ماقبل حرف کی حرکت زبر ہو
تو پڑھنے میں زبر زیر سے بدل جاتا ہے۔ جیسے جمع میں، مطیع میں، مصرع میں۔

جمع کی حالت میں بھی جبکہ (صورت فاعلی ہو) زبر زیر سے بدل جاتا ہے۔ جیسے
بہت سے مرقع رکھے ہیں، ایمان مطیع کثرت سے ہیں۔

نیز وہ عربی الفاظ جنکے آخرۃ زاید اور ماقبل ع مفتوح ہو تو وہ ع سے
نہیں بدلتی مگر تلفظ میں حرف ماقبل ع کا زبر زیر ہو جاتا ہے۔ جیسے ہمعہ کے روز قلعہ
میں آؤ بعض لوگ ع سے لکھتے ہیں جیسے قلعہ جمعے

(۴) جمع مذکر کے بعد حرف ربط کے ہونے سے جمع میں و ن بڑھادیتے ہیں جیسے

تہرون میں 'مردون' کے ساتھ۔

جمع مونث کا الف تَن بھی وَق سے بدل جاتا ہے۔ لڑکیوں نے دھونبوں کو
لیکن جن الفاظ کے آخر میں وَ ہوتی ہے انکی جمع میں وَ پر سمرہ بڑا کرن زیادہ کر دیتے
ہیں جیسے جو رُوْن نے کَا وُتْن میں کھڑا کُوْن میں۔

(۵) بعض الفاظ ایسے ہیں جو ہمیشہ جمع میں استعمال ہوتے ہیں مثلاً دستخط بہت
اچھے ہیں، متنے۔ اس لفظ کے کیا معنی ہیں یا یہ کن معنوں میں آتا ہے۔
ہت میں فعل جمع کے ساتھ آتا ہے جیسے قے میں یت نکلی۔

ختنے کا لفظ واحد اور جمع دونوں میں ہوتا ہے جیسے اسکے ختنے ہو گئے یا
اسکا ختنہ ہو گیا۔ ایسے ہی اور بعض الفاظ ہیں جن کا ذکر نحو میں ہو گا۔

(۶) اقسام غلہ کی واحد جمع میں بہت اختلاف ہے۔

بعض صرف واحد میں استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے باہرا۔ کی۔ جوار۔

بعض صرف جمع میں استعمال ہوتے ہیں جیسے یہ گیہوں برسے ہیں یا تل بہت اچھے
ہیں، ان تلون میں تل نہیں، آج کل جو بہت سستے ہیں۔

بعض واحد جمع دونوں میں آتے ہیں جیسے چنانہ لگا نہیں چھتا، چنے کھایا کرو۔

(۷) بعض الفاظ ایسے ہیں کہ ان کی جمع کی جمع استعمال ہوتی ہے جیسے اولیاؤں یا
انبیاءوں سے دعا مانگنا، تمہیں شاید کبھی اشرافوں کی صحبت نصیب نہیں ہوئی۔ آج کل
رجحان اس طرف ہے کہ جہاں تک ممکن ہو جمع الجمع نہ بنائی جائے اس قسم کے لفظ عموماً
عربی الفاظ ہوتے ہیں اردو میں انکی دوبارہ جمع بنائی جاتی ہے۔

لے ہاری راے میں واحد میں جمع اٹاگا تو ہے (گالوں، گاؤں، ٹھیک میں مونا، اگر تیرہوں طرح لکھا جاتا ہے۔

اثرات کا لفظ اردو میں واحد متعل ہو جیسے اخبار کا لفظ۔ اصول واحد اور جمع دونوں میں آتا ہوتا ہے مثلاً میرا یہ اصول ہے، سب مذاہب کے اصول قریب قریب یکساں ہیں۔

اسی طرح کائنات، واراوت (حادثہ کے معنوں میں) کرامات، خیرات، صلوات، حاضرات، قسح (یعنی آمدنی بالائی)، اوزار، (واحد جمع)، اخلاق (واحد جمع دونوں)، القاب (واحد جمع دونوں)، آفاق (یعنی جہان)، احوال، املاک، اسرار (واحد جمع)، مواد، علمہ، ارواح (واحد جمع)، رعایا، (واحد جمع دونوں طرح)، اوقات (یعنی خیریت جیسے تیری کیا اوقات ہے) تحقیقات، صلوات، سکرات، حوالات، تعینات، اولاد (واحد جمع)، تراویح، تسلیہات، آداب (یعنی سلام خواص احوال) (واحد جمع دونوں طرح)، اسباب (یعنی سامان)، معلومات (واحد جمع)، انواء، معقولات (یعنی علوم، موجودات گنتی اور شمار کے معنوں میں جیسے موجودات لینا) اگرچہ جمع ہیں مگر اردو میں واحد کے معنوں میں متعل ہیں۔

(۳) حالت

اسم کی چند حالتیں ہوتی ہیں، اور ہر اسم کے لیے ضرور ہے کہ وہ ذیل کی کسی نہ کسی حالت میں ہو۔

۱۔ حالت فاعلی یعنی کام کرنے والے کی حالت۔ جیسے احمد نے روٹی کھائی۔ یہاں کام کرنے والا یعنی روٹی کھانے والا احمد ہے لہذا احمد کی حالت فاعلی ہوگی۔

۲۔ متعدی افعال کے ساتھ فاعل کی علامت سے ہوتی ہے، نے کے آنے سے اسما عام کے واحد اور جمع کی صورت بدل جاتی ہے۔ لڑکے نے روٹی کھائی، لڑکوں نے روٹی کھائی۔ مگر جہاں کوئی خاص علامت تذکر و تانیث کی نہیں ہوتی وہاں تبدیلی نہیں ہوتی

۳۔ جمع میں یعنی درشتکار و یعنی زن پرست را واحد آتا ہے مگر یعنی خاصہ شے واحد اور جمع دونوں طرح متعل ہے۔

جیسے گھر جل گیا۔ گھر جل گئے۔

(۲) حالت منفعلی اسے کہتے ہیں جس پر کام کا اثر پڑے جیسے اوپر کی مثال احمد نے

روٹی کھائی میں کھانے کا اثر روٹی پر پڑتا ہے ایسے روٹی حالت منفعلی میں ہے۔ مفعول کے ساتھ اکثر اوقات کو یا سے آتا ہے جیسے میں نے حامد کو خط لکھا، کلیم حامد سے لڑا، اسکی کئی قسمیں ہیں ان کا ذکر نحو میں کیا جائے گا۔

کو سے آنے سے جو تبدیلی ہوتی ہے اسکا ذکر تعداد میں ہو چکا ہے۔

(۳) حالت ظرفی یعنی جب کسی اسم کا تعلق زمان و مکان سے پایا جائے جیسے

وہ گھر میں ہے، وہ شام سے غائب ہے یہاں گھر اور شام حالت ظرفی میں ہیں۔

حالت ظرفی میں جب اسما کے ساتھ میں سے تک پر آتے ہیں تو ان حروف

کے آنے سے جو تبدیلیاں اسما سے ماقبل میں ہوتی ہیں ان کا ذکر ہو چکا ہے۔

(۴) حالت اضافی جس میں کسی ایک اسم کو دوسرے سے نسبت دی جائے یعنی

کسی اسم کا علاقہ یا تعلق کسی دوسرے اسم سے ظاہر کیا جائے۔ جیسے احمد کا گھوڑا، یہاں

گھوڑے کا تعلق احمد سے ظاہر کیا گیا، اس لیے یہ مضاف کہلاتا ہے اور جس سے نسبت

یا علاقہ ظاہر کیا جاتا ہے اسے مضاف الیہ کہتے ہیں۔ یہاں احمد مضاف الیہ ہے۔

حروف اضافت واحد مذکر میں کا جمع مذکر میں کے اور واحد اور جمع مؤنث میں

کی آتے ہیں۔ انکی تبدیلیاں پہلے بیان ہو چکی ہیں۔

ف۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ان تمام حروف کے آنے سے جو تبدیلیاں ہوتی ہیں

وہ صرف اسمائے عام میں ہوتی ہیں اسما سے خاص میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوتی

جیسے جہنا کے کنارے، مہرا کے پاس۔

۵۔ حالت منادی وہ جسے بلایا جائے جیسے اے لڑکے اے آدمی

یا اللہ۔

واحد مذکر میں اگر آخر الف ہے نو کے مہول سے بدل جائے گا جیسے اے لڑکے اور جمع میں بچے لڑکوں کے صرف لڑکو رہ جائے گا 'ن' گر جاتا ہے جیسے اے لڑکو!

واحد مؤنث میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی جیسے اے لڑکی جمع میں مذکر کی طرح نون گر جاتا ہے جیسے اے لڑکیو۔

جہاں کوئی علامت مذکر نہیں ہوتی وہاں واحد میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ جیسے اے جانور، البتہ جمع کی حالت یکسان ہے جیسے اے جانورو۔

اسما کی تصغیر و تکبیر

تصغیر کے معنی ہیں چھوٹا کرنے کے بعض اوقات الفاظ میں کسی قدر تغیر کر کے یا بعض حروف کے اضافہ سے اسما کی تصغیر بنالیتے ہیں۔

(۱) کبھی تصغیر محبت کے لیے بنائی جاتی ہے۔ مثلاً بھائی سے بھیا، بہن سے ہنا۔

(۲) کبھی حقارت کے لیے جیسے مرد سے مردوا، جوڑ سے جوڑوا۔

(۳) کبھی چھوٹائی کے لیے جیسے شیشہ سے شیشی۔

اردو میں اسما کی تصغیر کئی طرح آتی ہے۔

(۱) الفاظ کے آخر میں آیا و ابڑا دینے سے جیسے جوڑ سے جوڑوا۔ مرد سے

مردوا، بھائی سے بھیا، لونڈی سے لونڈیا،

(۲) بعض اوقات مذکر کو مونث بنانے سے مثلاً شیشہ سے شیشی، ٹوکرا سے ٹوکری

(۳) بعض اوقات مختلف علامات طرزی، لسانی، یا وغیرہ بڑھانے سے اور

الفاظ میں کسی قدر تبدیلی کرنے سے جیسے

آنکھ سے آنکھڑی، گٹھے سے گٹھری، نگہ سے نگہڑی، پینگ سے پینگڑی جی سے

جیوڑا، کوئڈے سے کوئڈالی، ناند سے نندولا، کھات سے کھٹولا، سانپ سے سنپولا

یا سپولیا، کاگ (کوآ)، سے گلیلا، چور سے چوٹا، آم، دانب، سے انبیا۔

بعض اوقات محض حقارت کے لیے روپیہ کو روپلی بولتے ہیں۔ سودا نے ایک

جگہ شاعر کو حقارت سے شاعرِ تالا کہا ہے۔

بعض اوقات اسم خاص کو تصغیر (تحقیر کے لیے) بنا لیتے ہیں جیسے لکھنوی سے

لکھنواکانپوری سے کانپوریا۔

فارسی میں ہج کہ وغیرہ علامات تصغیر ہیں مثلاً با عجب، مردک، مشکیزہ۔

تصغیر کی ضد تکبیر ہے جسکے معنی ہیں بڑا کرنا یا بڑھانا۔ بعض اسموں کو عظمت کے لیے کسی قدر تغیر

سے بڑایا بھاری بھر کم کر کے دکھاتے ہیں جیسے مخدوم سے مخادیم اگرچہ مخادیم جمع ہے

لیکن بعض اوقات کسی شخص کو تحقیر سے (جو بڑا بننا ہے) مخادیم کہتے ہیں جیسے بڑا مخادیم

بنا بیٹھا ہے۔ اسی طرح موٹے سے موٹلا، پگڑی سے پگڑ، گٹھری سے گٹھڑ بات سے

بتنگڑ۔

کبھی نشہ (شاہ) کا لفظ شروع میں لگا کر بناتے ہیں۔ جیسے شہتیر، شہباز،

شاہ بلوت، شاہراہ، شہپر (یہ فارسی ترکیب ہے)۔



۲۔ صفت

الفاظ صفت وہ ہیں جو کسی اسم کی حالت یا کیفیت و کمیت ظاہر کریں۔
صفت ہمیشہ اسم کی حالت کو محدود کرتی ہے۔ مثلاً، بیکار لوگ، جاہل آدمی،
شریر لڑکا۔

اس کی کئی تسمین ہیں۔

۱۔ صفت ذاتی

۲۔ صفت نسبتی

۳۔ صفت عددی

۴۔ صفت مقامی

۵۔ صفت ضمیری

۱۔ صفت ذاتی

وہ ہے جس سے کسی چیز کی حالت اندرونی یا بیرونی ظاہر ہو جیسے ہلکا،

خمدن، سبز

۱۔ بعض اوقات یہ صفات دوسرے اسماء یا افعال سے بھی بنائی جاتی ہیں

مثلاً لڑاکا (لڑنے سے)، ڈہلوان (ڈہال سے)، کھلاڑی (کھیل سے)، بلی دِل سے،
چیوٹ، لالچ و نت ہنسور، جاگوان (جی، لالچ، ہنسی اور بھاگ سے)۔

۲۔ بعض اوقات بلکہ اکثر دو الفاظ سے مرکب آتی ہے مثلاً ہنس مکھ، من چلا،

منہ پھٹ و غیرہ۔

(۳) لبس فارسی علامتیں عربی ہندی الفاظ کے ساتھ آکر سنت کا کام دیتی ہیں جیسے
سعادت مند، ناشکرا، بے فکر، سمجھ دار، بے چین، بے بس وغیرہ

(۴) فارسی عربی صفات ذاتی بھی اردو میں کثرت سے مستعمل ہیں جیسے دانا، احمق،
بینا، شریف، نفیس، خوب وغیرہ

(۵) صفات ذاتی کے تین درجے ہیں۔

درجہ اول جہین صرف کسی شے یا شخص کی صفت محض مقصود ہوتی ہے جیسے
اچھا یا بُرا۔

درجہ دوم جہین ایک شے کو دوسری پر ترجیح دی جاتی ہے۔ یہ حرف سے سے ظاہر
ہوتی ہے جیسے یہ کپڑا اُس سے اچھا ہے۔

درجہ سوم جہین کسی شے کو اس قسم کے سبب انشاء سے ترجیح دی جاتی ہے۔ جیسے
ان کپڑوں میں، یہ سب سے اچھا ہے۔ جماعت میں یہ لڑکا سب سے ہوشیار ہے۔ بعض
اوقات صفات میں زور یا مبالغہ پیدا کرنے کے لیے بعض الفاظ بڑھا دیے جاتے ہیں
وہ الفاظ یہ ہیں۔

بہت۔ جیسے بہت اچھا، بہت ہی اچھا۔ تمنا۔ بھائی اُس لڑکے سے بہت بُرا ہے
کہیں۔ یہ بھی درجہ دوم میں صفت کے بڑھانے کے لیے آتا ہے جیسے یہ اس سے
کہیں بہتر ہے۔ یہ اس سے بدرجہا بہتر ہے۔

زیادہ۔ صرف درجہ دوم میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے یہ زیادہ اچھا ہے۔

بڑا۔ بڑا لمبا سانپ، بڑا گہرا تالاب۔

نہایت۔ یہ حرف فارسی عربی الفاظ کے ساتھ آتا ہے۔ جیسے نہایت عمدہ، نہایت نیر۔

بعض اوقات ایک کا لفظ بھی مبالغہ پیدا کرتا ہے جیسے ایک چھٹا ہوا، ایک بد ذات ہے۔

یہ جویشم یر آب ہن دونون

ایک خانہ خراب ہن دونون

لیکن اس کا استعمال ہمیشہ دم کے موقع پر ہوتا ہے۔ زور کے واسطے بھی بڑا دیتے ہیں۔

اسی طرح اعلیٰ، اعلیٰ درجہ، اول نمبر، اول درجہ، پرلے درجہ کے الفاظ بھی

یہی کام دیتے ہیں۔ جیسے اُسین یہ اعلیٰ صفت ہے، اعلیٰ درجہ کی جنس، اول نمبر کا احمق،

پرلے درجہ کا بیوقوف۔ اُسین اعلیٰ اور اعلیٰ درجہ کا لفظ اسم کے ساتھ آتا ہے باقی

صفات کے ساتھ۔

۶۔ سا کا لفظ بھی صفات کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے، اس سے مشابہت

پائی جاتی ہے، مگر ساتھ ہی صفت میں کمی کا اظہار ہوتا ہے جیسے لال سا کپڑا، کالا سا

رنگ، وہ تو مجھے بیوقوف سا معلوم ہوتا ہے۔

بعض اوقات سا اڑا کر نہایت پاکیزہ مبالغہ ظاہر کیا جاتا ہے جیسے ہلکا پھول

میٹھا شہد۔ اگرچہ اسکی ترکیب یہ ہوگی کہ پھول سا ہلکا یا شہد سا میٹھا لیکن اسکے معنی زیادہ

بہت ہلکے اور بہت میٹھے کے لیے جاتے ہیں چنانچہ اس قسم کی ترکیبی صفات ذیل میں بیجاتی

ہیں۔ ہلکا پھول، میٹھا شہد، لال انگارہ، لال بھوکا، کالا بھنگ، کھٹا چوک، کھٹا چونا،

کروڑا زہر، کروڑا نیم، کڑوا کرلیا، سوکھا کھڑنگ، پھیکا پانی، موٹا پھپھس، لتبا اونٹ، سوکھا

کانشا، دُبل فاق، سید ہاتک، سید ہاتیر، سفید جھک، گرم آگ، ٹھنڈا برون، ٹھنڈا اولہ

اند ہیرا گھپ، نیلا کانچ، بھرا تھپڑ، اندا ہٹم، میلا چکیٹ، بڑا چوس۔

سا کا استعمال صفت کی زیادتی کے لیے اس طرح بھی آتا ہے جیسے بہت سا آٹا، بڑا سا گھر۔

سا آن معنوں میں سنسکرت کی علامت شش سے نکلا ہے جبکہ معنی گنا کے ہیں اور جانا
 سا کے معنی مشابہت کے ہیں وہ سنسکرت کے لفظ سما سے ہے برج میں یہ سا آن ہوا
 اور ہندی اور اُردو میں سا ہو گیا۔

منفی صفات ذاتی | اُردو میں چند حروف یا الفاظ ہندی کے ایسے ہیں جنکے لگانے
 سے صفات ذاتی میں نفی کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں۔ جیسے

آ	جیسے	اٹل	امر	دہ مرنے والا
آن	جیسے	انجان	آن مل	
نر	جیسے	نزل	نراس	
بے	جیسے	بے دھڑک	بے سرا	بے جوڑ
ک	جیسے	کراہ	کدھب	
بن	جیسے	بن سرا	بن جٹی	(زمین)
ن	جیسے	نڈر		

فارسی عربی الفاظ کے ساتھ فارسی عربی کی علامات استعمال ہوتی ہیں مثلاً
 مالائق، نابینا (فارسی علامت) غیر ممکن (عربی علامت) بے وقوف (فارسی علامت)

(۲) صفات نسبتی

صفات نسبتی وہ ہیں جن میں کسی دوسری شے سے لگاؤ یا نسبت ظاہر ہو،

مثلاً ہندی، عربی وغیرہ

۱۔ عموماً یہ لگاؤ اس کے آخرین یا معروف کے بڑھانے سے ظاہر ہوتا ہے

جیسے فارسی، ترکی، ہندوستانی، آبی، پیازی وغیرہ۔

۲۔ جب کسی اسم کے آخر میں سی یا ہ یا آ ہوتا ہے تو سی یا ہ یا آ کو واؤ سے بدل کر سی بڑا دیتے ہیں جیسے دہلی سے دہلوی، سندیلہ سے سندیلوی، موسیٰ سے موسوی، عیسیٰ سے عیسوی۔

۳۔ بعض اوقات ہ کو حذف کر دیتے ہیں۔ جیسے مکہ سے مکی، مدینہ سے مدنی۔
نوٹ (صغات نسبی جب لیر اسم کے آتی ہیں تو سجاے خود اسم ہوئی جیسے بنگالی بڑے (دیں ہوتے ہیں)

۴۔ بعض اوقات آنہ بڑا ہانے سے نسبت ظاہر کرتے ہیں جیسے غلامانہ، عاقلانہ، جاہلانہ، مردانہ (یہ فارسی ترکیب ہے)۔

۵۔ ہندی میں بھی چند علامتیں ہیں جنکے اسم کے آخر میں آنے سے صفت نسبتی بن جاتی ہے۔

رایا لارندی میں ر اور ل کا بدل عام طور پر ہوتا ہے (جیسے سنہرا اور پیلہ) پیچیرا۔

وان جیسے گیموان،

ار جیسے گنوار (گکاؤن سے)۔

لایا لآ جیسے سانولا، رنگیلا، مٹیلا، اکیلا، منجھلا، پچھلا، اگلا،

والا جیسے کلکتہ والا تاجر۔

کا جیسے قیامت کا، غضب کا۔

سا جیسے چاند سا۔

(۳) صفت عددی

جس سے تعداد کسی رقم کی معلوم ہو۔

۱۔ تعداد دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک جب ٹھیک عدد کسی شے کا معلوم ہو جیسے پانچ آدمی، چھ گھوڑے سے تعداد معین کہتے ہیں۔

دوسرے جب ٹھیک نہ ہو۔ تعداد کسی شے کی نہ معلوم ہو جیسے چن روگ، بعض شخص، اسے تعداد غیر معین کہتے ہیں۔

۲۔ تعداد غیر معین کے لیے کثرت یا الفاظ مستعمل ہوتے ہیں۔

کئی، چند، بعض، سب، کس، بہت، بہت سے، تھوڑا، تھوڑے، کم، کچھ۔

۳۔ تعداد معین کی تین قسمیں ہیں۔

ایک، تعداد معمولی جیسے دو، تین، چار وغیرہ کل اعداد۔

ف پر اکرت سے ہندی غائبے میں، آخری حرف علت عموماً گر جاتا ہے۔ حروف ربط

حارج کر کے درمیان حرف علت پر زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ یہاں سنسکرت اور پراکرت کے اصل ہندوئی

لکھنا اور یہ بنانا کہ موجودہ ہندی سہ سے کیسے بنے ہیں دیکھیں سے خالی نہ ہوگا۔

۱	سنسکرت	پراکرت	ایگا	ہندی	ایک
۲	دو	دو	دو	دو	دو
۳	تین	تین	تین	تین	تین
۴	چار	چار	چٹاری	چار	چار
۵	پانچ	پانچ	پانچا	پانچ	پانچ

۶	شش	چھا	چھ	دش چھ سے بدل گیا
۷	سپتس	ستتا	سات	
۸	آشتن	آٹھا	آٹھ	
۹	کون	ننا	نوا	
۱۰	دسان	دسا	دس	

دس کے ۲ گے کے ہند سے اکائیوں اور دہائیوں کے ٹٹے سے بنے ہیں اور انہیں جو تبدیلی ہوئی ہے وہ ظاہر کی جاتی ہے۔ اول پر اکرت دسا بدل کر دہا ہوا اسکے بعد داس سے رہا ہو گیا

۱۱۔ سنسکرت اکادشان (یعنی ایک اور دس) پر اکرت ایسا رہا ہندی اگیارہ سے گیارہ۔

دہندی میں سنسکرت کا ک گ سے بدل گیا اور اولی کا حرف حلت گر گیا،

۱۲	سنسکرت	دواکشان	پر اکرت	ولدا	بھدی	بارہ
۱۳	"	تریویشان	"	ترہ	"	تیرہ
۱۴	"	چاتروشان	"	چاروا	"	چودہ
۱۵	"	پانچاشان	"	پانچاوا	"	پندرہ
۱۶	"	شوشان	"	سورہ	"	سولہ
۱۷	"	سپتاشان	"	ستر	"	سترہ
۱۸	"	آشتادسان	"	اٹھارہ	"	اٹھارہ
۲۰	"	دویم شتی	"	ویسی	"	بیس

ان ہندسوں میں یہ امر قابل لحاظ ہے کہ خلاف معمول تو کا ہندسہ ہر دہائی کے ساتھ اگلی دہائی سے ایک کم کر کے ظاہر کیا جاتا ہے مثلاً انیس اصل میں اون ایس ہے اور انا کے معنی کم اور ایس پر اکرت ویسی کا

گڑا ہوا ہے۔ یعنی ایک کم میں۔ اسی طرح اکتیس اونے تیس، یعنی ایک کم تیس ہے۔ علی ہر اقیاس اُنالیس
پچاس اُنسٹ۔ اُسٹ۔ اُناسی ہن گھڑو اسی (نواور اسی) نالوے (نواور نوے) باقاعدہ ہن۔

۳۰ سنکرت تریس پرت تری سا تندی تیس

۴۰ " چت وپست " چتاری سا " چالیس

۵۰ " پانچاست " پان اناسا " پچاس

۶۰ " ستشئی " " ساٹھ

۷۰ " سب پنتی " " ستر

دیسے مل گئی اور آخری ت سے ب ل گئی اور مرکب ہونے کی حالت میں س سے بدل گیا ہے۔

۸۰ سنکرت اسانی، اسین ت گنگی، اور س ڈبل سو کر استی ہو گیا۔

۹۰ " کے منط نوے تی سے بنا ہے۔

۱۰۰ " مشتم پر کرت ساؤ سے سو یا سے بنا۔

تعداد میں کی دوسری قسم تعداد ترتیبی ہے جس سے ترتیب کسی شے کی معلوم ہوتی
ہے۔ جیسے ساتواں پانچواں وغیرہ۔ اسکے بنانے کا قاعدہ یہ ہے کہ تعداد میں کے
آگے وان لگا دیتے ہن۔ لیکن پہلے چار عدد اور چھ کا ہندسہ اس قاعدے سے
ستھنا ہے۔ انکی تعداد ترتیبی یہ ہے۔

پہلا، دوسرا، تیسرا، چوتھا، چھٹا۔

بعض اوقات اعداد کے آگے ون اظہار کلیت کے لیے بڑھادیا جاتا ہے۔
جیسے پانچون، تینون، چھوٹون جاتے رہے، چارون موجود ہن، دونون اسٹے
دونون میں لفظ دون بجائے دو کے استعمال ہوا ہے اور اسکے آگے ون بڑھایا گیا ہے

بعض اوقات مزید تاکید کے لیے اُسے دہرا دیتے ہیں۔ جیسے دونوں کے دونوں چلے گئے۔
ساتوں کے ساتوں سوجو دیں۔

فارسی میں عدد کے آخر میں ہم بڑا دہیتے ہیں جیسے یکم دوم سوم چارم وغیرہ۔
تیسری قسم تعداد معین کی تعداد افعالی سے جبراً ملتا ہے۔ نہ دو یک ایک یا ایک سے
زائد بار دہرانا پایا جائے۔ اردو میں کئی طرح سنس ہے۔

۱۔ عدد کے آگے گنا ہونے سے جیسے دُگنا، گنا، چوگنا وغیرہ۔ گنا یا گونا
فارسی اور اصل سنسکرت کے لفظ گون آتے ہیں جس کے معنی قسم کے ہیں۔
۲۔ چند فارسی کے بڑھانے سے جیسے دوچند، سہ چند، دہ چند وغیرہ۔
۳۔ ہر آ بڑھانے سے جیسے اکہرا، دوہرا، تہرا، چوہرا۔

ہر اور حقیقت ہر اکا مخفف ہے جو سنسکرت کے لفظ وار سے بنا ہے۔

بعض اوقات تعداد معین کے آگے ایک کا لفظ بڑھا دینے سے تعداد غیر معین ہو جاتی
ہے جیسے پچاس ایک آدمی بیٹھے تھے جس کے معنی ہونگے تھینا کم و بیش پچاس۔ اسی
طرح ہیں ایک دو ایک وغیرہ وغیرہ دس ہیں بچے، سیکڑہ، نرار، لاکھ، کروڑ، جمع کی
حالت میں تعداد غیر معین کے معنوں میں آتے ہیں۔ اور اس سے کثرت کا اظہار ہوتا ہے
مجھے دسوں کام ہیں، اس مکان میں بیسوں (یا بیسیوں) کمرے ہیں، ہر روز سیکڑوں
آدمیوں سے ملنا پڑتا ہے، ہزاروں آدمی جمع تھے، لاکھوں روپیہ صرف
ہوگا۔

اسی طرح ان کی فارسی جمع صہ، ہا، ہا، ہا، لکھو، کروڑ، ہا بھی اسی طور اور

(۴) صفت مقدار

جس سے مقدار یا جہت سے کسی شے کو معلوم کیا جاتا ہے۔

مقدار دو قسم کی ہے۔ ایک معینہ۔ دوسری غیر معینہ۔

غیر معینہ جیسے بہت، کچھ، اتنا، جتنی، قدر،

یہ الفاظ تعداد اور مقدار دونوں سے بہت سے ہیں۔ مع استعمال سے اہتمام

ہو سکتا ہے کہ صفات تعدادی میں یا صفات معینہ میں بہت سے ہیں۔ مقدار میں بہت سا گڑبگڑ رہتا تھا (مقدار ہی)۔

انکے علاوہ کتنا (کس قدر)، جتنا، اتنا بھی صفات مقدار ہی کے ہیے آتے ہیں۔

جیسے دیکھو کتنا پانی چڑھ آیا، جتنا کھا، کھا سکو کھو، کتنا پانی مٹا، کتنا کھانا کھا، کتنا

کبھی (یہ) اور وہ، ان معنوں میں استعمال ہوتے ہیں جیسے یہ بڑا، چھوٹا، بڑے کے

سے نکلا، اب کی برسات کا وہ زور ہے کہ خدا کی بناوٹ یہ دیکھتا ہوں کہ پڑا ہے۔

نوٹ: یہ الفاظ اکثر کسی دوسری صفت کے ساتھ آتا ہے مگر وہ 'تہا' ہے۔

(۵) صفات ضمیری

وہ ضمائر جو صفت کا کام دیتی ہیں مثلاً وہ، یہ، کون، کونسا، جو، کیا۔

وہ عورت آئی تھی۔ یہ کام مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ کون شخص ایسا کہتا ہے۔

جو کام تم سے نہیں ہو سکتا اسے ہاتھ کیوں لگاتے ہو۔ کیا چیز گر پڑی۔

یہ الفاظ جب نہ آتے ہیں تو ضمیر میں اور جب کسی اسم کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں تو صفات ہیں۔

ف۔ صفات ذاتی و نسبتی جب اسم کے ساتھ آتے ہیں تو اسم کی صفت ہوتے ہیں اور جب نہ آتے ہیں تو اسم کا کام دیتے ہیں۔ مثلاً اچھا آدمی یہاں اچھا صفت ہے۔ چاہیے اچھین کو جتنا چاہیے، یہاں وہی لفظ اسم کا کام دیتا ہے۔ یہ بنگالی لڑکا بڑا ذہین ہے (صفت) بنگالی بڑے ذہین ہوتے ہیں (اسم)

اردو میں صفات کی تذکیر و تانیث اکثر مشدہی الفاظ میں ہوتی ہے اور وہ بھی بعض بعض حالتوں میں۔ جب

صفت کی تذکیر و تانیث

مذکر کے آخر میں الف ہوتا ہے تو یہ الف یا ئے معروف سے بدل جاتا ہے اسی طرح جمع میں الف یا ئے مجہول سے بدل جاتا ہے مگر جمع مونث میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی

واحد مذکر	جمع مذکر	واحد مونث	جمع مونث
اچھا مرد	اچھے	اچھی عورت	اچھی عورتیں

بعض اوقات فارسی و رت میں ہی جو اردو میں بکثرت مستعمل ہیں اور جنکے آخر آ یا آ ہوتا ہے یہی تبدیلی واقع ہوتی ہے جیسے دیوانہ مرد، دیوانے مرد، دیوانی عورت، دیوانی عورتیں، اسی طرح جدا اور جدی

صفات عددی یا ترتیب میں مذکر کا آن مونث میں سے معروف اور آن سے بدل جاتا ہے جیسے پانچواں مرد، پانچویں عورت۔ لیکن جب مذکر کے بعد حرف ربط آ جاتا ہے تو آیا سی مجہول سے بدل جاتا ہے جیسے پانچویں مرد نے کہا مگر مونث کی حالت یکسان رہتی ہے۔

بعض اوقات صفات کی تصغیر بھی آتی ہے لمبے سے لنبوا صفات کی تصغیر لنبوتر، چھوٹے سے چھٹکا، موٹے سے ٹٹکا۔

۳۔ ضمیر

وہ الفاظ جو بجائے اسم کے استعمال کیے جاتے ہیں ضمیر کہلاتے ہیں جیسے وہ نہیں آیا۔ میں آج نہیں جاؤنگا۔ ضمیر سے فائدہ یہ ہے کہ بار بار انھیں اسم کو جو گزر چکے ہیں دہرائنا نہیں پڑتا، اور زبان میں الفاظ کے دہرانے سے جو یہ نمائی پیدا ہو جاتی ہے وہ نہیں ہونے پاتی۔

ضمائر کی قسمیں

(۱) شخصی (۲) موصولہ (۳) استفہاسیہ (۴) اشارہ (۵) تنکیر۔
 (۱) ضمیر شخصی وہ ہیں جو اشخاص کے لیے استعمال کی جاتی ہیں۔ اسکی تین صورتیں ہیں
 ایک وہ جو بات کرتا ہے اسے متکلم کہتے ہیں
 دوسرا وہ جس سے بات کی جاتی ہے اسے مخاطب کہتے ہیں
 تیسرا وہ جس کی نسبت ذکر کیا جاتا ہے اسے غائب کہتے ہیں
 ضمائر کی تو یہ حالتیں ہوتی ہیں ایک فاعلی دوسری مفعولی تیسری اضافی۔

ہر ایک کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے
 ضمائر متکلم

واحد	جمع
حالت فاعلی	میں
حالت مفعولی	مجھے یا مجھ کو
حالت اضافی	میرا
	ہم
	ہمیں یا ہم کو
	یا ہمارا

ضمائر مخاطب

جمع	واحد	
تم	تو	حالت فاعلی
تھیں یا تم کو	تجھے یا تجھ کو	حالت مفعولی
تجھارا	تیرا	حالت اضافی

ضمائر غائب

جمع	واحد	
وہ	وہ	حالت فاعلی
انکو یا انھیں	اسے یا اسکو	حالت مفعولی
اُنکا	اُسکا	حالت اضافی

اُردو ضمائر میں تذکیر و مائیت کا کوئی فرق نہیں ہوتا۔

ضمائر غائب ہر واحد و جمع دونوں کے لیے وہ آتا ہے (وہ پرانی اُردو

ہے) اور اس میں شخص اور سیاق کا امتیاز نہیں ہوتا۔

وہ کے بعد جب عزت و ربط آئے ہیں تو۔

جمع	واحد	
اُنھوں نے	اُس نے	حالت فاعلی
اُنکو	اُس کو یا اُسے	حالت مفعولی
اُنکا ہو جاتا ہے	اُس کا	حالت اضافی

تو یا تو نے بے تکلفی اور محبت کے لیے آتا ہے جیسے ان بچے سے، گرو چیلے سے

بائین کرتا ہے یا مخاطب کی کم چستی کو ظاہر کرتا ہے جیسے آقا نوکر سے بائین کرتے وقت استعمال کرتا ہے۔ بعض اوقات بہت بے تکلف دوست بھی تو کہہ کر بائین کرتے ہیں۔
نظم میں اکثر تو لکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے لوگوں اور بادشاہوں کو بھی اس طرح خطاب کیا جاتا ہے۔

بعد شاہان سلف کے تجھے یوں ہے تفضیل
جیسے قرآن پس توریت و زبور و انجیل (ذوق)

دعا پر کروں ختم اب یہ تصدیق کہان تک کہوں تو جنہیں ہے چنان ہے (میر)
وہاں گئے وقت خدا سے بھی تو سے خطاب کیا جاتا ہے۔ یہ مسلمانوں کی توحید کا اثر ہے جو اُردو سے منہ دی زبانوں میں پہنچا ہے۔ دوسرے مواقع پر واحد مخاطب کے لیے تم ہی استعمال کرتے ہیں۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ تم بھی اکثر لوگوں اور چھوٹے لوگوں سے خطاب کرتے وقت بولا جاتا ہے۔ ورنہ اکثر اور عموماً واحد مخاطب اور جمع مخاطب دونوں کے لیے آپ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

آپ نفیماً واحد غائب کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے اگرچہ لوگ طرح طرح کی ایندھن پہنچاتے تھے مگر آپ کو کبھی ملال نہ ہوتا یا جب کوئی شخص کسی کو دوسرے سے ملاتا ہے تو نفیماً کہتا ہے کہ آپ فلان شہر کے رئیس ہیں۔ آپ شاہ عریبی ہیں وغیرہ وغیرہ۔

ہم ضمیر مکمل جمع میں استعمال ہوتا ہے لیکن بڑے لوگ بجائے واحد متکلم کے بھی استعمال کرتے ہیں جیسے ہم نے جو حکم دیا تھا اسکی تعمیل کیوں نہیں کی گئی۔ نظم میں تخصیص نہیں وہاں اکثر واحد متکلم کے لیے آتا ہے جیسے

ہم بھی تسلیم کی خود ایں گے بے نیازی تری عادت ہی سہی

ایک ہم جن کہ دیا نہی بھی صورت کو بگاڑ ایک وہ جن جنیں تصویر بنا آتی ہے کبھی شکم عذمت کے خیال سے ہم استعمال کرتا ہے جیسے ایک روز ہمیں یہ سب کچھ چھوڑنا پڑے گا۔ ترقی کیسی ہماری حالت ہی اس قابل نہیں۔

کبھی شکم اپنے لیے ہم کا استعمال کرتا ہے۔ جیسے یہ چند روزہ صحبت غنیمت ہے ورنہ پھر ہم کمان تم کمان۔ ہماری قسمت ہی بُری ہے جو کام کیا بگڑ گیا۔ وہ بڑے خدی ہیں کسی کی کیوں ماننے لگے آخر ہمیں کو دینا پڑا۔

بعض اوقات یار اور یاروں کا لفظ واحد شکم کے لیے استعمال ہوتا ہے جیسے یار تو گوشہ تنہائی میں رہتے ہیں کمین آئیں نہ جائیں، یاروں سے بچ کر کمان جائیگا۔ یارو کا لفظ واحد شکم اور جمع شکم دونوں کے لیے آتا ہے۔ مگر عموماً بے تکلفی کے موقع پر استعمال ہوتا کیا نہ نظر تم کو ہے یاروں سے تو کیسے گرنہ سے نہیں کہتے اشنا۔ وں تو کیسے (ذوق) جب کسی جملہ میں کوئی اسم یا ضمیر حالت فاعل میں ہو اور وہی مفعول بھی واقع ہو تو بجا ضمیر مفعولی کے آپ کو، اپنے تئیں، اپنے آپ کو میں سے کوئی ایک استعمال کرتے ہیں جیسے احمد آپ کو دور کھینچتا ہے۔ یا اپنے تئیں بڑا آدمی سمجھتا ہے۔ یا اپنے کو فاضل خیال کرتا ہے۔ اسی طرح جب کوئی اسم یا ضمیر کسی فقرہ میں فاعل ہو اور اسکی حالت اضافی لانی منظور ہو تو بجا اس ضمیر اضافی کے اپنا، اپنی یا اپنے حسب موقع استعمال ہونگے۔ جیسے احمد اپنی حرکت سے باز نہیں آتا۔ تم اپنا کام کرو، مجھے اپنے کام سے فرصت نہیں۔ وہ خود تو چلے گئے مگر اپنا کام مجھ پر چھوڑ گئے۔ یہ اسی حالت میں ہے جب کہ فاعل ایک ہو اگر فاعل الگ الگ ہیں یا مضاف مضاف الیہ مل کر خود کسی فعل کا فاعل ہیں تو اپنے کی ضمیر نہیں آئے گی، بلکہ جس ضمیر کا موقع ہو گا اسی کی اضافی ضمیر لکھی جائے گی۔ جیسے وہ تو چلے گئے۔

مگر انکا کام مجھ پر آٹا۔ بیان چلے گئے کے فاعل وہ ہیں اور آپڑا کا فاعل انکا کام ہے۔
یا جیسے تم تو چلے گئے مگر تمہارا کام انہوں نے مجھے سوپ دیا بیان چلے گئے کا فاعل تم ہو
اور سوپ دیا کا فاعل انہوں نے، اپنے کی ضمیر صرف فاعل کی نسبت مفعولی اور اضافی
حالت میں استعمال ہوتی ہے۔

اپنا اپنی اول اپنے مضامین کے لحاظ سے حسب ترتیب واحد مذکر واحد مؤنث اور
جمع مذکر کے لیے آتے ہیں۔ اگر حروف ربط ہیں سے کوئی مضامین کے بعد آ جاتا ہے تو اپنا
بدل کر اپنے ہو جاتا ہے۔ جیسے وہ اپنے کام سے غافل ہے۔ وہ اپنے ہوش میں نہیں۔
در اصل ایسے فقروں میں اصل ضمیر میں اپنا، اپنے، اپنی سے بدل گئی ہیں۔ مثلاً مجھے
اپنے کاموں سے فرصت نہیں۔ اصل میں تھا۔ مجھے میرے کاموں سے فرصت نہیں آپ
اور اپنا دوسرے ضمائر کے ساتھ تاکید کے لیے بھی آتا ہے۔ مثلاً حالت فاعلی میں میں آپ
گیا تھا۔ وہ آپ آئے تھے۔ ہم آپ آئے تھے۔ تم آپ گئے تھے حالت اضافی میں میرا اپنا
کام تھا۔ یہ انکا باغ ہے۔

میرا اپنا جدا معاملہ ہے
(غالب)
اور کے لین دین سے کیا کام

فارسی کا لفظ خود بھی جس کے معنی آپ یا اپنے کے ہیں انہیں معنوں میں آتا ہے
جیسے انہوں نے خود فرمایا۔ خود بعض حالتوں میں زیادہ فصیح ہے اور خصوصاً حالت مفعولی
میں خود استعمال کیا جاتا ہے آپ نہیں آ سکتا جیسے میں نے خود اسے دیا بیان خود کا
تعلق اسے سے ہے۔ اگرچہ ابہام پایا جاتا ہے کہ خود کا تعلق میں نے سے بھی ہے۔ لہذا
اسکے دفع کے لیے ایسے موقعوں پر استعمال کی یہ صورت ہونی چاہیے کہ جس لفظ سے اسکا

تعلق ہوا اسکے اول استعمال کیا جائے۔ مثلاً اگر بیان خود کا تعلق میں نے سے ظاہر کرنا مقصود ہو تو یوں کہا جائے خود میں نے اسے دیا۔ مگر حالت اضافی میں خود کا کسنا فصیح نہیں ہے ایسے موقع پر اپنا زیادہ فصیح ہے۔

۲۔ ضمیر موصولہ | وہ ہے جو کسی اسم کا پتہ یا حالت بیان کرے اور ساتھ ہی دو جملوں کو ملانے کا کام دے جیسے وہ کتاب جو کل چوری ہو گئی تھی مل گئی۔ آپ کے دوست جو چیکاپ رہیں مجھے ملے تھے۔ پہلے جملہ میں وہ کتاب کا اور دوسرے میں جو دوست کا پتہ دیتا ہے۔ ضمیر موصولہ صرف جو ہے جس کی مختلف حالتیں یہ ہیں۔

واحد جمع

حالت فاعلی	جو (حرف نے کے ساتھ) جس نے	جو اور (نے کے ساتھ) جنہوں نے
حالت مفعولی	جس کو یا جسے	جن کو یا جنہیں
حالت اضافی	ذکر، جسکا	جن کا
	(مونث) جسکی	جن کی

جن کو، جنہیں، جنہوں نے، جن کا۔ اگرچہ جمع ہیں مگر تعظیماً واحد کے لیے بھی آتے ہیں۔ جس اسم کے لیے یہ ضمیر آتی ہے اُسے مرجع کہتے ہیں۔

ضمیر موصولہ ہمیشہ ایک جملہ کے ساتھ آتی ہے اور دوسرا جملہ اسکے جواب میں ہوتا ہے۔

مثلاً وہ کتاب جو کل خریدی تھی جاتی رہی۔ اس میں دو جملہ ہیں ایک جو کل خریدی تھی دوسرا وہ کتاب جاتی رہی۔ اس میں جو ضمیر موصولہ ہے، کل خریدی تھی صلہ ضمیر ہوگا۔ اسی طرح وہ لوگ جو کل آئے تھے آج چلے گئے۔

جو حالت فاعلی میں واحد اور جمع دونوں میں یکساں استعمال ہوتا ہے، مگر جب

فاعل کے ساتھ تے ہو تو واحد میں جو بدل کر جس ہو جاتا ہے مثلاً جس نے ایسا کیا بُرا کیا وہ لوگ جنہوں نے قصور کیا تھا معاف کر دیے گئے۔

کبھی کبھی جو کے جواب میں فقرہ ثانی میں سو آتا ہے جو ہو سو ہو۔ جو چڑھے گا سو گرے گا۔ جو بھی ہنسی ضمیر موصولہ ہے مگر اردو میں سا کے ساتھ مل کر آتا ہے جیسے ان میں سے جو سنا چاہو لے۔ جو جمع میں جو ن سے اور واحد جمع مونث میں جو ن سی استعمال ہوتا ہے۔ بعض اوقات صفت بھی ہوتا ہے جیسے جو ن سی کتاب چاہو لے۔

کبھی کہ بطور ضمیر موصولہ کے استعمال ہوتا ہے جیسے

میں کہ آشوب جہان ہی تھا ستمدید بہت

(آذاد)

امن کو سمجھا غنیمت دل غم دیدہ بہت

جو اور جن بہ تکرار بھی آتے ہیں جس سے اگرچہ حالت جمع ظاہر ہوتی ہے مگر اطلاق اسکا فرداً فرداً ہوتا ہے۔ مثلاً جو جو پسند ہو لے۔ جن جن کے پاس گیا انہوں نے یہی جواب دیا۔

ضمائر استفہامیہ

جو سوال پوچھنے کے لیے آتی ہیں، دو ہیں۔

کون اور کیا۔ کون اکثر جان داروں کے لیے آتا ہے، کیا اکثر بیجان کے لیے جیسے کون کہتا ہے، کیا چاہیے۔

کون کی مختلف حالتیں یہ ہیں۔

جمع

واحد

حالت فاعلی۔ کون اور نے کے ساتھ کس نے کون (نے کے ساتھ) کہنوں نے

حالت منفعلی	کسے یا کس کو	کن کو یا کنہیں
حالت اضافی	کس کا	کن کا

جیسے کون کتنا ہے، کس نے کہا، کس کے پاس ہے، کس کو دیا؟
 کبھی صفت کا کام بھی دیتی ہے، جیسے کس استاد سے پڑھتے ہو؟
 کن اب صورت فاعلی میں کبھی ضمیر کے بجائے نہیں آتا ہے بلکہ اسم کے ساتھ
 آتا ہے جیسے کن لوگوں نے کہا؟
 کس کس، کن کن اور کیا کیا بھی استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے کس کس کو روئے
 کن کن سے کمون، کیا کیا کروں؟

کون کون بھی بولتے ہیں۔ جیسے وہاں کون کون تھے؟
 ان فکروں میں فعل کئی اشخاص یا اشیا پر فرداً فرداً واقع ہوتا ہے اور جمع کا
 ہونا بتاتا ہے۔

کون سا کون سی، کون سے، یہی بجائے ضمیر متعل ہے۔ کون اور کون سا میں فرق
 اتنا ہے کہ کون سا میں ذرا خصوصیت پائی جاتی ہے، اور یہ اس وقت استعمال کیا جاتا ہے
 جبکہ کئی چیزوں میں سے کسی ایک کا انتخاب مقصود ہو۔ مثلاً انہیں سے کون سی چاہیے؟
 یہاں کون نہیں کہیں گے کون اشخاص اور اشیا دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے،
 کون سا بطور صفت بھی استعمال ہوتا ہے جیسے کون سے آدمی نے کہا؟ کون آدمی
 ہے، اور کون سا آدمی ہے؟ یہاں دونوں بطور صفت متعل ہوئے ہیں مگر کون سا میں
 وہی خصوصیت پائی جاتی ہے۔

کون سا کبھی بطور صفت اور کبھی بطور متعلق صفت استعمال ہوتا ہے جیسے

اس میں آپ کا کون سا خبیث ہوگا۔ وہ کون سا بڑا عالم ہے؟ یہ ان متعلق صفت ہے۔
اسی طرح میرا کیا کون سا کام ہے جو وہ ان جاؤں دصنت

میکدہ کون سا ہے دورایسا تجھ میں مت ہی لے خضہ کیچ ہے (مارٹ)
بیان متعلق صفت ہے۔ پھر تم کون سے مرض کی دوا ہو؟ بیان صفت ہے۔

گر کہ تم کھلے سے مل جاؤ مل گیا نہ ہو کون سا اس میں (دراغ)
کا ہے دکو، بھی کیا کی ایک صورت ہے جس کے سنے کیوں اور کس لیے کے ہیں
اور عموماً متعلق فعل واقع ہوتا ہے۔

ضمیر اشارہ | جو بطور اشارہ کے استعمال ہوتی ہے۔ وہ بعد کے لیے اور یہ قریب کے لیے
ضمائر اشارہ اور ضمائر غائب شخصی ایک ہی ہیں لیکن جب بطور اشارہ استعمال ہوتی ہیں تو
انہیں ضمائر اشارہ کہتے ہیں۔ جیسے وہ لوگے یا یہ حروف ربط کے آنے سے وہ
اُس سے اور یہ اس سے بدل جاتا ہے، اور جمع میں اُن اور ان ہو جاتا ہے۔

دین اور فقر تھے کبھی کچھ حسینہ اب دہرا کیا ہے اسین اور اسین
ضمائر تنکیر | وہ ہیں جو غیر مبین اشخاص یا اشیاء کے لیے آئیں

ضمائر تنکیر دو ہیں۔ کوئی اور کچھ
کوئی اشخاص کے لیے اور کچھ اشیاء کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے کوئی ہے؟
کوئی نہیں ہوتا۔ کچھ ہے یا نہیں؟ کچھ تو کو۔ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے؟
حروف ربط کے آنے سے کوئی کی صورت کسی ہو جاتی ہے جیسے کسی کے پاس
نہیں۔ کسی کی جان گئی آپ کی ادا ٹھری۔

کبھی ضمائر موصولہ سے مل کر مرکب بھی آتی ہیں۔ جیسے جس کسی سے کہتا ہوں وہ

اُلٹا بھی کو نام کرتا ہے۔ جو کچھ کوہ بجا ہے۔

جب ضمائر تکرار کے ساتھ کوئی کوئی اور کچھ استعمال ہوتی ہیں تو اس میں خاص زور پایا جاتا ہے مگر معنی قلت کے آتے ہیں جیسے اب بھی کوئی کوئی نظر پڑ جاتا ہے۔ اگرچہ نایاب ہے مگر کسی کسی کے پاس اب بھی مل جاتی ہے ابھی کچھ کچھ درد باقی ہے۔ نفی کے ساتھ بھی یہ تکرار آتا ہے۔ جیسے ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبراہٹیں کیا۔ کوئی نہ کوئی مل ہی رہے گا۔

عربی کے الفاظ بعض اور بعض بھی ضمیر تنکیہ کا کام دیتے ہیں۔ بعض کا یہ خیال ہے بعض یہ کہتے ہیں۔ بعض تکرار کے ساتھ بھی آتا ہے جیسے بعض بعض ایسے بھی ہیں اس طرح فلان کل اور چند بھی بطور ضمیر تنکیہ کے استعمال ہوتے ہیں۔

ضمائر تنکیہ دوسرے ضمائر کے ساتھ مل کر مرکب بھی آتی ہیں جیسے جو کوئی جس کسی کوئی اور، ہر کوئی، جو کچھ، اور کچھ، سب کچھ۔

صفات ضمیری | یہ وہ صفات ہیں جنہیں کم و بیش ضمیر کی خاصیت بھی پائی جاتی ہے۔ یہ الفاظ جو اس صفت میں داخل ہیں یا تو صفات ہوتے ہیں یا ضمیر۔ اسم کے ساتھ آنے سے صفات ہو جاتے ہیں اور بغیر اسم کے ضمیر۔

ان میں سے ایک تو وہ ہیں جو ضمیری مادوں کے آگے آتا، آتا اور سا بڑھ کر بنائے گئے ہیں۔ اور باقی دوسرے الفاظ ہیں۔ ضمیری مادے ہندی میں پانچ ہیں (۱) یا اور ای ۛ (۲) وا اور او ۛ (۳) جا اور جی ۛ (۴) سا اور نی ۛ (۵) کا ۛ اور کی ۛ۔

ان صفات کی دوئیں ہیں ایک صفات ذاتی دوسرے صفات مقداری۔

صفات ذاتی

ایسا

ویسا

جیسا

کیسا

صفات مقداری

اتنا (اِتنا)

اُتنا (اُتنا)

جتنا (جتا)

کتنا (کتا)

انکے علاوہ دوسرے الفاظ یہ ہیں

ایک، دوسرا، دونوں، اور، بہت، بعض، بعضے، غیر، سب، ہر، فلاں
(فلاتا، کئی، کئے، چند، کُل)۔

ایک دراصل صفت عددی ہے۔ جب ضمیر ہوتا ہے تو اسکے جواب میں دوسرا آتا ہے۔ جیسے ایک یہ کہتا ہے، دوسرا یہ کہتا ہے۔ کبھی جواب میں دوسرے کے بجائے ایک ہی استعمال ہوتا ہے جیسے ایک آتا ہے ایک جاتا ہے کبھی ایک اور دوسرا مل کر آتے ہیں اور تعلق باہمی ظاہر کرتے ہیں جیسے ایک دوسرے سے محبت کرو۔ ہر کبھی اکیلا اور بطور اسم کے استعمال نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ ایک یا کوئی کے ساتھ مل کر آتا ہے۔ جیسے ہر ایک، ہر کوئی۔

اور۔ جیسے مجھے اور دو۔ بطور صفت جیسے یہ اور بات ہے۔

بہت کی ایک اور صورت بہتیرا ہے، جس سے کثرت ظاہر ہوتی ہے اور اکثر تیز فعل واقع ہوتا ہے۔ اسکے علاوہ بہت سا بھی مستعمل ہے۔

کئی اور کے ضمیر اور صفت دونوں طرح مستعمل ہیں۔ کئی کے ساتھ ایک بھی مل کر آتا ہے جیسے کئی ایک اور اسی طرح کتنے ایک بھی مستعمل ہے۔ کے چاہئیں؟

(ضمیر کے آدمی بن؟ صفت)

ضمائر کے ماخذ | اردو کی تمام ضمیریں ہندی بن جو سنسکرت اور پراکرت سے ماخوذ ہیں۔ انکی اصل کا پتہ لگانا دلچسپی سے خالی نہوگا لہذا مختصر طور پر بیان بحث کی جاتی ہے۔

تین۔ سنسکرت میں ضمیر واحد مکمل میا پراکرت سے ہے اردو افعال متعدی میں جو بن کے ساتھ نے استعمال ہوتا ہے وہ زائد ہے، کیونکہ بن میں بن جو بن ہے وہ درحقیقت نے کا ہے۔ مرور زمانہ کی وجہ سے یہ بات فراموش ہو گئی اور ڈبل نے کا استعمال ہونے لگا۔ چنانچہ مارواڑی، قدیم ہیسواڑی اور دیگر پرانی ہندی اور دکنی بن میں بغیر نے کے استعمال ہوتا ہے، اور پنجابی میں بھی یہی ہے، مرہٹی میں ہی آتا ہے۔ تو سنسکرت کے واحد صورت فاعلی تو م سے ہے۔ ہندی کی بعض زبانوں (مثلاً مارواڑی اور قدیم ہیسواڑی) نیز پرانی اردو میں تو بن اور تین استعمال ہوتا ہے۔

مجھ اور تجھ پراکرت کی اضافی حالت تجھا اور تجھا سے پیدا ہوئے ہیں جو بجاے مہ اور توہ کے بن۔ مہا اور توہا عوام کی پراکرت میں استعمال ہوتا تھا۔ پراکرت صورت مجھا اور تجھا کے آگے ہی کے اضافہ کرنے سے مجھا ہی تجھا ہی ہوا اور اس مجھے تجھے بنے۔ میرا تیرا اس طرح بنے کہ قدیم اضافی صورت مہا کے آگے کیرا کیرو بجاے کیرا کو (سنسکرت کرتا) بڑا دیا گیا بعض مذہبی قواعد نویسوں نے عوام کی پراکرت کی صورت اضافی مہا کیرو بتائی ہے جس سے میرا بننا ہے۔ چنانچہ مارواڑی اور ہیسواڑی میں مہانرو مہانلو مستعمل ہے۔ پراکرت کا کاف اڑ گیا ہر

اس کے بعد میر و یا میرا اور تیرا بن گیا

ہم پر اکرت کی جمع شکل صورت فاعلی سے بنا ہے یہ صورت مارواڑی زبان میں اب تک قائم ہے۔ بنگالی آمی گجراتی امے مرہٹی امی۔ ہندی میں آخر کی ہ شروع میں جا لگی ہے اور ہم ہو گیا مفعولی صورت ہمیں بھی اسی سے بنی ہے۔ کیونکہ اسکی پر اکرت صورت امہا میں ہے اور اسی طرح تمھیں تمھائیں سے بن گیا۔ ہمارا تمھارا کی اصل یہ ہے کہ امہا اور تمھاکے آگے پر اکرت علامت کرا کا ہڑ باد گئی ہے اس سے اہما کر کو اور تمھا کر کو بنا۔ اس سے برج کا ہمارا اور تمھارا ہو اور اس سے ہندی ہمارا تمھارا۔

ضمائر اشارہ قریب یہ سنسکرت کے لفظ آتہ سے نکلا ہے ہندی کی مختلف شاخوں میں یہ لفظ ذرا ذرا سے فرق سے موجود ہے۔ مثلاً یاہ، یہ، ہیو، آہ، ایہ، ہے، لیکن یہ سب صورتیں آتہ سے نکلی ہیں اور ان سب میں ہ موجود ہے۔ لیکن ایک دوسری صورت یو اور یا ہے جو پورب میں مستعمل ہے۔ یہ غالباً پر اکرت امہا یا امو سے نکلی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ جس طرح اشارہ قریب کی صورتیں آتہ اور امہ سے نکلی ہیں اسی طرح اشارہ بعید وہ آتہ اور امہ سے نکلا ہو گا۔

جو، سو اور کون سنسکرت کے ضمائر یاہ، ساہ اور کاہ سے نکلے ہیں کون کی اصل یہ معلوم ہوتی ہے کہ استفہامیہ کو کے آگے اونا (سنسکرت پونا) بڑایا گیا ہے اس سے کو اونا پھر کو ان اور کون بنا۔ اسی طرح جون پر قیاس کر لینا چاہیے۔ سنسکرت کی واحد اضافی حالت یسیا مٹی پر اکرت جبتا یا جبتا ہوئی آخری حرف علت گر گیا اور جس کی صورت قائم ہو گئی۔

سنسکرت کا گوئی پر اکرت مین گوئی ہوا اور اسی سے ہندی کوئی نکلا۔ کایا کی تمام ضمائر تنکیہ اور ضمائر استفہامیہ کا اصل وہ ہے۔ اسی سے کسی بنا ہے۔ سنسکرت مین اضافی حالت کسیا پی تھی اس سے کسی بنا۔

کیا کہا سے نکلا ہے پر اکرت مین علامت کا اضافہ کی گئی تو اسکی صورت کا ہیکا ہوئی۔ کا گر گیا۔

سنسکرت کے شجرت سے کچھٹک اور اس سے کچھ بنا۔

آپ (یعنی خود) کی آمل سنسکرت کا لفظ آتمن ہے

آپنے اور اپنا پر اکرت کی صورت آتمنگا سے ماخوذ ہے

آپس کی نسبت یہ نیاں ہے کہ وہ پر اکرت کی صورت اضافی آپسا سے

بنا ہے۔

آپ (تفلیسی) بھی آتمن سے ماخوذ ہے جو بعض ہندی بولیوں مین آپن

اور آپو ہوا اور وہان سے آپ بنا۔

۴۔ فعل

فعل وہ ہے کہ جس سے کسی سے کا ہو مایا کرنا ظاہر ہوتا ہے جیسے تانا شروع

ہوا، اُس نے خط لکھا، ریل چلی۔

فعل کی بجااظ معنوں کے تین قسمین ہین۔

۱۔ لازم

۲۔ متعدی

۳ - ناقص

۴ - معدولہ

فعل لازم وہ ہے جس میں کسی کام کا کرنا پایا جائے۔ مگر اسکا اثر صرف کام کرنا پر
یعنی فاعل تک رہے اور بس۔ جیسے احمد آیا۔ پیچھا بولا۔

فعل متعدی وہ ہے جس کا اثر فاعل سے گزر کر مفعول تک پہنچے (مفعول
جس پر فعل واقع ہو) جیسے احمد نے خط لکھا۔ یہاں لکھا فعل ہے، احمد اسکا فاعل
اور خط (جس پر لکھنے کا فعل واقع ہوا ہے) مفعول ہے۔

فعل ناقص وہ ہے جو کسی پر اثر نہ ڈالے بلکہ کسی اثر کو ثابت کرے جیسے احمد
بیمار ہے۔ اس جملے میں نہ کوئی فعل ہے اور نہ مفعول کیونکہ نہ تو کوئی کام کرنے
والا ہے اور نہ کسی پر کام واقع ہوتا ہے بلکہ فعل (رہے) بیماری کے اثر کو احمد پر
ثابت کرتا ہے۔ لہذا اس جملے میں احمد اسم ہے اور بیمار اسکی خبر ہے۔ افعال
ناقص اکثر یہ آتے ہیں۔ ہونا، بننا، ٹھنڈا، رہنا، پڑنا، لگنا، نظر آنا، دکھائی دینا
(انہیں ہونا تو ہمیشہ فعل ناقص کے طور پر استعمال ہوتا ہے لیکن باقی افعال کبھی لازم
ہوتے ہیں اور کبھی ناقص، مگر نظر آنا اور دکھائی دینا ہمیشہ ناقص ہوتے ہیں۔ علاوہ
انکے ہونا، بننا، رہنا، لگنا، پڑنا، ٹھنڈا، نظر آنا، دکھائی دینا جیسے وہ مکمل
معلوم ہوتا ہے، وہ پاگل ہو گیا۔

مثالیں

وہ چالاک ہے ، احمد بے خبر تھا (ہونا فعل ناقص)

وہ جاہل ہی رہا (ناقص) وہ شر میں رہتا ہے (لازم)

وہ بڑا بیوقوف نکلا (نافض) وہ دروازے سے نکلا (لازم)

وہ امیر بن گیا " مکان بن گیا "

" وہ بیمار نظر آتا ہے "

" وہ ہوشیار دکھائی دیتا ہے "

" وہ بھلا لگتا ہے " مجھے پتھر لگا "

" وہ بیمار پڑا " مین وہاں پڑا رہا "

فعل معدولہ نہ تو لازم ہے اور نہ متعدی وہ صرف ہوتا ظاہر کرتا ہے نہ

کہ کرنا، اور اُس کا میلان محمول کی طرف ہوتا ہے۔ فعل کی یہ سب سے سادہ اور

ابتدائی قسم ہے جیسے پٹنا، کھلنا، بچنا، بکنا، گھٹنا، کٹنا، وغیرہ وغیرہ۔

افعال معدولہ ہیں۔ مثلاً دروازہ کھلا، مال بکا، احمد پٹا۔ سین کسی قد، جھول کی ٹٹا

پائی جاتی ہے جسکا ذکر آگے آئے گا۔ یہ افعال درحقیقت نہ تو متعدی ہیں اور نہ لازم

کیونکہ فاعل کا فعل ثابت نہیں۔ اُر دو قواعد نویسون نے فعل کی اس قسم کو بالکل نظر

انداز کر دیا ہے، حالانکہ اردو میں کثرت سے اس قسم کے افعال پائے جاتے ہیں

لوازم فعل

۱۔ طور

۲۔ صورت

۳۔ زمانہ

۱۔ طور

طور فعل وہ حالت ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کام خود فاعل سے صادر ہوا یا کام کا اثر کسی پر واقع ہوا۔

جب فاعل کے کام کا اثر کسی دوسری شے یا شخص پر واقع ہو تو اُسے طور معرفت کہتے ہیں، جیسے احمد نے نوکر کو مارا۔ بیان فاعل کے کام کا اثر نوکر پر واقع ہوتا ہے، مگر جب صرف وہ فاعل یا شخص معلوم ہو جس پر اثر واقع ہوا ہے اور فاعل معلوم نہ ہو تو اُسے طور مجهول کہتے ہیں جیسے اُسے خط سنایا گیا۔ بیان سنانے کا فعل دکام آئیں واقع ہوا چونکہ فاعل نامعلوم ہوتا ہے اس لیے اُسے مجهول کہتے ہیں۔ مجهول کے معنی نامعلوم کے ہیں۔ فعل مجهول کا مفعول قائم مقام فاعل کہلاتا ہے۔ وہ شہر سے نکلا اور آیا گیا، اُسے سمجھا دیا گیا۔ بیان وہ اور اُسے مفعول قائم مقام فاعل ہیں۔

۲۔ صورت

ہر فعل کی کوئی نہ کوئی صورت ہوتی ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فعل (کام) کس ڈہنگ سے ہوا۔

فعل کی پانچ صورتیں ہیں۔

- ۱۔ خبریہ
- ۲۔ شرطیہ
- ۳۔ احتمالی
- ۴۔ امریہ
- ۵۔ مصدریہ

۱۔ صورت خبریہ وہ ہے جو کسی فعل کے وقوع کی خبر دے یا کسی امر کے متعلق استفسار کرے جیسے حامد گر پڑا۔ آپ پانی پئیں گے؟

۲۔ شرطیہ صورت فعل کی وہ ہے جس میں شرط یا تمنا پائی جائے، خواہ حزن شرط ہو یا انہو، جیسے اگر شام کو آپ آجائیں تو میں بھی آپ کے ہمراہ چلوں۔ وہ آئے تو میں بھی چلتا۔ اس میں بعض اوقات تفریع اور خواہش کا بھی اظہار ہوتا ہے جیسے وہ آتا تو خوب ہوتا، یہ مکان مجھے مل جاتا تو اچھا ہوتا۔

۳۔ صورت احتمالی جس میں احتمال یا شک پایا جائے جیسے اُسی نے لکھا ہوگا۔ ممکن ہے کہ وہ نہ گیا ہو۔ شاید وہ آجائے۔

۴۔ صورت امریہ جس میں حکم یا التجا پائی جائے جیسے پانی لاؤ۔ تشریف لائے

۵۔ صورت مصدریہ جس میں کام کا ہونا بلا تعین وقت کے جو اس کے

آخر میں ہمیشہ نا ہوتا ہے جیسے ہونا۔ کرنا۔ کھانا۔

مصدر کی آخری علامت نا گرا دینے سے اصل مادہ فعل باقی رہ جاتا ہے

اسی سے مختلف افعال بنتے ہیں مثلاً ہو۔ کر۔ کما وغیرہ

۳۔ زمانہ

فعل کے لیے زمانے کا ہونا ضرور ہے۔ زمانے تین ہیں۔ گزشتہ، جسے ماضی

کہتے ہیں۔ موجودہ، جسے حال کہتے ہیں۔ اور آئندہ جس کا نام مستقبل ہے پھر فعل

یا کام کا تعلق بہ لحاظ زمانے کے ان تینوں میں سے کسی کے ساتھ ضرور ہوگا۔

ماوہ۔ مصدر کی علامت نا گرا دینے سے فعل کا مادہ رہ جاتا ہے، اور اسی سے

تمام باقاعده افعال بنتے ہیں۔ مثلاً ملنا کا مادہ مل ہے، اور چلنا کا چل۔ ہندی فعل کا مادہ صورت میں امر مخاطب کے مشابہ ہوتا ہے۔

حالیہ ناتمام و تمام۔ فعل کے مادے سے حالیہ ناتمام و تمام بنتے ہیں۔

۱۔ حالیہ ناتمام۔ مادے کے آخری میں تا بڑھانے سے بنتا ہے۔

۲۔ حالیہ تمام۔ مادے کے آخر میں آ بڑھانے سے بنتا ہے۔

ذیل کی مثالوں سے پوری کیفیت معلوم ہوگی۔

مصدر	مادہ	حالیہ ناتمام	حالیہ تمام
ٹلنا	ٹل	ٹلتا	ٹلتا
ڈرنا	ڈر	ڈرتا	ڈرتا
گھلنا	گھل	گھلتا	گھلتا

لیکن جہاں مادے کے آخر میں آ، ای، او ہوگا، وہاں یا بڑھانا پڑے گا۔

جیسے کھاسے کھایا، پی سے پیا، کھو سے کھوایا۔

یہ بھی خیال رہے کہ جب آخر میں ی حرف ہے، تو حالیہ تمام کے اول آس کی

صورت حرف زیر کی رہ جاتی ہے، جیسے پی سے پیا

مونث اور جمع کی صورت میں تبدیلی عام قاعدے کے مطابق ہوتی ہے۔ جیسے

مذکر واحد	مذکر جمع	مونث واحد	مونث جمع
لاتا ہے	لاتے	لاتی	لاتیں
لایا	لائے	لائی	لائیں

سہ حرفی مادوں میں دوسرے حرف کی حرکت ساکن ہو جاتی ہے۔ جیسے نکل سے

نیکلا، پھسل سے پھسلا وغیرہ

البتہ چہ مفصلہ ذیل مصادر میں حالیہ خلاف مادہ افعال آتا ہے۔

ہونا، مرنا، کرنا، دینا، لینا، جانا،

تیسری صورت حالیہ معطوفہ کی ہے جو مادے کے آخر کے یا کر لگانے سے

بنتا ہے۔ جیسے کھا کر، چاکر، مل کے، سن کے۔

جب حالیہ کے ساتھ ہوا آتا ہے تو مفعول کے معنی دیتا ہے۔ جیسے کھویا

ہوا، روتا ہوا وغیرہ

اب لحاظ زمانہ افعال کی مختلف اقسام کا ذکر کیا جاتا ہے۔

ماضی

افعال ماضی کے اقسام یہ ہیں۔ ماضی مطلق، نا تمام، تمام، شرطیہ،

رتنائی، احتمالی۔

ماضی مطلق وہ ہے جس سے محض ایک فعل کہے گزشتہ زمانے میں واقع ہونے

کی خبر ملے اور بس۔ جیسے احمد گیا، امیر بن بھاگا۔

ماضی مطلق اس طرح بنتی ہے کہ مادہ فعل کے آخر اڑا دیا جاتا ہے جیسے

بھاگ سے بھاگا۔ لیکن اگر مادہ فعل کے آخرین الف یا واؤ ہو تو بجائے ا کے یا

بڑا دیتے ہیں مثلاً روسے رویا، کھانے سے کھایا۔ ہواستثنیٰ ہے۔ اے اور

وے کا زیر محمول لیا اور دیا میں معروف ہو جاتا ہے۔

جائے گیا، کرے کیا اور مرے ہوا، بہ قاعدہ ہیں۔ لیکن ہوا اب

نہیں بولتے اسکے بجائے مرا آتا ہے ہوا صرف صفت کے لیے ہتھمال ہوتا ہے

ادھ موا، موئی مٹی۔

ماضی نام تمام یہ ظاہر کرتی ہے کہ گزشتہ زمانے میں کام جاری تھا جیسے وہ کھا رہا تھا، یا کھاتا تھا۔ آخری حالت سے عادت ظاہر ہوتی ہے، جس کے ظاہر کرنے کی دو اور صورتیں ہیں جیسے کھایا کرتا تھا، کھاتا رہتا تھا۔ اسکے علاوہ ماضی نام تمام ایک اور طرح بھی ظاہر کی جاتی ہے مثلاً کھتا رہا، کھاتا رہا، کھتا رہا۔ اکثر یہ صورت فعل کے متواتر جاری رہنے کو ظاہر کرتی ہے یا کسی ایسی حالت کو بتاتی ہے جسے دو کام برابر ہو رہے ہوں مثلاً میں ہر چند منع کرتا تھا مگر وہ بکتا رہا، بارش ہوتی رہی اور وہ نہاتا رہا۔ سوائے ان صورتوں کے ماضی نام تمام کے ظاہر کرنے کی ایک اور صورت بھی ہے۔ جیسے پکارا کیا، بکا کیا، سُنا کیا، معناً اس کی حالت بھی گزشتہ صورت کی سی ہے۔

بعض اوقات آخری علامت حذف بھی ہو جاتی ہے جیسے اسمین لطائی کی کیا بات تھی، وہ اپنا کام کرتا تم اپنا کام کرتے (یعنی کرتے رہتے)۔ میری عادت تھی کہ پہلے کھانا کھاتا پھر پڑھنے جاتا (یعنی کھاتا تھا اور جاتا تھا) جب کبھی وہ آتے ہزاروں باتیں سنا جاتے (آتے تھے اور سنا جاتے تھے)۔

ماضی تمام جس سے فعل کا زمانہ گزشتہ میں ختم ہو جانا پایا جاتا ہے حالیہ نام کے بعد تھا بڑھانے سے بنتی ہے۔ جیسے میں دتی گیا تھا۔ اسکی دوسری صورت چکا تھا بڑھانے سے بھی پیدا ہوتی ہے اسمین زیادہ رور ہوتا ہے اور اکثر اس وقت استعمال ہوتی ہے جبکہ اس سے پیشتر ایک اور کام ہو چکا ہو جیسے وہ میرے پاس آنے سے پہلے نکل چکا تھا، میں جا کر کیا کرتا، اسکا کام پہلے ہی ہو چکا تھا۔

ماضی احتمالی (یا شکلیہ) جس میں احتمال یا شک پایا جائے۔
حالیہ تمام کے بعد ہوگا بڑھانے سے بنتی ہے جیسے آیا ہوگا، لایا ہوگا۔ کبھی
گٹا حذف ہو جاتا ہے جیسے وہ آیا ہو اور تم نہ ملے ہو۔

پہلی صورت میں احتمال قوی ہوتا ہے اور دوسری صورت میں ضعیف جیسے
وہ ضرور آیا ہوگا۔ ممکن ہے وہ آیا ہو۔

ماضی شرطیہ (یا تمنائی) جس میں شرط یا تمنا پائی جائے۔
مادہ فعل کے بعد تا بڑھانے سے بنتی ہے جیسے آتا جانا، کرتا۔ بعض اوقات
ماضی شرطیہ سے بھی احتمال کے معنی پیدا ہوتے ہیں جیسے کیا آپ سمجھتے ہیں کہ وہ بن بلا
آ جاتا۔ میرا خیال ہے کہ وہ آ جاتا۔

کبھی یہ زمانہ گزشتہ میں محض وقوع فعل کو ظاہر کرتی ہے جیسے محین کیا وہ اپنا
کام کرتا یا نہ کرتا۔ اول میں تمہارے پاس آتا پھر وہاں جاتا یہ کیونکر ممکن تھا۔

فعل حال

فعل حال سے زمانہ موجودہ کا اظہار ہوتا ہے۔

اسکی چہ قسمین ہیں۔

۱۔ سب سے اول وہ سادہ اور قدیم حال مطلق ہے جسکی صورت سے اب تک

اسکی اصل ظاہر ہے، مگر موجودہ حالت میں وہ صاف صاف زمانہ حال کو ظاہر نہیں کرتا

بلکہ زمانہ حال کے ساتھ اُس میں کئی قسم کے معانی کی جھلک پائی جاتی ہے۔ اردو قواعد نویسوں

نے مضارع کے نام سے اُسے ایک الگ فعل قرار دیا ہے اور ماضی حال اور مستقبل تینوں

زمانوں سے باہر کر دیا ہے حالانکہ ہر فعل کے لیے ضرور ہے کہ وہ ان تینوں میں سے

کسی ایک زمانے کے اندر ہو۔ بعض اگرزقوا عدولین لے اُسے مستقبل کے تحت میں لکھا ہے
لیکن یہ بھی صحیح مبین ہے۔ درحقیقت یہ حال ہے اور اب بھی اس میں حال سے منہ پائے
جاتے ہیں اور اس لیے مین اسے حال ہی کے تحت میں رکھنا پسند کرتا ہے۔ اگرچہ نام اسکا
مضارع ہی مناسب ہوگا۔

ماذہ فعل کے آخریائے مجہول بڑبانے سے مضارع بنتا ہے جیسے کما سے کما لے
لا سے لائے۔ جمع میں کھا مین مخاطب میں لاؤ اور لا مین تکلم میں لاؤن اور لا مین۔

منسکرت مین جلت تھا۔ پر کرت مین چلے مو، اس سے چلی اور چلی سے چلے بنا
جو مضارع کی موجودہ صورت ہے۔ یہی قدیم حال مطلق تھا اور اس سے چلے ہے ہوا جو کچھ
عرصہ چلے حال مطلق تھا اور اب بھی کہیں کہیں بول چال میں استعمال ہوتا ہے۔ اسی سے
موجودہ حال مطلق چلتا ہے بنا ہے یعنی اس کے غیرات کی صورت یہ ہوئی۔ جاوے جاوے
ہے، جاے ہے، جاوے ہے، اور جات ہے، اور جاتا ہے۔ جاتا ہے موجودہ فصح حال
مطلق ہے۔ باقی صورتیں مختلف حصص ملک میں استعمال میں مگر فصیح نہیں سمجھی جاتیں مگر موجودہ
حال مطلق انھیں سے ترش نرثا کر دین گیا ہے۔ زبان میں افعال اور دیگر اجزائے کلام
کے متعلق اول اول تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں لیکن مرور زمانے کے بعد بعض صورتیں باقی
رہ جاتی ہیں اور وہ خاص خاص حالتوں میں استعمال ہونے لگتی ہیں۔ اصل ماہیت پر
غور نہ کرنے سے دھوکا ہو جاتا ہے۔

حال شرطیہ عموماً مضارع سے ظاہر کیا جاتا ہے جیسے وہ قبول کر لے تو ہے عرت
میںہر سے تو کھیت پنیے۔ بعض حالتوں میں شرط و طرح سے ظاہر ہو سکتی ہے، ایک
حال مطلق سے۔ دوسرے مضارع سے جیسے

۱۔ میٹھ برتا ہے تو کھیت پتپتا ہے

۲۔ میٹھ برستے تو کھیت پنپے

درحقیقت پہلی صورت ایک واقعہ ہے جو شرطیہ صورت میں ظاہر کیا گیا ہے دوسری صورت اصلی شرطیہ حالت ہے جس میں امید اور توقع یا تمنا پائی جاتی ہے۔

مضارع کبھی حیرت و استعجاب اور افسوس کے اظہار کے لیے بھی آتا ہے جیسے

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی غدر ہے

کبھی ہم انکو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

افسوس وہ اتنی دور آئے اور بے مراد چلا جائے۔ یوں پھرین اہل کمال آشفۃ حال افسوس

بعض اوقات اجازت اور طلب مشورۃ کے لیے بھی آتا ہے جیسے اجازت ہو تو اندر آؤں آپ فرمائیں تو وہ جائے۔

بعض اوقات انسان اپنے دل میں مشورہ کرتا ہے اور تکلم کا صیغہ استعمال کرتا ہے جیسے کیا کروں کیا نہ کروں، کیا کیجیے کچھ بن نہیں پڑتی۔

۲۔ یہ دوسری سادہ صورت حال کی ہے۔ امر کے معنی حکم کے ہیں یہ عموماً

حکم اور التجا کے لیے آتا ہے جیسے جاؤ، چلو، دور ہو، تشریف رکھیے۔ اسکا فاعل اکثر مجوز

ہوتا ہے اس لیے کہ مخاطب سامنے موجود ہے۔ علامت مصدر گردینے کے بعد باقی امر

رہ جاتا ہے جیسے کھانے سے کھا، آنے سے آ۔ لیکن بنظر ادب و اخلاق واحد کے لیے جمع

بولتے ہیں جیسے دوسرے افعال میں بھی ہوتا ہے۔ جمع مخاطب امر میں واحد کے بعد وادو یا

آئی بڑھادیے ہیں۔ کرو، بیٹھو، بیٹھیے۔ واحد سواے بے تکلفی، چون یا نوکرون کو خطاب

کرنے یا نظم یا خدا کو خطاب کرے کے دوسرے مواقع پر استعمال نہیں ہوتا

امرین منون میں آتا ہے

- ۱۔ حکم جیسے فوراً جاؤ
- ۲۔ التجا یا تمنا ” براہ کرم تشریف رکھیے۔
- ۳۔ دعا ” بڑی عمر ہو، جیتے رہو۔

علاوہ مخاطب کے غائب کو بھی حکم دیا جاتا ہے، یہ صورت مضارع غائب اور علم غائب کی یکساں ہوتی ہے جیسے اُسے کہو کہ وہاں جائے یا بلا واسطہ جیسے بہتر ہے کہ وہ ایسا کرے، مناسب ہے کہ اس وقت چلا جائے۔ شکم کا صیغہ امر میں بہت کم استعمال ہوتا ہے، کیونکہ کوئی شخص نہ اپنے کو حکم دے سکتا ہے نہ اپنے سے التجا کرتا ہے۔ لیکن خاص حالات میں مثلاً جب آپس میں یا اپنے آپ سے کچھ کہیں یا مشورہ کریں تو البتہ آتا ہے جیسے مجھے چاہیے کہ میں آج چلا جاؤں، چاہیے کہ ہم ایسا کریں، میں وہاں جاؤں یا نہ جاؤں، کروں یا نہ کروں۔ لیکن درحقیقت یہ امرنین مضارع ہے۔

بعض اوقات مصدر بھی امر کا کام دیتا ہے۔ اس سے مزید تاکید مقصود ہوتی ہے جیسے جلدی آنا کہیں رستے میں نہ رہ جانا۔ زیادہ تعظیم کے لیے امر غائب جمع کا صیغہ استعمال کرتے ہیں جیسے آپ تشریف رکھیں، آپ وہاں نہ جائیں۔ کبھی اور زیادہ تعظیم کے لیے امر کے بعد سی اور حمزہ بڑھادیتے ہیں جیسے آئیے، کھائیے وغیرہ۔ جس سادہ امر کے آخر میں سی ہوتی ہے تو وہاں امر تعظیمی کے لیے قبل سی اور حمزہ کے ج بڑھادیتے ہیں کیونکہ دو یا اور حمزہ ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے اس لیے کہ تلفظ میں بہت قوت واقع ہوتی ہے مثلاً کیجئے، لیجئے، دیجئے، پیجئے، چجئے، چونکہ یا اور جا کا اکثر بدل ہوتا ہے اس لیے سہولت کے خیال سے ج کا استعمال ہوا ہے۔ اس صورت میں امر کے آخر کی

یہ بھول بھی معروف ہو جاتی ہے جیسے دینا اور لینا کی سے دیجئے اور لیجئے ہیں۔ کیجئے کر سے نہیں بنایا گیا بلکہ کیا سے یا گیا ہے، یہ صورت جمع مخاطب میں دعا کے لیے بھی استعمال ہوتی ہے۔ مثلاً خدام کو زندہ رکھو۔ مشرکوں پر لعنت ہو جو۔ امر کی تعظیمی علامت سے دراصل پراکرت کی علامت اجا یا اجاسے ماخوذ ہے پراکرت میں یہ علامت مادہ اور حال و امر مستقبل کی آخری حروف کے ساتھ اضافہ کی جاتی تھی۔ پراکرت میں یہ منسکرت سے آئی ہے جہاں التماس والتجا کے لیے استعمال کی جاتی ہے لیجئے دیجئے وغیرہ میں یہ پھر عود کر آئی ہے۔

کبھی اس صورت تعظیمی کے آخر میں مزید تعظیم کے لیے کچھ بڑھا دیتے ہیں جیسے آئیے گا، فرمائیے گا، کیجئے گا۔ یہ درحقیقت مستقبل کی صورت ہے،

کبھی امر مخاطب جمع کی علامت آخر وائے پہلے ایک سی بڑھا دیتے ہیں جیسے رہو سے رہیو، بچو سے بچیو۔ یہ صورت ضامرتو اور رقم کے ساتھ استعمال ہوتی ہے، آپ کے ساتھ نہیں آتی۔ عموماً یہ دعا کے لیے بھی استعمال ہوتی ہے۔ خدام کو زندہ رکھو، مشرکوں پر لعنت ہو جو، مشرکوں پر لعنت ہو جو، دیگیو، دیگیو، کیگیو کی وہی صورت ہے جو لیجئے دیجئے۔ کیجئے کی ہے،

کبھی لیجئے اور دیجئے (بغیر ہمزہ) بھی مخاطب کے لیے استعمال ہوتے ہیں جیسے

آتا ہو تو ہاتھ سے نہ دیجئے

جاتا ہو تو اسکا غم نہ کیجئے

مگر بعض اوقات لیجئے بجائے لین (جمع غائب) کے استعمال ہوتا ہے جیسے جو

کام ہو نہ سکے اس کا نام کیوں لیجئے۔

مراسلام ولیستائین مگر سمجھا

کہ یہ غریب ہے اسکا سلام کیوں بلجے

لیکن ایسے موقع پر اسے مضارع سمجھنا زیادہ مناسب ہوگا۔

امر میں بعض اوقات حکم کا آئندہ تک قائم رہنا پایا جاتا ہے۔ مثلاً خدا کا حکم ہے

کہ چوری نہ کرو۔ قتل نہ کرو وغیرہ۔

بعض اوقات کام کا جاری رہنا پایا جاتا ہے۔ جسے امر دائمی کہتے ہیں جیسے

جیتا رہ، کرتا رہ، جلتا رہ۔ یہ ہمیشہ امر مطلق کے بعد تارہ بڑھانے سے بنتا ہے۔

بعض اوقات حکم میں تشدد اور سختی ظاہر کرنے کے لیے مصدر کے بعد تہوگا بڑھا

دیتے ہیں جیسے تمہیں کرنا ہوگا؟ وہاں جانا ہوگا۔ یہ اکثر ایسے موقع پر استعمال کیا جاتا ہے

جب کسی شخص کو حکم ماننے میں تامل یا انکار ہو۔

مصدر کے بعد پڑیگا زیادہ کرنے سے بھی یہی معنی پیدا ہوتے ہیں جیسے تعین

کرنا پڑے گا، لکھنا پڑے گا، جانا پڑیگا۔ اگرچہ یہ صورتیں بظاہر مستقبل کی معلوم ہوتی ہیں

لیکن درحقیقت امر ہیں۔

۳۔ حال مطلق۔ جس سے زمانہ حال عام طور پر بلا کسی تخصیص کے ظاہر ہوتا ہے

جیسے آتا ہے، کھاتا ہے یہ مادہ فعل کے آگے واحد غائب میں آتا ہے واحد مخاطب میں

آتا ہے جمع مخاطب میں تے ہو اور واحد متکلم میں ہوں بڑھانے سے بنتا ہے۔ جمع غائب

اور جمع متکلم کی ایک صورت ہے وہ آتے ہیں، ہم آتے ہیں، آتے ہیں۔ جائے ہے۔

جائے آتا ہے، جاتا ہے اب متروک سمجھا جاتا ہے، اگرچہ بول چال میں اب بھی مستعمل ہے

۴۔ حال نا تمام۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کام جاری ہے اور ابھی ختم نہیں ہوا

جیسے وہ آرہا ہے، وہ کھا۔ پاسے، مین پڑ رہا ہوں۔

مادہ فعل کے آگے رہا ہے، رہے ہیں، رہا ہوں بڑھانے سے بنتا ہے۔

حالِ ناتمام ایک دوسری طرح سے بھی ظاہر کیا جاتا ہے۔ جیسے مٹاے جاتا ہوں
ایک کو ایک کھائے جاتا ہے۔ اس میں کسی قدر زیادہ زور اور فعل کا پے در پے یا متواتر ہونا
پایا جاتا ہے۔

۵۔ حالِ تمام جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کام ابھی ابھی ختم ہوا ہے۔ جیسے وہ

آیا ہے، پیغام لایا ہے۔ حالیہ تمام کے بعد ہے، ہیں، ہوں، بڑھانے سے بنتا ہے۔

کبھی مادہ فعل چکا ہے، چکا ہوں، چکے ہیں بھی بڑھانے سے حالِ تمام ظاہر ہوتا
ہے جیسے وہ کھا چکا ہے، مین کھا چکا ہوں۔ اس صورت میں مزید تاکید اختتام فعل کی
پائی جاتی ہے۔

۶۔ حالِ احتمالی جس سے زمانہ حال کے کسی فعل میں احتمال پایا جائے۔

جیسے وہ آتا ہوگا یا وہ آرہا ہوگا، آتا ہوگا سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قریب زمانہ میں واقع
ہوگا اگرچہ احتمال ہے اور آرہا ہوگا سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آنے کا فعل جاری ہے
یعنی ظنِ غالب ہے کہ وہ چل دیا ہے، حالتِ رفتار میں ہے اور آنے کی امید ہے۔

کبھی کجا حذف ہو جاتا ہے، اس حالت میں احتمال ضعیف ہوتا ہے۔ جیسے

ممکن ہے کہ وہ آرہا ہو، کیا تعجب ہے کہ وہ آرہا ہو۔

بعض اوقات صورتِ اول سے ماضیِ احتمالی کے معنی بھی ظاہر ہوتے ہیں مثلاً

کرتا ہوگا۔ کیا ہوگا اور کرتا ہوگا میں فرق ہے، کرتا ہوگا سے عادت پائی جاتی ہے مثلاً
ہم کسی سے سوال کریں کہ تم نے کبھی اُسے ایسا کرتے دیکھا، وہ جواب میں کہے میں نہیں جانتا

کرتا ہوگا۔ تو بیان صاف ماضی احتمالی کے معنی ہیں۔

کبھی حال ماضی کے معنی دیتا ہے۔ مثلاً اب بابر ہند پر حملہ کرتا اور راجپوتوں کو شکست دیتا ہے۔ یہ حال حکائی کہلاتا ہے۔ یعنی گزشتہ حالات و واقعات کے بیان کرنے میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے کین مولانا روم فرماتے ہیں۔ یا خدا فرماتا ہے۔ وہ امور یا مسائل جو کبھی باطل نہونگے یا جنکی نسبت ایسا خیال ہے، انکے ساتھ ہمیشہ فعل حال آتا ہے۔ جیسے دو اور دو چار ہوتے ہیں۔ زمین سوچ کے گرد گردش کرتی ہے۔

فعل مستقبل

مستقبل مطلق (۱) جس سے محض زمانہ آئندہ پایا جائے۔

مضارع کے بعد گا (یا گے یا گی) بڑھانے سے بنتا ہے جیسے کھائے گا، لے گا، مگر مصدر ہونا سے ہوگا مشتق ہے۔ پرانی اردو میں ہوے گا استعمال ہوتا تھا مگر اب متروک ہے۔ ہے گا اب بھی بول چال میں مستعمل ہے اور حال یعنی ہے کے معنوں میں آتا ہے، مگر غیر فصیح ہے۔ اسی طرح ہوگا بھی بعض اوقات حال کے معنی دیتا ہے۔ جیسے تجھ سے بڑھ کر بھی کوئی بے وقوف ہوگا (یعنی ہے)

مستقبل مدامی (۲) جس میں آئندہ زمانہ میں کام کا جاری رہنا پایا جائے

جیسے کرتار ہے گا، چلتا رہے گا۔

جو اس شور سے تیر روتا رہے گا

تو ہمسایہ کا ہے کو سوتا رہے گا

حالیہ ناتمام کے بعد رہے گا بڑھانے سے بس جاتا ہے۔

مگر جاتا رہے گا مستقبل مطلق ہے۔ جیسے اسکا کام جاتا رہے گا، اپنے اپنے سے نکل جائے گا یا بگڑ جائے گا۔ اسکا مصدر جاتا رہنا (ضائع ہونا) مصدر مرکب ہے۔

رہے گا سے ایک قسم کا استغنا ظاہر ہوتا ہے۔ جیسے آپ جائے وہ آتا رہے گا، آپ چپ رہے وہ خود بخود پڑھتا رہے گا۔

کبھی ماضی بھی مستقبل کے معنی دیتی ہے، اگر وہ آگیا تو ضرور جاوے گا، وہ آیا اور مین چلا دیان و دونوں ماضیان مستقبل کے معنی دیتی ہیں)۔

کبھی حال بھی مستقبل کے معنی دیتا ہے جیسے مین کل صبح جاتا ہوں (اگرچہ یہ زیادہ فصیح نہیں ہے) مصدر کے بعد والا کالفظ بھی استقبال کے معنی دیتا ہے اور مصدر ہونا کے حال کے ساتھ اکثر استعمال ہوتا ہے جیسے مین کتاب لکھنے والا ہوں، وہ اب جانے والا ہے اس سے قریب کا آئندہ زمانہ ظاہر ہوتا ہے۔

بعض اوقات علامات مستقبل گرجاتی ہے جیسے ایسا کبھی ہوا اور ہو دینے نہ ہوگا،

گا علامت مستقبل جدید تر اس ہے، پراکرت اور قدیم ہندی مین اسکا کہیں پتہ نہیں۔ قدیم ہندی مین زمانہ مستقبل کو مضارع کے ذریعہ سے ظاہر کرتے تھے بلکہ رفتہ رفتہ یہ طریقہ ناکافی سمجھا گیا اور اس لیے زیادہ تر امتیاز کے لیے مستقبل کے لیے ایک الگ علامت قائم کی گئی۔

گا دراصل سنسکرت کے مصدر گام کی ماضی مجہول گتا ہے، اور پراکرت کی گاؤ سے ماخوذ ہے۔ ہندی مین بھی مصدر جانا کی ماضی گیا ہے۔ زمانہ وسطی کے شعرا نے گیا کا اختصار کیا کر دیا۔ جو مذکر مین استعمال ہوا اور گا کی اسکی تائید ہوئی جو بعد مین گی رہ گئی

مصدر کے بعد گاتے کی لانے سے بھی مستقبل مطلق کے معنی پیدا ہوتے ہیں۔
لیکن یہ ہمیشہ نفی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور تاکید ہی معنی دیتا ہے جیسے وہ نہیں
آئے گا، میں نہیں آئے گا۔

فعل کی گردان

فعل کی گردان میں تین باتوں کا لحاظ ہوتا ہے۔ جنس۔ تعداد اور حالت۔

جنس و تعداد

جنس کے معنی تذکیر و تانیث، تعداد کے معنی واحد و جمع کے ہیں۔

اردو میں فعل مذکر و مؤنث کی صورت میں فرق ہوتا ہے۔ واحد مذکر غائب میں آ اور
مؤنث میں ی معروف جیسے آیا اور آئی، تھا اور تھی۔ آتما اور آئی، ہوگا اور ہوگی جمع مذکر
غائب میں تے مہول، مؤنث میں اسکے آگے صرف تن بڑھا دیتے ہیں۔ جیسے آئے اور
آئیں۔ جن افعال میں اصل فعل کے بعد کوئی دوسرا فعل یا علامت لگائی جاتی ہے، انکی
گردان میں ذرا اختلاف ہے مثلاً ماضی بعید و فعل حال مطلق و تمام میں بحالت مذکر اصل
فعل اور علامت دونوں کو بدلنا پڑے گا۔ جیسے آئے آئے، آیا ہے، آئے ہیں، آتا ہے،
آتے ہیں، تو آتا ہے، تم آتے ہو مگر بحالت مؤنث امدادی فعل کو بدلنا پڑے گا۔ جیسے
آئی تھی، آئی تھیں، آئی ہے، آئی ہیں، آتی ہے، آتی ہیں، تو آتی ہے، تم آتی ہو۔

مگر فعل مستقبل میں بحالت مذکر تو یہی صورت قائم رہے گی یعنی اصل فعل اور علامت دونوں
بدل جائیں گے، لیکن مؤنث کی صورت میں اصل فعل تو بدل جائے گا مگر علامت نہیں بدلی
جیسے آئے گی، آئیں گی، آئے گی، آؤ گی، آئے گا وغیرہ

حال امر یہ مین مونث اور مذکر کی کوئی تمیز نہیں۔ جیسے چل اور چلو، مذکر و مونث دونوں کے لیے یکساں استعمال ہوتا ہے۔ تمام افعال کے جمع متکلم مین تذکیر و تانیث کے صیغے یکساں آتے ہیں غالباً اسکی وجہ یہ ہے کہ بالمشانہ باتین کرنے مین تذکیر و تانیث کا امتیاز فضول ہے لیکن جہاں عورتوں وغیرہ کا لفظ یا کوئی اور تقریبہ موجود ہو تو فرق کر دیا جاتا ہے۔ جیسے ہم سب عورتین جائیں گی ہم سب سہیلیاں یا بہنیں جائیں گی۔

حالت

فعل کی تین حالتیں ہیں۔ غائب، واحد، اور متکلم اور ان مین سے ہر ایک کی بہ لحاظ تعداد دو دو حالتیں ہیں، اس لیے کل چھ ہوئیں اور پھر بہ لحاظ جنس کے ان چھ کی دو دو حالتیں ہیں۔ اس لیے ہر فعل کی بارہ حالتیں ہوئیں، ان مین سے ہر ایک کو صیغہ کہتے ہیں۔

گردان افعال

ماضی

۱۔ ماضی مطلق

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
مذکر	وہ لایا	وہ لائے	تو لایا	تم لائے	میں لایا
مونث	وہ لائی	وہ لائیں	تو لائی	تم لائیں	میں لائی

۲۔ ماضی متتام

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
مذکر	وہ لایا تھا	وہ لائے تھے	تو لایا تھا	تم لائے تھے	میں لایا تھا
مونث	وہ لائی تھی	وہ لائیں تھیں	تو لائی تھی	تم لائیں تھیں	میں لائی تھی

۳۔ ماضی ناتمام					
واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
مذکر	وہ لانا تھا یا	وہ لائے تھے یا	وہ لانا تھا یا	تم لاتے تھے یا	میں لانا تھا یا ہم لائے تھے یا
	لایا کرتا تھا	لایا کرتے تھے	لایا کرتا تھا	لایا کرتے تھے	لایا کرتا تھا یا لایا کرتے تھے
مونث	وہ لاتی تھی یا	وہ لاتی تھیں یا	وہ لاتی تھیں یا	تم لاتی تھیں یا	میں لاتی تھی یا
	لایا کرتی تھی	لایا کرتی تھیں	لایا کرتی تھی	لایا کرتی تھیں	لایا کرتی تھی

۴۔ ماضی استمالی					
واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
مذکر	وہ لایا ہوگا	وہ لائے ہوگے	وہ لایا ہوگا	تم لائے ہوگے	میں لایا ہوں گا ہم لائے ہوگے
مونث	وہ لائی ہوگی	وہ لائیں ہوگی	وہ لائی ہوگی	تم لائی ہوگی	میں لائی ہوگی

۵۔ ماضی شرطیہ					
واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
مذکر	وہ کرتا	وہ کرنے	وہ کرتا	تم کرتے	میں کرتا ہم کرتے
مونث	وہ کرتی	وہ کرتیں	وہ کرتی	تم کرتیں	میں کرتی

فعل حال

۱۔ حال قدیم یا مضارع

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
مذکر	وہ لائے	وہ لائیں	تو لائے	تم لائے	میں لائوں ہم لائیں
مونث	وہ لاتی	وہ لائیں	تو لاتی	تم لائیں	میں لاتی

لے ماضی مطلق جمع غائب اور مضارع واحد غائب کی صورت یکساں ہے ال میں فیز کرنا ضروری ہے خصوصاً جبکہ ہمیر غائب واحد اور جمع میں ایک ہی ہے۔

۲۔ حال مطلق

	واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
مذکر	وہ لاتا ہے	وہ لاتے ہیں	تو لاتا ہے	تم لاتے ہو	میں لاتا ہوں	ہم لاتے ہیں
مونث	وہ لاتی ہے	وہ لاتی ہیں	تو لاتی ہے	تم لاتی ہو	میں لاتی ہوں	"

۳۔ حال ناتمام

	واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
مذکر	وہ لارہا ہے	وہ لارہے ہیں	تو لارہا ہے	تم لارہے ہو	میں لارہا ہوں	ہم لارہے ہیں
مونث	وہ لارہی ہے	وہ لارہی ہیں	تو لارہی ہے	تم لارہی ہو	میں لارہی ہوں	"

۴۔ حال مت'م

	واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
مذکر	وہ لایا ہے	وہ لائے ہیں	تو لایا ہے	تم لائے ہو	میں لایا ہوں	ہم لائے ہیں
مونث	وہ لائی ہے	وہ لائی ہیں	تو لائی ہے	تم لائی ہو	میں لائی ہوں	"

۵۔ حال اضافی

	واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
مذکر	وہ آتا ہوگا یا	وہ آتے ہونگے	تو آتا ہوگا یا	تم آتے ہوگے	میں آتا ہوگا یا	ہم آتے ہوگے یا
	آ رہا ہوگا	آ رہے ہونگے	آ رہا ہوگا	آ رہے ہونگے	آ رہا ہوگا	آ رہے ہونگے
مونث	وہ آئی ہوگی یا	وہ آتی ہونگی یا	تو آتی ہوگی یا	تم آتی ہوگی یا	میں آتی ہوگی یا	"
	آ رہی ہوگی	یا آ رہی ہونگی	آ رہی ہوگی	آ رہی ہونگی	آ رہی ہوگی	آ رہی ہونگی

۶-۱ امر

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
وہ لائے	وہ لائیں	تو لا	تم لاؤ	بن لاؤن	ہم لائیں
”	”	”	”	”	”

ذکر
مونث

فعل مستقبل

۱- مستقبل مطلق

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
وہ لائے گا	وہ لائیں گے	تو لائے گا	تم لاؤ گے	میں لاؤں گا	ہم لائیں گے
وہ لائے گی	وہ لائیں گی	تو لائے گی	تم لاؤ گی	میں لاؤں گی	”

ذکر
مونث

۲- مستقبل مدائی

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
وہ لاتا رہے گا	وہ لاتے رہیں گے	تو لاتا رہے گا	تم لاتے رہو گے	میں لاتا رہوں گا	ہم لاتے رہیں گے
وہ لاتی رہے گی	وہ لاتی رہیں گی	تو لاتی رہے گی	تم لاتی رہو گی	میں لاتی رہوں گی	”

ذکر
مونث

طور مجہول

اسے مجہول اس لیے کہتے ہیں کہ فعل کا فاعل معلوم نہیں ہوتا۔

طور مجہول عموماً اور اکثر افعال متعدی کا ہوتا ہے۔

جس فعل متعدی کا مجہول بنانا ہو اس فعل کے ماضی مطلق کے آگے مصدر جاتا ہے

گل میں اسکی سی عمو آئی تو آیا نہ گیا
 ہم کو بین دوش ہوا باع میں لایا نہ گیا (دقیر)
 یہاں گیا کے معنی "سکے" کے ہیں، اگرچہ صورت مجہول کی ہے۔

لیکن بعض اوقات جانا بطور فعل امدادی کے دوسرے افعال کے ساتھ آتا ہے مثلاً
 کھا جانا، ڈر جانا، اُٹھ جانا۔ لہذا ان افعال میں اور طور مجہول میں فرق کرنا چاہیے۔ اس کا
 امتیاز بآسانی اسی طرح ہو سکتا ہے کہ اگر فعل کے ساتھ صورت فاعلی استعمال ہو سکتی ہے تو
 وہ طور معروف ہے اور اگر نہیں ہو سکتی تو وہ طور مجہول ہے۔

طور مجہول میں جو جانا استعمال ہوتا ہے وہ درحقیقت پر اکرت کے طور مجہول سے
 ماخوذ ہے پر اکرت میں طور مجہول کے بنانے کے لیے اِجَّآ ماوہ فعل کے آگے بڑھ کر تین
 (سُسکرت میں علامت مجہول یا ہے) ماڑ واڑی اور غالباً سندھ ہی میں اب تک پر اکرت
 کی اصل کا پتہ لگتا ہے۔ ماڑ واڑی میں طور مجہول کے لیے اِجْوڑ ہاتے ہیں۔ جیسے لڑخو
 یعنی کیا جانا۔ مرور زمانہ اور نیز اصل پر نظر نہ رہنے سے غالباً اِجَّآ کا جانا کا جا
 سمجھا گیا۔ اور رفتہ رفتہ طور مجہول کے لیے جانا استعمال ہونے لگا۔

افعال کی نفی

۱۔ افعال کے شروع میں نہ یا نہیں لگانے سے فعل منفی ہو جاتا ہے۔ مثلاً وہ
 اب تک نہیں آیا، تم کل کیوں نہیں آئے، اُسے کچھ نہ ملا۔

بعض اوقات نہیں بعد میں آتا ہے جیسے میں تمام دن انتظار کرتا رہا مگر وہ آیا ہی
 نہیں، صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں، وہ بیٹھا تو نہیں۔ یہ اکثر تخصیص کے
 موقع پر ہوتا ہے، لیکن نظم میں پابندی نہیں۔

۲۔ نہ اور نہیں کے استعمال میں فرق ہے۔ ماضی شرطیہ اور مضارع کے ساتھ نہیں استعمال نہیں کرتے بلکہ نہ استعمال ہوتا ہے۔ اگر وہ نہ آتا تو خوب ہوتا۔ اگر وہ آئے تو میں کیا کروں، تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا۔

نہ تا کچھ تو خدا تھا اور نہ تو خدا ہوتا ڈبلو یا جھکو ہونے نے نہ تو میں تو کیا ہوتا جہاں شرطیہ کے دوسرے حصہ میں بھی جیسے جزا کہتے ہیں نہیں نہیں آتا۔ جیسے اگر وہ آتا تو اچھا نہوتا۔ بعض اوقات اسکے استعمال میں غلطی ہو جاتی ہے مثلاً ”ہم خدا تجھ کو سمجھتے اگر خودی ہوتی نہ میں اگر بجائے نہیں کے نہ ہوتا تو بہتر اور فصیح تر ہوتا۔ ماضی مطلق میں شرط کے ساتھ بھی اکثر نہیں استعمال نہیں کرتے جیسے اگر اس نے نہ مانا تو کیا ہوگا وہ نہ آیا تو تو ہا چل رنگین اس میں کیا تیری شان گھٹتی ہے

۳۔ حال امر یہ کی نفی نہ اور مت دونوں سے آتی ہے جیسے۔ نہ کر، مت کر۔ مت میں مزید تاکید پائی جاتی ہے۔

۴۔ ماضی مطلق کے ساتھ اکثر اور عموماً نہیں آتا۔ ہے، لیکن بعض اوقات نہ ہی استعمال ہوتا ہے جیسے۔

نہوایز نہو امیر کا انداز نصیب ذوق یاروں نے بہت درد غل میں مارا

اسی طرح ماضی تمام و ناتمام و ختمی کے ساتھ بھی نہیں آتا ہے۔ لیکن جب ماضی احتمالی کی آخری علامت تھا محذوف ہو تو ہمیشہ نہ استعمال ہوگا جیسے ممکن ہے کہ وہ نہ سمجھا اور یہی چلا گیا ہو۔

۵۔ فعل مستقبل کی نفی مثل دوسرے افعال کے آتی ہے لیکن کبھی مصدر کے بعد کا دکی کے، لگا دینے سے مستقبل کے معنی پیدا ہوتے ہیں مگر یہ صورت ہمیشہ

نفی کے ساتھ آتی ہے اور اس سے تاکید مخصوص ہوتی ہے جیسے میں نہیں آنے کا، ہم نہیں آئے کے، وہ نہیں آنے کی۔ ایسی صورت میں نفی کے لیے ہمیشہ نہیں آتا ہے۔
۶۔ نفی حال مطلق میں آخری علامت ہے یا ہن حذف ہو جاتی ہے۔ جیسے میں نہیں آتا، وہ نہیں آتا، اس سے نہیں کہا جاتا۔

کوئی صورت نظر نہیں آتی کوئی اسید بر نہیں آتی

لیکن جب کسی جملہ کے دونوں حصوں میں حرف نفی لا، انقصود ہو تو نہ لکھنا چاہئے۔ اس وقت آخر کا فعل امدادی دینے ہے یا نہیں، نہیں کرنا۔ جیسے نہ خود آتا ہے نہ دوسرے آنے دیتا ہے۔ درحقیقت بیان فعل حال کی نفی نہیں بلکہ جملے کی صورت ہی نہی واقع ہوئی ہے۔ حال تمام کے ساتھ بھی نہیں استعمال ہوتا ہے اور آخر سے فعل امدادی ہے یا ہن گر جاتا ہے۔ جیسے وہ اب تک نہیں آیا (آیا ہے)۔

۷۔ لیے افعال کو جو کسی اسم یا صفت اور فعل سے مرکب ہوں انکی نفی دو طرح ہوتی ہے یا توصیف نفی اسم یا صفت کے اول ہوتی ہے یا فعل کے اول۔ جیسے میں یہ کتاب پسند کرتا، اور میں یہ کتاب پسند نہیں کرتا۔ میں ان باتوں سے نہیں خوش ہوتا اور میں ان باتوں سے خوش نہیں ہوتا۔ ہماری رائے میں فعل کے ساتھ حرف نفی لانا بہتر ہے۔

۸۔ بعض افعال کے آخرین حرف نفی کبھی زائد بھی آتا ہے، مگر اس میں ایک

قسم کی تاکید اثباتی پائی جاتی ہے۔ جیسے آؤ نہ وہاں چلیں، آخر نہیں آیا نہ۔

کیا فرض ہے کہ سب کو لے ایک سا جواب آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی

۹۔ اس فعل امدادی (ہے) کے گرجانیکی وجہ یہ ہے کہ نہیں میں خود یہ فعل (ہے) موجود ہے کیونکہ نہیں مرکب ہے نہ اور۔ میں نے اسے قدیم حال سے اور پہلو سے کی ضرورت نہیں۔

افعال کا تعدیہ

سوائے ایک آدھ کے باقی تمام افعال معدولہ و افعال لازم متعدی بن سکتے ہیں اور متعدی متعدی متعدی جیسے ڈرنا سے ڈرانا، چلنا سے چلانا، یہ لازم سے متعدی ہوئے۔ دنیا سے دلانا، کھانا سے کھلانا، متعدی سے متعدی متعدی۔

اسکے علاوہ ایک قسم متعدی بالواسطہ کی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ فعل کے وقوع کے لیے کسی دوسرے شخص کے واسطہ کی ضرورت ہے۔ جیسے کھانا متعدی کھانا متعدی متعدی، کھلوانا متعدی بالواسطہ۔

۱۔ اول افعال معدولہ و لازم سے متعدی اور متعدی سے متعدی متعدی بنانے کے قاعدے لکھے جاتے ہیں۔

۱۔ عام قاعدہ فعل معدولہ یا لازم کو متعدی اور متعدی کو متعدی متعدی بنانے کا یہ ہے کہ فعل کے مادے کے آگے اَبڑ یا دیا جائے، جیسے چلنا سے چلانا، ملنا سے ملانا، اُٹھنا سے اُٹھانا، پکڑنا سے پکڑانا۔

لیکن اگر ایسے افعال کا دوسرا حرف متحرک ہو تو متعدی بنانے کی حالت میں ساکن ہو جائے گا۔ جیسے گھلنا سے گھلانا، پکڑنا سے پکڑانا، سمجھنا سے سمجھانا۔

ب کبھی مادہ فعل کے آخر حرف سے قبل آ بڑ یا دیا جاتا ہے۔ جیسے نکھنا سے نکھانا، اُترنا سے اُتارنا، اُبھرنا سے اُبھارنا، بگڑنا سے بگاڑنا،

ج۔ کبھی پہلے حرف کی حرکت کو اسکے موافق حرف علت سے بدلنے سے یعنی زبر کو الف سے جیسے مرنا سے مارنا، تپنا سے تاپنا، ٹلنا سے ٹالنا، تھمنا سے تھامنا،

کٹنا سے کاٹنا، زیر کو حی سے جیسے چرنا سے چیرنا، پھرنا سے پھیرنا، گھرنا سے گھیرنا، پسنا سے پسینا، گھسٹنا سے گھسیٹنا، کھینچنا سے کھینچنا، بڑنا سے بیڑنا، پیش کو واؤ سے جیسے مڑنا سے موڑنا، جڑنا سے جوڑنا، کھلنا سے کھولنا، لٹنا سے لوٹنا، گھلنا سے گھولنا۔ ان مصادر میں بعض اوقات ت سے ٹ سے بدل جاتی ہے۔ جیسے ٹوٹنا سے توڑنا، پھوٹنا سے پھوڑنا، پھٹنا سے پھاڑنا۔

د۔ کبھی مصادر چار حرفی میں جبکہ حرف دوم حرف علت ہو تو اس حرف علت کو سا قح کر کے حرف اول کو اسکے موافق حرکت دیتے ہیں اور اُسکے آگے آیا بجاے آ کے لا بڑھا دیتے ہیں۔ جیسے رونا سے رُلانا، پینا سے پِلانا، سونا سے سلانا، دھونا سے دُھلانا، جینا سے جِلانا، جیتنا سے جِتاننا، کھانا سے کھِلانا، اس میں خلاف قاعدہ پہلے حرف کو زیر دیا گیا ہے، جاگنا سے جگانا، بیٹھنا سے بٹھانا، دیا بٹھلانا جو نصیح نہیں، ڈوٹنا سے پہلے ڈبانا آتا تھا، لیکن اب وہ غیر نصیح سمجھا جاتا ہے، آج کل ڈبونا کہتے ہیں۔ اسی طرح بھینگنا سے بھگونا آتا ہے۔

اگر مصدر پانچ حرفی ہے اور دوسرا حرف حرف علت ہے تو حرف علت حذف کر کے پہلے حرف کو اسکے موافق حرکت دیتے اور اسکے آگے آ بڑھا دیتے ہیں جیسے توڑنا سے تڑانا، تیرنا سے ترانا، جاگنا سے جگانا، بھاگنا سے بھگانا۔

۲۔ متعدی بالواسطہ کے بنانے کے یہ قاعدے ہیں۔

۱۔ کبھی علامت مصدر کے اول الف بڑھا دینے سے جیسے کرنا سے کرانا۔

ب۔ کبھی وا بڑھانے سے۔ دوسرا حرف حرف علت ہو تو گر جاتا ہے اور اسکے بجائے اسکے موافق حرکت آ جاتی ہے۔ جیسے تولنا سے تلوانا، اٹھانا سے

اُٹھوانا، دینا سے دلوانا، جھاڑنا سے جھڑوانا۔ تیسرا اور چوتھا حرف علت بھی گرجاتا ہے جیسے نچڑنا سے نچڑوانا بیچنا سے بکوانا آتا ہے، کیونکہ مصدر بمعرفہ اولہ اسکا بکنا ہوتا اس سے متعدی بیچنا ہوا، اور متعدی بالواسطہ بکوانا۔ متعدی بالواسطہ اکثر صورت اول کی طرف عود کرتا ہے۔

۳۔ بیٹھنا سے بٹھانا اور بٹھلانا، دیکھنا سے دکھانا اور دکھلانا، سپکھنا سے سکھانا اور سکھلانا، سوکھنا سے سُکھوانا اور سکھلانا دو دو آتے ہیں لیکن بٹھلانا، سکھلانا، دکھلانا، سکھلانا، زیادہ فصیح نہیں سمجھے جاتے۔ یہی حال بتلانے کا ہے۔

۴۔ بعض مصادر کے متعدی دو طرح آتے ہیں جیسے دینا کا متعدی دانا بھی ہے اور دانا بھی لیکن ان کے معنوں میں فرق ہے، دانا کے معنی چنی کرنے کے ہیں اور دانا کے معمولی معنی ہیں۔

ٹوٹنا لازم ہے، توڑنا اور تڑانا دونوں اسکے متعدی ہیں، توڑنا عام طور پر ہر ایک چیز کے توڑنے کو کہیں گے، لیکن تڑانا صرف اُسی وقت استعمال کریں گے جب کوئی جانور رسی توڑ کر بھاگ جائے۔ جیسے بیل رسی تڑا کر بھاگ گیا۔

اسی طرح گھلنا کے دو متعدی ہیں، ایک گھولنا دوسرا گھلانا۔ گھولنا جیسے دوا یا حکم اور اسی قسم کی اشیا کے متعلق کہیں گے جو پانی وغیرہ میں گھل سکیں لیکن گھلانا ایسے موقع پر بولیں گے جیسے غم نے اُسے گھلادیا۔ طور لازم گھلنے میں بھی یہ معنی پائے جاتے ہیں، لیکن گھولنا جو متعدی ہے اس میں یہ معنی نہیں ہیں، البتہ دوسرے متعدی گھلانا میں یہ معنی ہیں۔

اسی طرح بھولنا اور بھلانا دونوں متعدی بیک معنوں میں فرق ہے

جیسے وہ مجھے بھول گیا، یعنی درازی مدت یا کسی اور وجہ سے، اُس نے مجھے بھلا دیا یعنی جان بوجھ کر۔ وہ لکھا پڑھا سب بھول گیا، اُس نے لکھا پڑھا سب بھلا دیا، پہلے فقرے میں ایسی وجہ ہیں جو اختیاری نہیں ہیں، دوسرے میں ارادہ یا ایسی وجہ پائی جاتی ہیں جو ایک حد تک اختیاری تھیں۔

۵۔ کبھی امدادی افعال کے لانے سے متعدی بنتا ہے۔ جیسے وہ اُسے لے ڈوبا، وہ اُسے لے بھاگا، وہ مجھے آپڑا (دوبنا، بھاگنا اور پڑنا افعال لازم ہیں مگر افعال امدادی کے آنے سے متعدی ہو گئے)۔

۶۔ سنسکرت میں علامت تعدیہ آیا تھی، پراکرت میں آے ہی۔ یہ آے بعض اوقات مادہ فعل کے آگے بڑھادی جاتی تھی، لیکن زیادہ تر پراکرت میں جو سنسکرت میں بعض مادوں کے ساتھ آتی تھی، آ کے اضافہ سے آپے ہو کر استعمال ہوتی تھی۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد پ کا بدل ب اور و سے ہو گیا یعنی آپے سے ابے اور ابے سے اوے ہوا اور یہ ہندی میں وا اور آ رہ گیا۔ مثلاً سنسکرت میں کری سے کار یا پراکرت میں کار سے اور بعد ازان کر اوے (بجائے کراپے) ہندی کرا۔ بعض ہندی مصادر مثلاً بھگوانا اور ڈھوننا اور گڑوانا میں جو واؤ آ گیا ہے وہ درحقیقت وا کا بگاڑ ہے۔

ایک سوال یہ ہے کہ بعض افعال کے تعدیہ میں ل کہاں سے آیا۔ بعض کا خیال ہے کہ صرف کانوں کو اچھا معلوم ہونے کی وجہ سے ل بڑھا دیا گیا، مگر یہ ٹھیک معلوم نہیں ہوتا زیادہ تر قرن قیاس دوسری توجیہ ہے جو یہ ہے کہ سنسکرت کا آے بدل کر آل یا آر ہوا۔ اسکی شاخیں موجود ہیں کہ سی سنسکرت میں ل سے بدل جاتی ہے اور آل اور ر کا بدل ہوتا ہی ہے، اسکے بعد یہ لا رہا ہو گیا چنانچہ ہندی اور پنجابی میں لا اور ہندی میں لا زیادہ تر استعمال ہوتا ہے۔

مرکب افعال

افعال مرکب دو طرح سے بنتے ہیں

۱۔ ایک دوسرے افعال کی مدد سے جنہیں افعال امدادی کہتے ہیں۔

۲۔ دوسرے افعال کو اسما یا صفات کے ساتھ ترکیب دینے سے۔

امدادی افعال

ہندی افعال موجودہ حالت میں ان ترکیبی پیچیدگیوں سے آزاد ہو گئے ہیں جو سنسکرت میں پائی جاتی ہیں بلکہ اب ہندی فعل نے ترکیبی طرز چھوڑ کر تفصیلی طریقہ اختیار کیا ہے، یعنی بجائے خود فعل کے تغیر سے نئے معنی پیدا کرنے کے دوسرے افعال کی مدد سے وہ معنی پیدا کیے جاتے ہیں۔ یہ طریقہ زیادہ آسان اور ترقی یافتہ ہے اور اس سے اسے کچھ نقصان نہیں پہنچا بلکہ امدادی افعال کی مدد سے بیشمار لطیف اور نازک معنی پیدا ہو جاتے ہیں، اور اردو زبان میں امدادی افعال نے بڑی وسعت اور نزاکت پیدا کر دی ہے۔ اکثر اوقات امدادی افعال سے معانی میں جو فرق پیدا ہو جاتا ہے وہ ایسا نازک اور پر لطف ہوتا ہے کہ بیان میں نہیں آ سکتا۔ یہ ذکر زیادہ تر نحو سے متعلق ہے لیکن چونکہ فعل کا بیان یہاں مفصل آچکا ہے لہذا موقع کے لحاظ سے یہ بھی یہیں لکھا جاتا ہے۔

۱۔ سب سے زیادہ کامیاد اور کثیر الاستعمال امدادی فعل جو سنسکرت میں بھی

اس سے اکثر افعال بنتے ہیں۔ مثلاً ماضی ناتمام، تمام، احتمال، فعل حال کے مختلف اقسام اور مستقبل اسی کی امداد سے بنتے ہیں۔



ناکی گردان یہ ہے۔

ماضی	حال	مستقبل
ہوا یا تھا	ہے یا ہوتا ہے	ہو گا

ہونا کی مدد سے جو فعل بنتے ہیں اگرچہ انکا ذکر فعل کے بیان میں ہو چکا ہے لیکن بعض خاص صورتیں ایسی ہیں جو وہاں مذکور نہیں ہوئیں۔ ان کا ذکر بیان کیا جاتا ہے (۲) مثلاً آیا ہوتا یا سنا ہوتا وغیرہ۔ اگر وہ آیا ہوتا تو مجھے ضرور اطلاع ہوتی یہ شرطیہ صورت کے ساتھ زمانہ ماضی کے لیے آتا ہے۔

ماضی شرطیہ یہ ہے اگر وہ آتا تو مجھے ضرور اطلاع ہوتی۔ اسمین اور اسمین کچھ یوں ہی فرق ہے۔ البتہ پہلی صورت میں زیادہ زور پایا جاتا ہے۔

(ب) کیا ہو، سنا ہو۔ جیسے کہیں، تم نے کبھی اسکا نام سنا ہے۔ دوسرا شخص اسکے جواب میں کہے ممکن ہے سنا ہو مگر اس وقت یا نہیں، یا کہیں سنا ہوگا۔

پہلی صورت میں احتمال خفیف ہے، دوسری میں قوی۔ یا مثلاً ممکن ہے اُس نے ایسا کیا ہو۔ اور غالباً اس نے ایسا کیا ہوگا۔

(ج) آتا ہوتا، کرتا ہوتا وغیرہ جیسے اگر وہ ایسا کرتا ہوتا تو اب تک نہ بچتا دیکھنے وہ ایسا نہیں کرتا تھا۔ اگر پڑھتا ہوتا تو آج بڑے عمدے پر ہوتا۔ یہ بھی صورت شرطیہ ہے اور نفی عادت کو ظاہر کرتا ہے۔

۲۔ بعض امدادی افعال تکمیل فعل میں تفسیر ظاہر کرتے ہیں مثلاً دینا، لینا، جاننا، ڈوبنا،

پڑنا، رہنا۔

(۲) دینا سواے چل دینا کے اکثر طور متعدی اور متعدی متعدی کے ساتھ آتا ہے جیسے سمجھا دینا، بتا دینا، نکال دینا، ہٹا دینا۔ بعض صورتوں میں اس میں جبر کی جھلک بھی پائی جاتی ہے جیسے من نے اُسے گھر سے نکال دیا، اٹھا کے پھینک دیا، پٹک دیا وغیرہ۔ (ب) لینا اس میں تکمیل فعل کے ساتھ فاعل کی قربت، فائدہ یا جانب داری ظاہر ہوتی ہے جیسے بلا لینا (یعنی اپنے پاس بلانا) رکھ لینا (اپنے واسطے یا پاس رکھ لینا) اسی طرح سُن لینا، لے لینا، بچا لینا، دکھا لینا (دوسرے کو اپنے فائدہ کے لیے) وغیرہ وغیرہ یہ طور لازم و متعدی دونوں کے ساتھ آتا ہے۔ امدادی افعال دینا اور لینا میں فرق یہ ہے کہ لینا میں اپنا فائدہ یا قرب ظاہر ہوتا ہے اور دینا میں نجات اسکے دوسرے کا فائدہ یا قربت نکلتی ہے، گو یا ایک دوسرے کے برعکس ہیں۔ معانی کا یہ فرق مثال ذیل سے بخوبی عیاں ہے۔

۱۔ میں نے اُسے سمجھا لیا ہے

۲۔ میں نے اُسے سمجھا دیا ہے

پہلے جملے سے ظاہر ہے کہ میں نے معاملہ اُسے اس طرح سمجھا لیا ہے جس میں میرا فائدہ ہے، دوسرے جملے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُسے جو کچھ سمجھا یا گیا ہے وہ اُس کے فائدے کے لیے ہے، یا عام الفاظ میں یوں کہنا چاہیے کہ لینا میں فعل فاعل کی جانب جاتا ہے اور اُس کی غرض ملحوظ ہوتی ہے مگر دینا میں فاعل سے نکل کر مفعول کی جانب پہنچتا ہے جیسے میں نے کتاب میز پر رکھ دی اور میں نے کتاب جیب میں رکھ لی۔ اسی طرح بٹھا دینا اور بٹھا لینا یعنی اپنے پاس، مگر ایسے افعال جیسے پنی لینا کھا لینا میں صرف فعل کی تکمیل ظاہر ہوتی ہے۔

(ج) جانا بکثرت افعال کے ساتھ استعمال ہوتا ہے اور زیادہ تر طور لازم کے ساتھ جیسے ٹوٹ جانا، بکھر جانا، بگڑ جانا، چلے جانا وغیرہ۔ اس سے صرف تکمیل فعل ظاہر ہوتی ہے، اور بعض وقت یہ بھی نہیں بلکہ سادہ فعل کے بجائے عموماً جانا مرکب کر کے بولتے اور لکھتے ہیں جیسے مل جانا، ہو جانا، ٹوٹ جانا۔ جانا سے بعض بہت سی لطیف محاورے بن گئے ہیں مثلاً پانا سادہ فعل ہے لیکن پانا جانا کے معنی ہی دوسرے ہیں یعنی تارنا۔ اسی طرح کھونا سے کھوئے جانا وغیرہ۔

(د) آنا اور جانا میں وہی نسبت ہے جو لینا اور دینا میں ہے۔ آنا بطور امر کے فعل کے بہت کم استعمال ہوتا ہے اور وہ بھی زیادہ افعال ابتدائی یا معدولہ کے ساتھ جیسے بن آنا اور بنا آنا۔ اکثر یہ افعال کے ساتھ آکر تکمیل فعل کے معنی دیتا ہے اور ساتھ ہی ظاہر کرتا ہے کہ فاعل کسی کام کو انجام دے کر واپس آگیا جیسے میں اُس دیکھ آیا ہوں، جو آیا ہوں ان معنوں میں وہ لازم اور متعدی دونوں کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔

(ک) ڈالنا اس میں تکمیل فعل کسی قدر زیادہ زور کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے نیز اس میں جبر کی شان بھی پائی جاتی ہے جیسے مار ڈالنا، مسل ڈالنا، کاٹ ڈالنا بگاڑ ڈالنا وغیرہ۔

(و) رہنا جیسے بیٹھ رہنا، سو رہنا۔ وہاں جا کے بیٹھ رہا، اس سے فعل کا ایک حالت پر قائم رہنا پایا جاتا ہے جیسے وہ سُنتا ہے اور وہ سُن رہا ہے، وہ کھیلتا ہے اور کھیل رہا ہے، آخری صورتوں میں مصروف ہونا اور فعل کا جاری ہونا ظاہر ہوتا ہے، مگر جاتے رہنا کے معنی ہیں تلف ہو جانے اور ضائع ہو جانے کو۔

(ز) پڑنا جیسے دکھائی پڑنا۔ دوسرے معنی اسکے دوسری جگہ بیان کیے جائیں گے
 (ح) بٹھنا اس میں بھی جبر اور زور پایا جاتا ہے جیسے سینے پر چڑھ بیٹھا، لڑ بیٹھا
 ۳۔ چکنا اختتام فعل کو کامل طور پر ظاہر کرتا ہے جیسے کام ہو چکا۔ کام کر چکا۔
 میں خط لکھ چکا۔ وہ کھا چکا۔ ان تمام جملوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کام ختم ہو گیا ہے۔
 ۴۔ بعض افعال سے امکانی حالت اور قابلیت یا اجازت ظاہر ہوتی ہے
 (ا) سکنا۔ جیسے میں کر سکتا ہوں۔ وہ نہیں دیکھ سکتا (اس سے قابلیت
 فعل کی ظاہر ہوتی ہے)۔

وہ نہیں بول سکتا، وہ نہیں جاسکتا، میں نہیں جاسکوں گا (اسکانی صورت ہے)
 اجازت کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے وہ نہیں آسکتا، کیا میں آسکتا ہوں۔
 سکنا کبھی تنہا استعمال نہیں ہوتا، ہمیشہ کسی دوسرے فعل کے ساتھ بطور فعل ایلوئی
 کے آتا ہے۔

(ب) دنیا سے بعض اوقات اجازت کے معنی نکلتے ہیں، جیسے اُسے آنے دو
 اُسے کس نے آنے دیا۔

(ج) کبھی کبھی پانا بھی سکنے اور اجازت کے معنوں میں آتا ہے مگر ہمیشہ مصدر
 کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ جیسے وہ ان کوئی نہیں جانے پاتا۔ (یعنی کسی کو جانے
 کی اجازت نہیں ہے) کیا مجال کہ آدمی ٹھہرنے پائے دھڑکے،

اُڑنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے آج اُس سے کوئی ملنے نہ پایا (نہ مل سکا)

کسی کو اُس شہ خویاں تلک جانا نہیں ملتا

مگر خلوت میں اُسکے ایک میں ہی جانے پاتا ہوں

میان ملنے کے معنی بھی سکنے کے آئے ہیں۔ یہ ہمیشہ مصدر کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔
(د) جاتا بھی کبھی کسے کے معنی دیتا ہے، جیسے مجھ سے جانا نہیں جاتا۔ اُس سے
کھانا کھانا نہیں جاتا۔

۵۔ بعض امدادی افعال سے فعل کے جاری ہونے یا فاعل کی عادت کا اظہار

ہوتا ہے جیسے

(ا) کرنا وہ آیا کرتا تھا، کیا کرتا تھا، آیا کرو۔ اسی طرح رویا کیا، سنوارا کیا۔
(ب) رہنا جیسے وہ بولتا رہا، کہتا رہا، سوتا رہا، وہ کھیلتا رہتا ہے، سوتا رہتا ہے
(ج) جانا بھی کبھی کبھی ان معنوں میں آتا ہے، ہزار منع کرو مگر وہ اپنی سی کسے جاتا ہے
بکے جاتا ہے، ایک کو ایک کھائے جاتا ہے۔

ناامیدی مٹائے جاتی ہے شوق نقشہ جہاں جاتا ہے

خاص یہ صورت عموماً فعل حال ہی کے ساتھ استعمال ہوتی ہے، ماضی میں اسکا
استعمال دوسری طرح ہوتا ہے جیسے وہ پڑھتا جاتا تھا اور میں لکھتا جاتا تھا۔ حال جیسے
پانی بہتا جاتا ہے۔ (یعنی فعل آہستہ آہستہ جاری ہے)

۶۔ بعض امدادی افعال دوسرے افعال کے ساتھ مل کر کسی کام کے دفعہ
ہو جانے یا کرنے کے معنوں کا اظہار کرتے ہیں۔

(ا) بیٹھنا جیسے کہ بیٹھا، کر بیٹھا، وہ ایسے کام اکثر بے سوچے سمجھے کر بیٹھتا ہے۔
اس میں فعل کے یکایک ہو جانے یا بے سوچے سمجھے کرنے کے معنی پیدا ہوتے ہیں۔

(ب) اٹھنا بھی انہیں معنوں میں آتا ہے جیسے بول اٹھا۔

(ج) پڑنا جیسے لڑ پڑا، آ پڑا، جا پڑا۔

۷۔ نکلنا جیسے بہ نکلنا چل نکلا یعنی حالت سکون سے دفعہ حرکت میں آجانے کے معنی آتا ہے۔ ان معنوں میں نکلنا بہت کم استعمال ہوتا اور شاید زیادہ تر نہیں مصدر کے ساتھ آتا ہے۔ آ نکلا اور جا نکلا دفعہ نمودار ہوجانے کے معنوں میں آتا ہے۔

۷۔ لگنا کام کے آغاز کو بتاتا ہے، جیسے کہنے لگا، کھانے لگا، منہ سے پھول جھڑنے لگے۔ مگر یہ صورت صرف ماضی مطلق ہی میں استعمال ہوتی ہے کبھی کبھی حال میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے جب وہ بیان کرنے لگتا ہے تو دو دو گھنٹے دم نہیں لیتا مگر عام طور پر صرف لگا (ماضی مطلق) مصدر کے بعد آنے سے ان معنوں میں آتا ہے۔

۸۔ پڑا (ماضی مطلق) کسی دوسرے فعل کے شروع میں آنے سے فعل میں زور اور کثرت کے معنی پیدا کرتا ہے اور عموماً ایسے افعال کے ساتھ آتا ہے جس میں کام جاری رہنا پایا جائے۔ جیسے منہ سے پڑے پھول بھڑ رہے ہیں، پڑا مارا پھرتا ہے، پڑا روتا پھرتا ہے، باغون کے نیچے نہرین پڑی بہ رہی ہیں۔

۹۔ چاہتا ایک تو فاعل کی خواہش ظاہر کرتا ہے، دوسرے یہ بتاتا ہے کہ کام قریب زمانہ آئندہ میں ہونے والا ہے، مگر اصل فعل ہمیشہ ماضی کی صورت میں رہتا ہے جیسے وہ بولا چاہتا ہے دیکھیے کہا ہوا چاہتا ہے یہ حالت صرف فعل حال میں استعمال ہوتی ہے۔

دل اس بت یہ شید ہوا چاہتا ہے یہ کہہ کھنسا ہوا چاہتا ہے

خواہش ظاہر کرنے کے لیے اصل فعل صورت مصدر یہ کے ساتھ ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ جیسے اس نے بولنا چاہا، وہ بولنا چاہتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

یہی معنی مصدر کے الف کو یائے مجہول سے بدلنے اور اس کے بعد کو اور ہونا کے افعال ماضی و حال ٹھکانے سے پیدا ہوتے ہیں جیسے کہنے کو کہے، جانے کو ہے وغیرہ۔

۱۰۔ چاہنا سے چاہنے بطور امدادی فعل کے مستعمل ہے یہ اخلاقی امر یا فرض منصبی کے

جتنے کے لیے آتا ہے، اور ہمیشہ مصدر کے بعد استعمال ہوتا ہے جیسے انھیں لہاں جانا چاہیئے، تم کو وقت پر حاضر ہونا چاہیئے، انسان کو سب کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چاہیئے۔
۱۱۔ لے فعل کے شروع میں آنے سے اپنے ساتھ کسی دوسرے شخص یا شے کو

لے جانے یا منتلا کرنے کے معنوں میں آتا ہے جیسے لے بھاگنا، لے اوڑھنا، لے ڈوبنا، لے مرنے وغیرہ
۱۲۔ رہا اور چھوڑا جب حالیہ کے بعد آتے ہیں تو اس کے معنی ہوتے ہیں کہ باوجود مشکلات

کے یوری سعی کے ساتھ کام کو انجام دیا جیسے کر کے رہا، مکان بنانے کے چھوڑا۔

۱۳۔ کبھی فعل میں تکرار ہوتا ہے، یعنی دوسرا فعل اسی کا مترادف یا اس کا ہم آواز ساتھ آتا ہے اور معنوں میں زور پیدا کر دیتا ہے۔ جیسے دیکھ بھال کر، سوچ سوچ کر، بہن شام کو ہارا تھکا گھر پہنچا، دھڑلے کے گاڑنے دابے میں مصروف رہے، بیس پاس کے سالہ تیار کر دیا، دہل دہلا کر خاصہ سفید ہو گیا، گرتے پڑتے گھر پہنچ گیا۔ اسی طرح چلنا پھرنا، سینا پرونا، کھانا پینا، رونا دھونا وغیرہ۔

۲۔ اسما و صفات کی ترکیب سے

۱۔ ہندی اسم یا صفت کے ساتھ سادہ مصادر کا آنا جیسے پوچھا کرنا، نام دہنا، بڑا کرنا، اچھا کرنا، دم لینا، دم دینا، دم مارنا، دم توڑنا، رکھوالی کرنا، اُدھار دینا، ڈینگ مارنا، چھلانگ مارنا، مار کھانا، غوطہ کھانا، جاڑا لگنا، تاک لگانا، پتہ لگانا، ہل چلانا، رستہ دیکھنا وغیرہ وغیرہ بکثرت اور بیشمار استعمال ہیں۔

۲۔ فارسی اسم کے ساتھ ہندی مصدر کا آنا جیسے دل دینا، باز آنا، باز رکھنا، دلاسا دینا، پیش آنا، برآنا، برلانا وغیرہ۔

۳۔ عربی اسم کے ساتھ جیسے شروع کرنا، یقین کرنا، یقین لانا، علاج کرنا،

جمع ہونا وغیرہ۔

۴۔ فارسی یا عربی صفت کے ساتھ جیسے قوی کرنا، روشن کرنا، مشہور کرنا ضعیف ہونا وغیرہ۔

۵۔ بعض اوقات ہندی اسماء یا صفات میں کسی قدر تغیر کر کے نا علامت لگادیتے ہیں اور مصدر بنالیتے ہیں۔ جیسے پانی سے پنیا نا، جوتی سے جوتیا نا ساٹھ سے سٹھیا نا، کٹی سے کمیانا، پتھر سے پتھرا نا، ٹھوکر سے ٹھکرا نا، چکر سے چکرا نا، لالچ سے للچا نا، کچے سے کچیا نا، لنگڑے سے لنگڑا نا، بھن بھن سے (جو کھيون کی آواز ہے) بھنجھنا نا، ٹھن ٹھن سے ٹھنٹھنا نا، بڑبڑ سے بڑبڑا نا، بن بن سے بمننا نا وغیرہ۔

۶۔ بعض مصدر اردو میں ایسے ہیں کہ عربی یا فارسی افعال یا اسماء کے آگے ہندی مصدر کی علامت نا لگا کر اردو بنالیا گیا ہے۔

مثلاً فارسی کے فرما سے فرمانا، بخش سے بخشنا، آزما سے آزمانا، نواز سے نوازنا، گرم سے گرانا، نرم سے نرمنا، داغ سے داغنا، خرید سے خریدنا۔ اسی طرح عربی کے بدل سے بدلنا، بحث سے بحثنا، قبول سے قبولنا، دفن سے دفننا، کفن سے کفننا۔

انہوں میں ہے کہ اس طرح سے مصدر بنانے کا رواج جاتا رہا ہے حالانکہ اس سے زبان میں بڑی وسعت ہو سکتی ہے۔

۷۔ بعض اوقات علامت مصدر حذف ہو جاتی ہے، مگر یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ دوسرا مصدر ساتھ ہو۔ جیسے بنا جانا، بنا آنا، بن آنا، لٹا آنا وغیرہ۔

ایک ہم ہیں کہ دیا اپنی بھی صورت کو بگاڑ ایک وہ ہیں جنہیں تصویر بنا آتی ہے

۸۔ بعض مصدر بالکل اسم کے طور پر مستعمل ہیں۔ جیسے کھانا اور تباہنا۔
چوڑیوں کے بیانے کو کہتے ہیں۔

۵۔ تمیز فعل

تمیز فعل متعلق فعل۔ فعل کی کیفیت بیان کرنا اور اس کے آنے سے فعل کے معنوں میں تھوڑی بہت کمی بیشی واقع ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات یہ صفت کے ساتھ اگر بھی ہی کام دیتا ہے۔
چند تعلقات فعل ایسے ہیں جو ہندی ضمائر سے بنے ہیں اور چونکہ وہ سب سے سادہ ہیں لہذا ان کا ذکر اول کیا جائے گا اور ان کے ساتھ اسی قسم کے دوسرے الفاظ بیان کیے جائیں گے جو اس سے بنے ہیں۔

۱۔ زمان۔ اب، جب، تب، کب۔

یہ سب الفاظ سنسکرت سے ماخوذ ہیں۔ مثلاً جب اور تب سنسکرت کے الفاظ یادوت اور تاوت سے بنے ہیں جو براکرت میں جا کر جاوا اور تاوا ہوئے۔

اور ان سے ہندی کے جب اور تب بنے۔ یہی حال اب اور کب کا ہے۔
ان کے علاوہ دوسرے ہندی الفاظ جو تمیز فعل زمان کا کام دیتے ہیں ہیں
آگے، پیچھے، پہلے، آج، کل، پرسون، اترسون، تڑکے، تڑت، انت
سدا، سویرے، پھر۔

فارسی الفاظ ان معنوں میں یہ مستعمل ہیں۔

ہمیشہ، جلد، جلدی، یکایک، اچانک، ناگاہ، ناگمان، بعد از ان، شب و دن

۲۔ مکان۔ یہاں، وہاں، جہاں، تہاں، کہاں۔ یہ الفاظ بھی سنسکرت سے ماخوذ ہیں۔ ہاں یا اَن جو سنسکرت کے لفظ ستھان کا مخفف ہیں جس کے معنی جگہ کے ہیں۔ ضمیری ماڈے کے میل سے یہاں اور وہاں بن گئے۔ کہاں کا کان سنسکرت کے لفظ کانت سے ہے جس کا بگاڑ کد ہے جو اب بھی قصبات و دیہات میں مستعمل ہے اور اسی سے مرہٹی میں اکا دے بنا ہے۔

اس کے علاوہ ہندی میں تیسرے فعل مکان کے لیے یہ الفاظ آتے ہیں آگے، پیچھے، پرے، ورے، پاس، اوپر، نیچے، بھیت، باہر، اندر، ۳۔ سمت۔ ادھر، اُدھر، جدھر، تدر، (ہندی) کدھر۔

۴۔ ان الفاظ کی اصل ٹھیک طور پر معلوم نہیں ہوئی۔ بعض کا خیال ہے کہ پراکرت ضمیر انڈیرہا (سنسکرت اور شا) سے ماخوذ ہیں۔

۴۔ طور و طریقہ، یون، جون، کیون، کیونکر، کیسے (مجھے کیون) یہ الفاظ سنسکرت کے لفظ ایوم پراکرت ایوام سے نکلے ہیں جنکی صورت بعد میں آئی اور آم ہوئی اور ہندی میں یون۔

علاوہ انکے دوسرے الفاظ یہ ہیں ٹھیک، اچانک، دھیرے، ہولے، لگاتار، برابر، تابڑ توڑ، سچ، جھوٹ، موٹ، کسی قدر، تھوڑا، بہت، جھٹ، جھٹ پٹ۔

فارسی عربی کے الفاظ ذرا، تھوڑا، تقریباً خصوصاً، زیادہ، بالکل، سطلق، بعینہ، بجنسہ، ہر چند، سوا، حسب، یعنی من وعن، باہم، فوراً، دفعہ، ناگمان، ناگاہ، یکایک، فی الفور، القصہ، الغرض، فی الجملہ وغیرہ۔

۵۔ برائے تعداد ایکبار، دو بار، وغیرہ اکثر، ایک ایک، دو دو وغیرہ

استنا، جتنا، کتنا

۶۔ ایجاب وانکار۔ ہاں، جی ہاں، نہیں، تو۔

شاید، غالباً، یقیناً، بیشک، بلاشبہ، ہرگز، نہ ہمار، بارے، البتہ

فی الحقیقت۔

۷۔ سبب و علت۔ اس لیے، اس طرح، چنانچہ، کیونکہ، لہذا۔

۸۔ مرکب تمیز فعل۔ کبھی دو تہ فعل مل کر آتے ہیں جیسے کبتک جب

کبھی، جہاں کہیں، جہاں جہاں، کہیں نہ کہیں، کبھی نہ کبھی، ادھر ادھر، اندر باہر

۹۔ بعض اوقات ایک ایک دو دو لفظ مل کر بطور جزو جملہ کے حال کا کام

دیتے ہیں جیسے رفتہ رفتہ، خوشی خوشی، ایک ایک کر کے، روز بروز، آگے دن

گھڑی گھڑی، ہونہو، دھوم دھام، دونوں وقت ملتے، آس پاس، اطراف و

جوانب، جم جم، نت نت، کیون نہیں، الگ الگ، صبح و شام، پوری چھپے آہستہ

آہستہ، جون تون، جون کاتون۔

عربی کے جملے کما حقہ، حتی الامکان، کمائینی، من وعن، حتی المقدور

حاصل کلام، طوعاً کرہاً، آزلام وغیرہ۔

۱۰۔ بعض اسما کے بعد سے، تک، میں وغیرہ آنے سے تمیز فعل بن جاتے

ہیں جیسے کبتک۔ خوشی سے، زور سے، عقلمندی سے، بھولے سے، پھرتی سے

آرام میں، غم میں بیٹھا۔ فارسی کی ب فارسی الفاظ کے ساتھ آنے سے کام دیتی ہے

جیسے بخوشی، بخوبی، بدل و جان۔

۱۱۔ بعض اسماء و اَر کے ساتھ مل کر یہ معنی دیتے ہیں جیسے تفصیل وار، ہفتہ وار، ماہوار، نمبر وار وغیرہ۔

۱۲۔ بعض الفاظ صفات بھی تمیزِ فعل ہوتے ہیں۔ مثلاً خوب، ٹھیک، بجا، درست۔ جیسے خوب کہا۔ بجا فرمایا۔ ٹھیک کہتے ہو۔ درست فرماتے ہیں۔

ہزار اور لاکھ کثرت کے مفعول میں تمیزِ فعل کا فائدہ دیتے ہیں۔ جیسے مینے لاکھ سمجھا یا کچھ اتر نہوا۔ ہزار سر را گر وہ ٹس سے مس نہوا۔ لاکھ طوطے کو پڑ پایا پروہ حیوان ہی کا

۱۳۔ کبھی اسمائے عام بھی تمیزِ فعل کے مفعول میں آتے ہیں جیسے اٹھکون بڑھتا ہے یا سون اچھلتا ہے گھنٹوں چلتا ہے۔ بھوکوں مڑتا ہے۔ جھوٹوں بھی نہ پوچھا (یہ الفاظ جمع میں استعمال ہوتے ہیں)

۱۴۔ بعض اوقات افعالِ حالیہ بھی متعلقاتِ فعل کا کام دیتے ہیں جیسے کھلکھلا کر ہنسنا بلبلا کر رویا۔

حروف

حروف وہ مستقل الفاظ ہیں جو تنہا بولنے یا کہنے میں کچھ معنی نہ پیدا کریں۔ جیسے کو۔ تک۔ جب وغیرہ

اُردو میں انکی چار قسمیں ہیں

۱۔ ربط

۲۔ عطف

۳۔ تخصیص

۴۔ فجائیہ

۱۔ ربط

حروف ربط وہ ہیں جو ایک لفظ کا علاقہ کسی دوسرے لفظ سے ظاہر کرتے ہیں۔

(۱) کا، کے، کی

(۲) نے۔

(۳) کو، تئیں، سے، میں، تک، پر۔

یہ مذکورہ بالا حروف ربط سادہ قسم کے ہیں جو عموماً اس کے ساتھ آتے ہیں اور انکی حالت کا پتہ دیتی ہیں مثلاً (نمبر ۱) حالت اضافی کے لیے (نمبر ۲) حالت فاعلی کے لیے (نمبر ۳) حالت مفعولی انتہائی یا ظرفی کے لیے آتے ہیں۔

اگرچہ لفظ ہر یہ حروف بہت سادہ معلوم ہوتے ہیں، لیکن جب انکی اصل پر نظر ڈالی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ سنسکرت میں مستقل الفاظ تھے لیکن زمانہ کے تغیرات سے رفتہ رفتہ ایسے ہو گئے کہ وہ اب محض ایک سادہ علامت کا کام دیتے ہیں۔ مثلاً کئے جو پرانی اردو میں پاس کے مفعول میں استعمال ہوتا تھا اصل میں کرن یا کرتے سے ہے جس کے معنی کان کے ہیں چونکہ کان قریب کا عضو ہے اس لیے اسکے یہ معنی ہو گئے یہی حال دوسرے حرف کا ہے۔ کا (مذکر واحد) کے (جمع مذکر) کی (واحد و جمع مؤنث) ہما، و ضمائر دونوں کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں۔

یہ لفظ کرتا کی خرابی ہیں جو سنسکرت کے فعل گیری کا مفعول ہے۔ پراکرت میں گیتا کے ساتھ معمولی علامت کا اضافہ کی گئی، بعد ازاں ت عمل گئی اور رسی کا سی ر سے بدل گیا اور لفظ کی صورت کیرا کا ہو گئی پراکرت میں یہ لفظ حالت

اجل سے کہنے ساتھ استعمال ہوتا تھا، رفتہ رفتہ اضافت توٹ گئی اور یہ اسکی جگہ قائم ہو گیا۔ اسی لفظ سے بعد میں کیر، کرا، کو کے نکلے جو قدیم ہندی میں حالت اضافی کے لیے استعمال ہوتے تھے۔ اور انھیں کی مختلف صورتیں برج اور ہندی کے کو، کو اور کا ہیں۔ اور جب انکے شروع سے ک نکل گیا، تو باقی راء اور اسکی دوسری صورتیں ری، رے پیدا ہو گئیں جو ضمیر ذاتی بن صرف تکلم کے ساتھ استعمال ہوتی ہیں۔

نئے صرف فاعل کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ اور وہ بھی افعال متعدی میں سنسکرت کا مفعول لگایا پر اکرت میں لگیو ہوا، وہاں سے ہندی لگے، ایلے، اتے بنے۔ گجراتی اور پنجابی میں نے مفعول اور فاعل دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے لیکن چونکہ ہندی میں مفعول کی علامت کو موجود ہے لہذا نئے صرف فاعل کے لیے مخصوص ہو گیا۔

کو بعض کا خیال ہے کہ یہ بھی کرتا ہے اسی طرح نکلا ہے جیسے گا، لیکن زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ یہ سنسکرت کے ظرف کا کشتے سے بنا ہے۔ کا کشتے کا کشتا سے نکلا ہے جس کے معنی نعل کے ہیں اسی سے پنجابی کچھ معنی نعل ہے اور بنگالی کا چھ بھی اسی سے بنا ہے جسکے معنی اس زبان میں نزدیک کے ہیں کیونکہ نعل سب سے قریب ہے اسلئے اسکے یہ معنی ہو گئے۔ قدیم ہندی میں کا کہہ اور کا کہم ہوا، کا کہم سے معمولی تغیر و تبدل کے بعد کا ہان، کمان، کماؤن، کاؤن اور کو بنا۔

سے سنسکرت کے لفظ سانگے سے ہے جسکے معنی معیت کے ہیں۔

میں سنسکرت کی لفظ مدہیا سے بنا ہے۔ مدہیا کی مختلف صورتیں رفتہ رفتہ مدہیا، مدہی، مہی، مہی، اور ماہ ہوئیں، ان میں دہا یا اور یا سے بدلا اور یا بعد میں اسی ہوئی اور پھر اسی بھی غائب ہو گئی۔

مانجو، جسکے معنی درمیان کے ہیں اسی سے ہے، اسے بن کی صورت میں مانہن،
مہان، مین، مومن، مین، غرض مین آخر میں مہن سے بنا ہے۔

پر سنسکرت کے اُپری سے ہے۔

تک سنسکرت میں ایک لفظ ترمیم ہے جسکی اصل تری ہے اور جو سنسکرت میں
انہیں مینوں میں آتا ہے جیسے اردو میں تک۔ تری کے ساتھ گوانا نہ کیا گیا تو تری کو
ہوا۔ اُگتی تک رہ گیا۔

تک کی بھی اصل ہے تری مین۔ ل سے بدل گئی۔ در اور ل کا
بدل عام طور پر ہوتا ہے، تو تری کو بنا اور تری کو سے تک بن گیا ہندی اور پُرانی اردو اور
اور آج کل کے دیہات میں بھی لگ بمعنی تک کے آتا ہے چونکہ لگ کے معنی قریب
پہنچنے کے ہیں اور تک اور تک حد کو بتاتا ہے کہ اُس تھو سکتے ہیں اسی سے لگ
ان معنوں میں استعمال ہونے لگا۔

تین بھی غالباً سنسکرت کے لفظ تری سے ہے۔

انکے علاوہ اور بہت سے الفاظ ہیں جو حروف ربط کا کام دیتے ہیں خاص کر
وہ الفاظ جو حال کے لیے آتے ہیں انہیں سے اکثر ربط کے واسطے بھی استعمال ہوتے ہیں مثلاً
پاس، تیلے، پیچھے، آگے، بن، بیچ، سمت، اوپر، نیچے، باہر، یہ، ساتھ، سنا
مارے، جیسے (تھارے مارے میں وہاں نہ گیا دھوپ کے مارے سرد کھنے لگا۔

اسی طرح بہت سے فارسی و عربی کے الفاظ بھی حروف ربط کا کام دیتے ہیں
جیسے بغیر، اندر، نزدیک، باعث، واسطے، سبب، سواء، طرح نسبت، بجا، بجز،
موجب، پیش، پس، قبل، اگر، درمیان،

ہندی کے بعض حروف ربط دو درمل کر آتے ہیں اور ایک حرف کا کام دیتے ہیں جیسے وہ چھت پر سے گر پڑا۔ نالی میں سے نکل گیا۔ یہ تو اُس میں کا ہے۔ دیوار پر سے کود گیا۔

۲۔ حروف عطف

حروف عطف وہ ہیں جو دو لفظوں یا جملوں کو ایک حالت میں ملائیں جیسے جو ان اور بوڑھے سے سب تھے۔ ہر کارہ آیا اور خط دیکر چلا گیا۔ میں تو آ گیا مگر وہ نہیں آیا۔ اگر ہم جاتے تو وہ نہ جاتا۔ انکی کئی تئیں ہیں۔

۱، وصل (۲) تردید (۳) استدراک (۴) استثناء (۵) شرط (۶) علت (۷) بیانہ

۱۔ وصل کے لئے اور و کیا.... کیا، کہ، یا۔ اس میں و اور کہ فارسی ہیں۔ مثالیں۔

جوان اور بوڑھے سے سب تھے۔ ہر کارہ آیا اور خط دے کر چلا گیا۔ بادشاہ دوزیر کھڑے ہیں۔ کیا وہ اور کیا تم دونوں ایک ہو۔ اس نے کہا کہ ابھی مت جاؤ اور اور و کے استعمال میں فرق ہے جس کا ذکر نحو میں کیا جائے گا جیسے کوئی ہے یا نہیں۔ کہ بھی انھیں معنوں میں آتا ہے۔ جیسے کوئی ہے کہ نہیں۔

۲۔ تردید نہ نہ، خواہ، چاہے، یا یا۔ نہ وہ آیا نہ تم آئے۔ خواہ تم آؤ خواہ اُسے بھیج دو۔ چاہے رہو چاہے چلے جاؤ۔ یا یہ لو یا وہ۔

۳۔ استدراک۔ پر، لیکن، بلکہ۔

جہاں یہ لفظ آتے ہیں تو جہاں کے مضمون میں جو مغائرت ہوتی ہے ان الفاظ کے آنے سے شک و شبہ رفع ہو جاتا ہے۔ یہ سب سچ ہے پر وہ نہیں ماننا۔ اس نے بہت سی شرطیں پیش کیں لیکن میں نے ایک نہ مانی۔ ایک نہیں بلکہ دو ہیں۔

۴۔ استنسا مگر الّا۔

سب آئے مگر وہ نہیں آیا ، سب آئے تا وہ نہیں آیا

۵۔ شرط جو ، اگر

اور جو تم نے کچھ کہا تو مجھ سے بڑا کوئی نہ ہوگا۔ جو دہائی کی بوجہ ہوتی تو کہیں دچا رہتا (غالب) اگر وہ نہ آیا تو مجھے جانا پڑے گا۔

وہ نہ اور نہیں تو اور تو شرط کے جواب میں آتے ہیں۔

وہ آیا تو آیا ورنہ مجھے خود جانا پڑے گا۔

کچھ کہتے ہو تو کہو نہیں تو میں جاتا ہوں۔

پہلے جملہ میں حرف شرط آتا ہے اور دوسرے جملہ میں جواب کے لیے اگر تو آتا ہے۔ اسی لیے جزا کہتے ہیں۔

۶۔ علت۔ سو۔ پس۔ اس لیے لہذا بنا بریں کیونکہ۔ اس لیے کہ آپ نے اُسے

جانے کا حکم دیا تھا سو وہ گیا۔ اُس نے ہمیں حاضر ہونے کو کہا تھا، پس ہم حاضر ہو گئے

بعض حروف عطف علت و معلول کے لیے جوڑا جوڑا آتے ہیں۔ جیسے۔ چونکہ آپ نہ تھے

اس لیے میں نہ آیا۔

میں وہاں نہیں گیا، کیونکہ آپ نے منع کر دیا تھا۔

میں نے اُسے اپنے گھر بلا بھیجا، اس لیے کہ میں چلنے سے معذور تھا۔

تا اور تاکہ اور مبادا کو بھی اسی ضمن میں سمجھنا چاہیے۔ مثلاً کتاب میں بھیج دیجئے
 تاکہ جلد نیدھوا دون۔ آپ کہہ بھیجئے سارا وہ نہ آئے۔

۳۔ حروف تخصیص

حروف تخصیص جب کسی اسم یا فعل کے ساتھ آنے میں تو ایک خصوصیت یا خاصہ
 پیدا کر دیتے ہیں۔

حروف تخصیص یہ ہیں تہی۔ تو۔ جہی۔ تہر
 کرنی مجھے تکال بھی اسی تو نہ تھی جیسی اب بڑ تری محل بھی اسی تو نہ تھی
 ہیں جہاں سو ہزار ہم بھی ہیں۔

فعل کے ساتھ بھی یہ حرف استعمال ہوتے ہیں۔

کسی نے انکو سمجھا یا تو ہوتا۔ صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں۔

ہر شخص اپنی اپنی فکر میں مبتلا ہے۔ ہر چیز میں کوئی نہ کوئی خوبی ضرور ہے۔

ہر عورت ایک کے ساتھ ملکر آتا ہے جیسے ہر ایک آدمی پر لازم ہے کہ اپنا فرض یا مذاری سے ادا کرے۔ ہر ایک کا یہ مقدور نہیں۔

ہر ایک بات پر کتہ ہونے کو دیکھا ہے تمہیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے

کوئی اور کسی کے ساتھ بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے ہر کسی کے کہنے کا یقین کیونکر ہو سکتا ہے۔

اب تو ہر کوئی تمھاری سی کہنے لگا۔

ہی بعض اسواض و حروف کے ساتھ مل کر مرکب الفاظ بنتا ہے۔ مثلاً

تب ہی کے ساتھ مل کر کبھی ہوا

ج	ہی کے ساتھ مل کر	جی	ہوا
ا	"	ا	
ب	"	ب	
س	"	س	
ک	"	ک	
و	"	و	
ی	"	ی	
د	"	د	
پ	"	پ	
اُس	"	اُس	
اِس	"	اِس	
تم	"	تم	
ہم	"	ہم	
تجھ	"	تجھ	
مجھ	"	مجھ	
تو	"	تو	
میں	"	میں	



۴۔ حروفِ فُجِیَا

وہ الفاظ جو جوہش یا جذبے میں بے تحاشا زبان سے نکل جاتے ہیں۔

جیسے ہن ہن ! اوہو، ہاے وغیرہ۔

مختلف جذبات و تاثیرات کے لیے الگ الگ حروفِ مستعمل ہیں بعض اوقات جملہ ان معنوں میں استعمال ہوتا ہے جیسے ماشاء اللہ ! لو حش اللہ

۱۔ حرفِ ندا - اے، یا، ہوت

اے اور یا کے سوا باقی حروفِ خلافِ تہذیب سمجھے جاتے ہیں۔

اے۔ آہ۔ آجی۔ آہ او۔ بے او۔

عموماً یا تو بے تکلفی میں یا چھوٹے درجہ کے ذلیل لوگوں کے استعمال کیے جاتے ہیں۔

فارسی کی طرح کبھی آف اسم کے آگے بڑھا دیا جاتا ہے۔ جیسے شاہا۔ شاہنشاہا۔ بادشاہا و اعظما وغیرہ۔ مگر یہ حرفِ شعر میں آتا ہے۔ جسے بلاتے ہیں اُسے منادی کہتے ہیں۔

جب منادی جمع کی حالت میں ہوتا ہے۔ تو جمع کا آخری ن گرجاتا ہے۔ اے صاحبو

اے بھائیو! بعض وقت حرفِ ندا محذوف بھی ہوتا ہے۔ جیسے۔ لوگو دوڑو۔ صاحبو یہ کیا بات

منادی بچے مفعول کے آتا ہے، کیونکہ جملہ کا باقی حصہ محذوف ہے۔ مثلاً جب ہم کہتے ہیں

”اُحمد“۔ تو اس کے معنی ہیں میں بلاتا ہوں احمد کو۔

۲۔ خوشی اور مسرت کے لیے۔ اہا، اہو ہو واہ واہ سبحان اللہ ماشاء اللہ۔

۳۔ بچ و تاسف کے لیے۔ ہاے واے، آہ، اُف، اے واے، ہاے رے۔

افسوس۔ حیف، ہیہات۔

۴۔ تعجب کے لیے سبحان اللہ، اللہ اللہ، اللہ اکبر، تعالیٰ اللہ، صلی علیہ
آلہٖ وسلم، اہل-

۵۔ نفرت کے لیے۔ دُر، دُر دُر، دور، دور، استغفر اللہ، معاذ اللہ،
لا حول ولا قوۃ الا باللہ، بہشت، بھیجی۔

۶۔ تحسین و آفرین کے لیے۔ سبحان اللہ، ماشاء اللہ، بارک اللہ، خوب، شاباش،
جزاک اللہ، وہ وا، اللہ اللہ صلی علیہ وسلم، حشمت بدوور۔

۷۔ پناہ مانگنے کے لیے۔ الامان، الخفیط، الامان الامان، توبہ، آمی توبہ، معاذ اللہ،
عیاذ باللہ۔

۸۔ تنبیہ کے لیے۔ ہین، ہین، ہین، ہون، ہون، خبردار، دیکھو، سُنو۔

فصل سوم

مشتق اور مرکب الفاظ

اس فصل میں مشتق اور مرکب الفاظ کا ذکر کیا جائے گا۔

مشتق

مشتق الفاظ میں زیادہ تر سنہری الفاظ سے بحث کی جائے گی فارسی اشتقاق اکثر سنہری سے متا جلتا ہے۔ عربی فی الحال ہماری بحث سے خارج ہے۔

۱۔ اسماء کیفیت

(۱) اکثر افعال کے ماوے دہی عبارت مصدر کے گرجانے کے بعد اسماء کیفیت کا کام

دیتے ہیں۔ مثلاً ہارجیت، مار، پھیر، تاک، سیک، بول، لوٹ، روک، ٹوک وغیرہ

بعض اوقات اعراب کو لٹا کر کے حروف علت کی شکل میں لے آتے ہیں جیسے

اُترنا سے اتار، چلنا سے چال، ٹلنا سے ٹال، ملنا سے میل۔

(ب) ماوے کے آخر میں آ کے بڑھانے سے جیسے جھگڑا، پھیرا، چھاپا۔

رج، ق کے بڑھانے سے جیسے چلن، مرن، کمن، اُترن

بعض اوقات صفات کے آگے ق بڑھانے سے اسماء کیفیت بن جاتے ہیں

جیسے اونچان۔ چوڑان، لمبان۔

(د) ان کے اضافے سے جیسے اُٹھان، لگان، اُڑان، ڈھان۔

(۶) مادہ فعل کے آگے جی (معروف) یا داتی بڑھانے سے۔ لیکن اسمین ہمیشہ اجرت یا مزدوری کے معنی یاے جاتے ہیں۔ جیسے ڈہلائی، جیرائی، ایوانی، دہلائی، سلائی، رنگوانی۔

(۷) اسم یا صفت کے بعد داتی یا تئی بڑھانے سے اسماء کیفیت بن جاتے ہیں جیسے اچھائی، بُرائی، گولائی، بڑائی، چھٹائی، چوری، ٹھگی۔

(۸) ت یا تئی کے بڑھانے سے جیسے بچت، کچت، بھرتی، جُرحی۔

(۹) دٹ۔ ہٹ۔ اٹ کے بڑھانے سے جیسے گھبراہٹ، بناوٹ، رکاوٹ، لگاوٹ وغیرہ

بعض اوقات صفات کے آگے بڑھانے سے بھی اسماء کیفیت بنتے ہیں جیسے چکناہٹ، کڑواہٹ، نیلاہٹ

(۱۰) آؤ کے اضافہ کرنے سے جیسے بچاؤ، چڑھاؤ، چھڑکاؤ، جھکاؤ۔

(۱۱) پآ، پن اور پنا اسم کے آگے بڑھانے سے جیسے نپڑپا، پھٹپا، مٹاپا، لوکپن، بچپن، شہدپن، دیوانہ پن، بچپنا، گنوارینا، چھینا۔

(۱۲) ک کے بڑھانے سے (اسم یا فعل کے بعد) ٹھنڈک، بیٹھک۔

(۱۳) اس کے اضافہ سے جیسے مٹھاس، پیاس، کھٹاس۔

یہ سب ہندی صورتیں ہیں لیکن بعض فارسی ترکیبیں بکثرت استعمال ہوتی ہیں مثلاً گئی کے لگانے سے سببگی، زندگی، مردانگی، دیوانگی (یہ علامت ان فارسی الفاظ کے آگے اضافہ کی جاتی ہے جن کے آخر ہ ہے)

جی کے اضافہ جیسے گری، نرمی، جوانی، روشنی وغیرہ۔

(۴) ہا سے جیسے چرواہا۔
 (۵) وا سے جیسے لیوا (دجان لیوا)۔ مچھوا۔ بھڑوا (کھاڑے سے)
 (۶) اک سے جیسے میراک۔ لڑاک۔ تیراک
 (۷) ہا سے جیسے دہا۔ یا رشتہ کو نہاہ کرنے کے لیے پناہ سنسکت علامت ہے
 (۸) کڑ سے جیسے بھلکڑ کو دکڑ

اسکے علاوہ فارسی علامتیں بھی اُردو میں بکثرت استعمال میں مثلاً
 گر، گار، کار، جیسے کار، گیار، نیگار، زرگر، خامنگار، مددگار، دستکار
 بر جیسے رہبر، دلبر، بیضاہر۔
 بان، وان جیسے بانباں، گاڑی بان، کوچواں اور اسی طرح ہم کہہ سکتے
 ہیں موٹر بان۔

منہ سے جیسے دولہندہ، حاجتہندہ
 ور، آور جیسے جانور، زور آور۔
 ترکی علامات چچی سے جیسے خزانچی، طیلچی، بندہ فچی، باورچی۔
 ۳۔ اسماء آلہ فعل کے بعد ان علامات کے بڑھانے سے بنتے ہیں جیسے
 را، آئی، نا، ن کے اضافہ جیسے دھونکنی، اوڑھنی، بیل، چھلنی۔ اسم کے
 بعد ن بڑھانے سے جیسے دتون
 (ب) آ کے اضافہ سے جیسے گھیرا
 (ج) یل کے اضافہ سے جیسے بھیل
 فارسی میں ہ کے اضافہ سے جیسے دستہ، چشمہ۔ آند سے جیسے انگشتا، دستا

۴۔ اسمے ظرف اسم کے بعد ان علامات کے لگانے سے بنتا ہے۔

(۱) باڑی باڑہ ، وار جیسے بالسن باڑی ، سد باڑہ ، امام بارہ ، رسول باڑی

مقامی واڑہ ، ہڑواڑ ، پھلواری ۔

(ب) ستان ۔ جیسے راجستان ، ہندوستان ۔

(ج) لہ سے جیسے ہمالہ ، سوالہ

(د) آل ۔ پال سے جیسے سسرال ۔ ننہیال ۔

(دھ) سال ۔ سالہ سے ٹکسال ، گھڑسال ، پاٹ سالہ ، دھرم سالہ

(دو) آنہ سے جیسے سمدھیانہ ۔

(دھ) دوار سے جیسے ہردوار ۔

۵۔ تصغیر اسم ان علامات کے اضافے سے بنتی ہے۔

(۱) آ کے لگانے سے جیسے ڈبیا ، پھڑیا ، لٹیا ،

اس قسم کی تصغیر سے اکثر پیار اور محبت کا اظہار ہوتا ہے جیسے بیٹا ، بیٹیا ، بیٹیا

(ب) جی معروف سے جیسے ٹوکری ، رسی ، شیشی ۔

(ج) یا سے جیسے انبیا ، کھٹیا ، تلیا (تال سے)

(د) وا سے جیسے مردوا ، جو روا ، بٹوا ۔

(۴) ٹھی اور ٹا یا را سے جیسے دمڑی (دام سے) ، پلنگڑی ، چڑا ، چڑی ،

گھناری ، کھنڈی ، لنگڑا ، گھنڈا (گھنڈ سے) ، ٹھیکرا (ٹھیک سے) ، گھنڈرا ، جیوڑا ۔

(و) ایلہ ، اولہ سے جیسے دھیلہ (ادھیلہ یعنی آدھے سے) ، گھیلہ یا بھگیلا (بگاہ

سے) ، کھٹولہ ، نندولہ ، گگیلا ، سپولہ (ہندی سپولہ)

د) تآ یا اوآ سے جسے ہر نوٹا ، چوٹا ، بامٹا

ح) نا سے جسے بہتتا ، ڈھولتا۔

ط) ک مہدی اور فارسی دونوں میں مشترک ہے جسے ڈھوک ، مردک ، سینک

ظ) طفاک ، بطح (بطک)

علاوہ ک کے فارسی علامت چّی اور چّہ اردو میں مستقل ہے جسے صندوق

بانچہ ، دنگیچہ ، دپٹی ، نیچہ ، ڈولپی ، نیمچہ ، سیچہ ، دمیچ

۶۔ اب ان صفات کا ذکر کیا جاتا ہے جو دوسرے الفاظ سے مشتق ہیں۔

ا) آ کے اضافہ سے جسے سٹری ، پھاڑی ، دیسی ، بہاری ، اونی

ب) آ کے بڑھانے سے جسے دودھیا ، جھوٹا ، میلا ، جھوکا ، نیلا ،

ج) اک سے جسے لڑاک ، پیراک یا تیراک

د) ایلّا یا ی محروٹ ، جسے پتھرلا ، سرمیلا ، رسیلا ، کیلا ،

ایلا (یا ی محول) سچلا ، رنگیلا ، اکیلا ، سوئیلا ،

ایل ڈرہیل ، پائل ، بوہل ، گھائل ،

ال دودھیل۔

ایرا وغیرہ پچیرا ، میرا ، کیرا ، ہنسوڑ۔

۷۔ یت - پھیت ، کڑکیت۔

دو) وت - بلونت ، بھگونت

ز) مان یا وان جسے بھاگوان ، بدھیمان ، گمنان ، دمنوان

ح) سا سے جسے پیاسا ، روانسا (روکھا) ، ننداسا۔

اسکے علاوہ فارسی کی بعض علامات بھی اسی طرح اردو میں استعمال ہیں جیسے سی

ہندی اور فارسی دونوں میں یکساں استعمال ہوتی ہے اسکے علاوہ

آئے جیسے مردانہ ، سالانہ ، ماہانہ ۔

این جیسے زیریں ، آتشیں ، رنگین ، نکمین ، شوقین ، کمبیں ۔

ناک جیسے غضبناک ، ہولناک ، خطرناک ۔

اسکے علاوہ اسم اور امر سے ل کر سینکڑوں فارسی صفات بنتے ہیں جو اردو میں بلا

تکلف لکھے اور بولے جاتے ہیں ۔

فارسی حروف بے ، برا ، با ، کے ساتھ جیسے بر محل ، بردقت ، برقرار ، بجا ، بیجا

بیدل ، بامدبیر ، بے عقل وغیرہ ۔

علاوہ اسکے ہندی میں اس خوبی کے لیے اور تک برائی کے لیے بعض الفاظ کے شروع

میں آتا ہے (مگر عموماً یہ قیاسی ہے) جیسے سڈول ، سپوت ، پہل ، بچیت ، کیوب ، کڈھپا

مرکب

مرکب الفاظ دو قسم کے ہیں ۔

اول وہ جہاں ایک خاص لفظ دوسرے مختلف الفاظ کے ساتھ خاص معنی پیدا کرتا

ہے اس قسم کے مرکبات زیادہ تر فارسی ہوتے ہیں

دوسرے وہ جب کہ دو مختلف اسم یا ایک اسم اور صفت یا اسم و فعل یا صفت و

فعل مل کر ایک مرکب لفظ بن جاتا ہے ۔ ایسے مرکبات زیادہ تر ہندی ہوتے ہیں ۔



۱

(۱) اول اُن الفاظ کا بیان کرتے ہیں جنکے شروع میں آے سے صفات کی لہی ہوتی ہے

آ دہدی سے جیسے ادھر اُٹل، اٹ

اَن " " اجان، ان، اٹھ، ان گھر

اَن " " اٹھ، نہتہ

اَن " " اٹھ، اٹل

اَن " " اٹھ، اٹل کے ساتھ بھی آتا ہے جیسے اٹھ، اٹل میں سرسبز پتی تھی

اَن " " اٹھ، اٹل

بعض فارسی اور عربی الفاظ بھی اسی طرح تہی کے لیے استعمال ہوتے ہیں جیسے

نَا (فارسی) - نہدی الفاظ کے ساتھ بھی آتا ہے، جیسے نالائق، نادار، ناوقت، ناسمجھ، نایار

بے " " میوش لے کر، میڈھب، بیدل، تبیل، بے خبری

کم " " کمزور، کیاب، کم بخت، کم عقل، کم حوصلہ، کم صلہ

غیر (عربی) " " غیر حاصر، غیر مفید

خلاف " " خلاف عقل، خلاف شرع، خلاف قاعدہ -

اسی طرح بد رنگ، زشت، دوں وغیرہ الفاظ دوسرے الفاظ کے ساتھ آکر دم کے معنی پیدا کرتے

ہیں جیسے بد گمان، بد شکل، بد چلن، تنگ دل، تنگ چشم، زشت رو، زشت خو، دون ہمت وغیرہ -

(۲) مرکب صفات جو اکثر فارسی ہوتے ہیں اور اکثر بطور اسم فاعل استعمال ہوتے ہیں - (اسم کے ساتھ اسم

یا دوسرا اسم اضافہ کرنے سے)

دار کے ساتھ جیسے دلدار، زردار، جاہدار، وفادار، مال دار وغیرہ

بَر کے ساتھ جیسے دلیر، قریب

بار جا باز، سر بار، دغا بار

ساز حیلہ ساز، دمساز، سخن ساز، زمانہ ساز، کا ساز

آوردہ نامور، زور آور، دلاور، قد آور، نام آور

خواہ خیر خواہ، دلخواہ، خاطر خواہ، عذر خواہ

اندیش دور اندیش، خیر اندیش، کوتاہ اندیش، بد اندیش

طلب خیر طلب، مرست طلب، ستہرت طلب

شناس مر شناس، ادا شناس، مردم شناس، قدر شناس، سخن شناس

دان قدر دان، سخن دان، سائنس دان، کاروان، مزاج دان

فہم سخن فہم، شعر فہم، معاملہ فہم

یوین عیب یوین، خطا یوین، یرودہ یوین، خوان یوین

بخش خطا بخش، زہد بخش، محبت بخش

پرست آشنا پرست، زن پرست، شکم پرست، بت پرست، خدا پرست

فروتن خود فروتن، یار فروتن، دل فروتن

گیر جہاگیر، عالمگیر، دست گیر، دلگیر، دہن گیر، گلوگیر

خوار خود خونخوار، دانہ خور، مغوار، شراب خوار، بسیار خوار

گو راست گو، دروغ گو، کم گو، پوچ گو

جو عیب جو، جنگ جو، نام جو

بین با یک بین، عیب بین، خورد بین، آخر بین، پیش بین

نشین کے ساتھ جیسے دل نشین، خادہ نشین، ذہن نشین۔

ربا " " دلربا، ہوسنس ربا، اندوہ ربا۔

چین " " نکتہ چین، سخن چین، عیب چین، خوش چین۔

دین " " خونریز، شکرریز، ہرگ ریز، زردریز، گوہرریز۔

فتان و فتنان " " گلشن فتنان، نورافشان، ورافشان، اشک فشان

سوز " " جگرسوز، دل سوز، عالم سوز، جہان سوز۔

کن " " بیخ کن، گودکن، اسم فاعل،

زودہ " " غم زودہ، آتش زودہ، قحط زودہ۔

آلودہ " " خون آلودہ، گرد آلودہ، شکر آلودہ۔

زن " " لاف زن، نیست زن

آزار " " دل آزار، مردم آزار، خلق آزار،

افروز " " دل افروز، بزم افروز، جان افروز، عالم افروز،

افراد و افراد " " گردن افرازا، سرافرازا (سرفرازا)

آموز " " علم آموز، جنگ آموز، نو آموز

امیز " " خاک آمیز، گلاب امیز، مکر آمیز، مصلحت آمیز،

انگیز " " فتنہ انگیز، آتش انگیز، بغاوت انگیز،

پرورد " " عزیز پرورد، امیر پرورد، شریف پرورد، ہندہ پرورد، ناز پرورد، زمان پرورد، سخن پرورد

نواز " " غریب نواز، ہندہ نواز، ذرہ نواز، پلک نواز،

پرداز " " سخن پرداز، معنی پرداز

گشا کے ساتھ جیسے ، گشا ، متکل گشا	
گداز	دل گداز ، تن گداز ، جان گداز
منہ	خوشنما ، بد نما ، خود نما ، انگشت نما -
بوس	خاک بوس ، قدم بوس ، دست بوس ، پابوس -
لیس	کاسہ لیس ، رکابی لیس
بار	برو بار ، زیر بار ، گراں بار ، شکبار
رو	تیز رو ، سبک رو ، کم رو ، گرم رو
دوڑ	زمین دوڑ ، دل دوڑ
رس	فریاد رس ، سخن رس ، شاہ رس ، دربار رس ، دادرس -
اسی طرح بعض خاص اہم دوسرے ہمارے ساتھ آنے سے ہی معنی پیدا کرتے ہیں مثلاً	
دوست کے ساتھ جیسے	غریب دوست ، وطن دوست ، خانہ دوست
دشمن	آہستہ دشمن ، ذہن دشمن
فریب	دل فریب ، مردم فریب ، ابلہ فریب
مائل	سبزی مائل ، زردی مائل ، سرخی مائل ، رنگ کے لیے
گون	نیلگون ، گلگون
قام	گل قام ، نیل قام
خوش	خوشرو ، خوش خلق ، خوش مزاج ، خوشنما -
نیک	نیک دل ، نیک طینت ، نیک مزاج
خوب	خوبصورت ، خوب شکل

خود	لفظ کے اول میں	خود نما، خود پسند، خود غرض، خود فریب، خود روا
صاحب	”	صاحب نصیب، صاحب شعور، صاحب دل، (بطور اسم متعدی)
اہل	”	اہل دل، اہل کمال، اہل علم وغیرہ دیا لفظ ہمیشہ جمع میں استعمال ہوتا ہے
کار	”	بدکار، نیکوکار
نیم	کے ساتھ جیسے	نیم نخت، نیم جان، نیم بسمل، نیم بریان، نیم مردہ، نیم مطلق (اسم)
تقابل	تسین و تعریف، لائق انعام، لائق تکریم وغیرہ۔	ترکیب اضافی لائق اور قابل کے ساتھ جیسے قابل سزا، قابل علاج، قابل دلو، قابل شکر
۳،	بالکل، سیطرہ، اسم فاعل بھی بنتے ہیں، بلکہ اکثر اوقات صفات واسمائے فاعل مشترک ہوتے ہیں مثلاً	
کے ساتھ جیسے	میغیر، رہبر وغیرہ	
بردار	”	عصا بردار، حقہ بردار، علم بردار، حکم بردار
گر، کا	”	کار گیر، نیل گر، زرگر
کار	”	دستکار، کاشتکار، پیشکار، قلمکار
دار	”	زمیندار، قرضدار، چوہ دار، دکاندار
باز	”	مرغ باز وغیرہ
کشت	”	جرب کشت، تار کشت، آ رہ کشت، باد کشت
پوش	”	سرپوش، یلنگ پوش، پاپوش
فروش	”	میوہ فروش، سے فروش
خوان	”	قصہ خوان، مسل خوان، مرغیہ خوان، فارسی خوان

انداز کے ساتھ جیسے	گولنداز، تیر انداز، برق انداز، زیر انداز یا انداز
نشین	جانشین، فیل نشین، کرسی نشین، تخت نشین
رہا	کاہ رہا، آہن رہا
کن	گور کن، لیشہ کن
دوز	خیمہ دوز، چکن دوز، کفش دوز
شو	مردہ شو، یا شو
پہی	خزا پنھی، اوپھی، طسورچی، طبلیچی

یہاں صرف وہی فارسی ترکیبیں بیان کی گئی ہیں جو اکثر سما خاص الفاظ کے ساتھ آکر خاص معنی پیدا کرتے ہیں اسی ڈھنگ سے دوسرے نئے الفاظ بنانے میں مدد مل سکتی ہے۔ مختلف الفاظ کے باہم ملنے سے جو الفاظ مرکب بنتے ہیں اُن کا ذکر آگے کیا جاتا ہے۔

۲

اُردو میں جب دو مختلف لفظ مل کر ایک بن جاتے ہیں تو اسکی دو حالتیں ہیں۔
 ۱۔ دل بہ لحاظ ترکیب لفظی، یعنی جب دو لفظ مل کر ایک ہوتے ہیں تو لفظ کی صورت کیا ہوتی ہے۔

دوسرے۔ لحاظ معنی یعنی معنی کے لحاظ سے ایسے الفاظ کی کیا حیثیت ہوتی ہے۔
 ۱۔ اہل تم پہلی حالت کا بیان کرتے ہیں اور وہ ہمارے خیال میں بہت ضروری ہے تاکہ آئندہ جو سے الفاظ ہم بنا نا چاہیں تو وہ اسی ڈھنگ پر ہوں اور غیر مانوس نہ معلوم ہوں اور آسانی سے لڑکے ہو سکیں۔

۲۔ دو لفظ مل کر اپنی اصلی حالت قائم رکھتے ہیں اور انہیں کوئی تغیر واقع نہیں ہوتا

جیسے بھلا مانس، ان داتا، کرن پھول، کارخانہ، کارچوب، مانس گند، گوراساہی، مانگڑو، دیاسا،
 (۲۲) الف ممدودہ کا مدگر جاتا ہے اور صرف سادہ الف، سجاتا ہے جیسے ادھ کچرا،
 ادھ کھلا، ادھ مست لائمرس۔

(۳) حب دو لفظ ملتے ہیں تو پہلے لفظ کے آخر کا آ یا آتی گر جاتی ہے جیسے ادھ کچرا،
 ادھ کھلا وغیرہ الف کے گرنے کی مثالیں بڑھائی، بڑپن، بڑبنا، بڑدستا، بڑکتا، بڑما، بڑمنی،
 بڑمنہا، بڑتیج ہو، بڑتیج د، ماد، کپڑ جین، کپڑ گند، کچ پیدا، کچ لہو، کھٹھی۔

(۴) بیج کا حرف علت گر جاتا ہے جیسے پت پھر، پت یلی، پت گھٹ، پت کپڑ، پت کٹی،
 دیان کا مخفف، بہت پھیری، بہت چٹ، مت کڑی، تہکند، دہن کٹی، کن ٹوب، کن چھین،
 گل جبتا، گل تکیہ، گل بچھے، گل مالا، گل بیولا، کن رس، کن رسیا، کن کٹا، ست نجا،
 کن چٹا، پت کال، تل چٹا، تل تل کا مخفف ہے، پیچھیل، پیچھدار، پھلپھری،
 (۵) بیج اور آخر کے دونوں حرف علت گر جاتے ہیں جیسے گھر بھل، گھر چڑھا،
 گھر دوڑ، گھر ناؤ، گھر دھنا۔

(۶) دونوں لفظوں میں حرف علت کا گرنا جیسے بگٹ، بھمنسا، بھمنسات
 (۷) جب پہلی لفظ کا آخر حرف اور دوسری لفظ کا اول حرف ایک ہوں تو ایک
 گر جاتا ہے جیسے کچا لو، نکٹا۔ ہر تال میں ہر تال کا مخفف ہے ٹ اور ت کے یکجا آنے سے
 ٹ ٹ سے بدل گئی۔

(۸) اسم فاعل یا صفت یا اسم عام ہانے کی غرض سے آخر میں الف یا مونث کے
 لیے سی بڑا دیتے ہیں جیسے چوبغلا، کن رسیا، لم ڈھیا، مرکندا، مراور کن سے
 مرکب ہے کھ کے معنی ٹکرے کرنے کے ہیں، ست لڑا، ست ماسا، ست نجا، انگر گھا،

بڑولنا بڑسہوا، بڑمسی، گٹھ کٹا، کن یٹنا، کن کٹا، ٹھربھونجا (بھڑبھاڑ کا مخفٹ ہے اور بھونجنا کے معنی بھوننا کے ہیں)

(۹) بعض اوقات دو لفظوں کے بیچ میں آحرف نسبت یا تعلق کے لیے بڑ ہا دیتے ہیں جیسے ٹیٹا محل، ہیرا پھیری، بیچا بیچ، دڑا دڑ۔

(۱۰) بعض الفاظ عجیب طرح سے مرکب ہوئے ہیں مثلاً پھیل، اصل میں پھول تیل تھا۔ پھول میں سے و کو اور تیل میں سے ت کو حذف کر کے ایک لفظ بنا لیا۔ اسی طرح بھتیجا اصل بھائی جا با اور بھانجا بن جایا تھا۔
 لیون لوپے چورے سے ہے۔

(۱۱) آندھ کے معنی ہندی میں بڑے ہیں۔ اس سے کئی لفظ مرکب بنے ہیں۔
 مثلاً حیراند، بساند، سڑاند

(۱۲) ہندی میں مرکب الفاظ کی سب سے بہتر ترکیب ہندی اعداد میں نظر آتی ہے جسے ہم بالتفصیل صرف کے حصے میں لکھ چکے ہیں۔



یہ ہندی ترکیبیں قریب قریب اسی قسم کی ہیں جو سنسکرت میں پائی جاتی ہیں۔ لہذا انکی تقسیم بلحاظ سنی کے اسی صورت سے کی جاتی ہے جو سنسکرت میں ہے۔
 اول مرکبات تابع، جنہیں الفاظ کا تعلق اسم کی حالت کے تابع ہوتا ہے۔
 دوم مرکبات ربطی، جنہیں الفاظ کا تعلق حرف ربط سے ظاہر ہوتا ہے۔
 سوم مرکبات توصیفی، جنہیں صفت کسی دوسرے اسم سے مل کر آتی ہے۔
 چہارم مرکبات اعدادی، جنہیں اول جز عدد ہوتا ہے۔

نجم مرکبات تیزی، جنہیں پہلا جز متعلق فعل ہوتا ہے۔

اب ہم ان کی تفصیل ذیل میں لکھتے ہیں۔

اول مرکبات تابع اسما کی حالات کے مطابقت کے لحاظ سے مختلف قسم کے ہیں۔

(۱) تابع مفعولی جو عام طور پر مستعمل ہے، اس میں دوسرا جز اسم فاعل یا فعل ہوتا ہے اور پہلا جز حالت مفعول میں دوسرے کے تابع ہوتا ہے۔ جیسے ہٹ مار، جھڑپ مار، آن داتا، تل چٹا، کٹہ بھوڑا، گٹھ کٹا۔

(۲) تابع انتقالی، جن میں پہلا لفظ دوسرے سے تعلق انتقالی رکھتا ہو جیسے دیس نکالا، پھیل، دوغلا۔

(۳) تابع اضافی، جن میں پہلا جز دوسرے جز سے تعلق اضافی رکھتا ہو۔ یہ مرکبات کثرت سے مستعمل ہیں۔ جیسے لکھتی، پن گٹ، پن چکی، امرن، کن رس، کٹھ پتلی، راجپوت، سوت جلا پا، بھینچ ہو، کس ٹوپ، مت جھڑ، کیڑ گند، مانس گند، ہٹ کڑی، راج سہٹ وغیرہ وغیرہ۔

(۴) تابع ظانی، جن میں پہلے لفظ کا تعلق دوسرے سے بہ لحاظ مقام کے ہو جیسے گھڑ چڑھا، سرگ باسی، بن باسی، بن مانس، جل مانس، جل گٹر، اوپر والا، اوپر والی، درم مرکبات ربطی، وہ ہیں جن کے پہلے اور دوسرے جز میں صرف ربط واقع ہوتا ہے جیسے ٹیا محل، دڑا دڑا، اینچا تانی، بھاگا بھاگ، شرما سڑی، آب و ہوا، اس قسم کے فارسی مرکبات بکثرت مستعمل ہیں،

(۵) اکثر اوقات حرف ربط محذوف ہوتا ہے جیسے مان باپ، وال روٹی، تپٹ، آن جل، دل گردہ، بل تال، جوڑ توڑ، گھر بار، خاک دھول، جوتی پزار، دم درو، دلاس، دم دم وغیرہ

(۲۲) اجتماع ضدین جیسے ہارحیت، کمیتی بڑھتی (کمی بیشی) سر پہر، دن رات، جوڑ توڑ
بڑا اٹھا،

(۲۳) نفطی مناسبت اور قافیہ کے لحاظ سے جیسے دم خم، رونا دھونا، بھولا بسرا، تانا بانا
بھولا بھٹکا، یاس پڑوس۔

(۲۴) مذکر کا مؤنث بنا کر بڑھا دیتے ہیں جیسے دیکھا دیکھی،

(۲۵) مراد الفاظ جیسے رونا جھینکنا، انچا مانا، بھول چوک، دیکھ بھال، چھان بین،
سوچ بچار، بھلا چنگا

کبھی ہندی فارسی مل کر آتے ہیں جیسے تن من

(۲۶) ایک ہی مادہ کے دو لفظ جیسے چال چلن،

اسی ضمن میں توابع مہمل بھی آ سکتے ہیں، جو بول چال میں کثرت استعمال ہوتے ہیں
اسکی صورت یہ ہے کہ ایک ہی لفظ کو اس طرح دُہرایا جاتا ہے کہ یا تو پہلا حرف گرا دیا جاتا
ہے، یا پہلے حرف کے بجائے کوئی دوسرا حرف قائم کر دیا جاتا ہے، یا درمیانی حرف علت
میں کچھ تبدیلی کر دی جاتی ہے۔ اس سے نئے نئے مذکور کے تعلقات و لوازم کا بیان مقصود
ہوتا ہے۔ مثلاً روٹی روٹی یعنی روٹی اور اُسکے ساتھ کی دوسری چیزیں۔ یا ڈیرے
ویرے

(۲۷) اکثر یہ ہوتا ہے کہ پہلے حرف کو واؤ سے بدل کر دہرا دیتے ہیں جیسے روٹی روٹی
ڈیرے ویرے، پانی والی، کاغذ و اغد، شکر و کر و غیرہ۔ یہ طریقہ قیاسی ہے اور تقریباً
ہر لفظ کے ساتھ استعمال ہو سکتا ہے مگر باقی طریقے سماعی ہیں جنکا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے
(دب) علاوہ اسکے توابع عموماً الفاظ کی مناسبت یا کسی قدر قافیہ کے لحاظ سے بھی آتے ہیں

جیسے بچا کچھ، میل کچھ، ٹالا بالا، ٹال ٹول، لت پت چور چکاری، لوگ باگ
(ج) بعض اوقات صرف پہلے ایک دو حرف ایک سے ہوتے ہیں اور باقی بدلے ہوئے ہوتے
ہیں جیسے دانہ دُنکا، گالی گلوچ، سودا سلف،
(د) کبھی کلمہ اول ہی کو کھینچ تان کر دہریانی حرف علت کو بدل کر تالیع بنا لیتے ہیں جیسے ٹیپ
ٹاپ، ٹھیک ٹھاک، ڈیل ڈول، تول تال،
(ه) کبھی تالیع اول آجاتا ہے جیسے ادلا بدلی، آمنے سامنے، آس پاس، ارد
گرد۔

سوم مرکبات تو صیفی وہ ہیں جنہیں کوئی صفت یا کوئی لفظ بطور صفت کے دوسری
لفظ سے مل کر آئے۔ جیسے بھلا مانس، کن کٹا، نکٹا، مہاراجہ، مہاراج، کلجگ، پریشور
(پریم بڑا، البشور۔ خدا) کچھ ہو، کل جٹھا، کن جھٹا، کن رسیا، لم ڈھینگ، لم ڈھیا
بڑکٹا، ادھ مو، کھٹھٹھا، لکھ لٹ۔

بعض علامات ہندی لفظ کا جز ہیں خصوصاً ک و ذم کے لیے، اور س و صف کے لیے،
جیسے کپوت، سپوت، کدھپ، سڈول، سلونا، بیٹی، سودیشی۔ انکا ذکر علامات میں ہو چکا ہے۔
کبھی اسم بھی صفت کا کام دیتا ہے۔ جیسے راج ہنس، لاٹ پادری۔ یہاں راج اور لاٹ
بطور صفت آئے ہیں۔

چارم مرکبات اعدادی وہ ہیں جن میں پہلا جز عدد ہوتا ہے۔ ہندی اعداد و وجہ کو
دیکھا جائے تو درحقیقت سب سے عمدہ مثال مرکبات کی ہے۔ اسکا مفصل ذکر ہم صفات
میں دے چکے ہیں یہاں ہم صرف چند مثالیں مرکبات کی دیتے ہیں جن میں ایک جز
عدد کا ہے جیسے

۱۔ نحو تفصیلی

تعداد

اگرچہ واحد سے ایک اور جمع سے کئی کا ہونا پایا جاتا ہے لیکن اس عام قاعدے میں بعض صورتیں مستثنیٰ بھی ہیں۔ مثلاً

(۱) تعظیم یا عظمت کے لیے جیسے حضرت ہمارے بڑے ہیں یا ہماری آنکھوں کے

ہمارے ہیں۔

(۲) بعض الفاظ اگرچہ واحد ہیں مگر زبان کے روزمرہ اور محاورے میں جمع

استعمل ہیں۔ جیسے

بچے کے ختنے ہو گئے (واحد بھی استعمال ہے)
اُنکے دستخط پڑے نہیں جاتے (بعض لکھنوت بھی لکھتے ہیں)

فتنے

دستخط

اس لفظ کے کیا معنی ہیں۔

معنے

اس کتاب کے کیا دام ہیں

دام (معنی قیمت)

اس کے بھاگ کھل گئے۔

بھاگ (معنی نصیب)

تے میں پت نکلے۔

پت

کرم بھوٹ گئے۔

کرم (نصیب)

نصیب جاگ اُٹھے (واحد بھی استعمال ہے)

نصیب

اسکے کو تک اچھے نہیں۔

کو تک

تمہارے کرتوت اچھے نہیں۔

کرتوت

یہ دلیا میں رہنے کے لچھن نہیں ہیں۔

لچھن

آج اکلے درشن نہیں ہوئے۔

درشن

اور سان خطا ہو گئے۔

اور سان

مسین بھگی ہیں۔

مسین

اسی طرح والد اور آبا بھی ہمیشہ جمع مستعمل ہوتے ہیں۔ واحد کنا ہو تو باوایا باپ کہیں گے۔ مثلاً

آپ کے والد کہاں ہیں؟۔ تمہارے آبا ہیں یا گئے؟

تمہارا والد یا تمہارا آبا کنا ٹھیک نہوگا۔

(۳) بعض الفاظ جو بطور استعارہ جانوروں اور دیگر اشیا کی تعداد کے ساتھ آتے ہیں وہ

واحد مستعمل ہوتے ہیں۔ جیسے چار زنجیریل۔ چھ راس گائے۔ ہفت دانہ سیب۔ دس نفر مزدور

پچاس جلد کتب۔ بیس عدد زین۔ چار منزل گاڑی وغیرہ۔

لیکن دانہ اور جلد اُردو ترکیب اضافی میں بصورت جمع بھی مستعمل ہیں۔ مثلاً

میں دانے سیب کے۔ پچاس جلدین کتابوں کی۔

(۴) اکثر واحد الفاظ جن کی جمع عام طور پر مستعمل ہے تعداد غیر معین مثلاً دسوں

بیسوں۔ سیگڑوں۔ ہزاروں۔ لاکھوں۔ کروڑوں یا صد ہا ہزار ہا۔ لکھو کھا کے ساتھ

واحد استعمال ہوتے ہیں اور معنی جمع کے دیتے ہیں اور انھیں معدون میں یہ الفاظ جمع کی

صورت میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے

ہزاروں مکان جل گئے

ہزار ہا مکان جل گیا

ہزاروں روپے بگڑ گئے

ہزاروں روپیہ بگڑ گیا

صد ہا تماشائی موجود تھے

صد ہا تماشائی موجود تھا

قحط میں سیکڑوں جانور بھوکا مر گیا فحط میں سیکڑوں جانور بھوکے مر گئے
تعداد معین کے ساتھ بھی یہ استعمال جائز رکھا گیا ہے جیسے

دس ہزار گوریا پڑے۔ پانچ ہزار سوار اتر ہوا ہے۔ پندرہ ہزار پیدل کھیت رہا۔
پانسو آدمی کھڑے۔ ایک ہزار کرسی پٹی ہے۔ اسی طرح انھیں جملوں میں یہ الفاظ جو استعمال
ہوئے ہن جمع میں بھی استعمال ہو سکتے ہیں جیسے دس ہزار گورے پڑے ہن وغیرہ وغیرہ
یہی حال مقداروں کا ہے جیسے سیرن سنون غلہ پڑا ہے۔ یا مقداروں کے لیے جیسے گھٹن پڑن ہون وغیرہ
(۵) بعض اسما سولے خاص صورتوں کے ہمیشہ واحد استعمال ہوتے ہیں۔ اور صورت
جمع استعمال نہیں ہوتی۔

(۲) اسمائے کیفیت جیسے درد۔ بخار۔ مطالعہ۔ زنتار بھوک وغیرہ
بھوکون مرنا جو محاورہ متعل ہے مستثنیٰ ہے۔

(ب) اسمائے خاص خواہ اشخاص کے ہوں یا اشیاء کے

(ج) اشیاء مادی

(۱) دھاتوں اور دیگر معدنیات کے نام جیسے سونا۔ چاندی۔ تانبا۔ رانگ۔ سیسہ۔ جست
پتیل۔ پھول۔ تیل۔ پانی۔

اس میں چاندی سوئٹ ہے باقی سب مذکر ہیں۔

(۲) پیداوار میں اکثر غلہ وغیرہ کے نام جیسے

باجرہ۔ جوار۔ کئی۔ موٹھ۔ مونگ۔ سور۔ ارہر۔ شکر۔ گڑ۔ کھانڈ وغیرہ۔ سوٹھ۔ اجوائن۔
گاؤ زبان۔ حقرقہ۔ اسی طرح اشیاء خوردنی جیسے گھی۔ شہد۔ سوچی۔ آٹا۔ نمک۔ ہلدی۔
تنباکو۔ چھالیا (مچ۔ الائچی۔ پان کی جمع بھی آتی ہے۔ جیسے ان پانون میں وہ مزہ کمان)

لیکن غلوں میں گھون اچھا۔ تل۔ جو واحد اور جمع دونوں صورتوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے

آجکل گیہوں بہت اچھا آیا ہے یا آئے ہیں۔ واحد کے استعمال میں عموماً اس غلہ کی قسم سے مراد ہوتی ہے۔ یہ چنا اچھا ہے۔ یہ چنے اچھے ہیں۔ وغیرہ۔

ان میں بعض اشیاء ایسی ہیں کہ جب انکی مختلف قسمیں بیان کرنی ہوں تو صورت جمع استعمال کرتے ہیں۔ جیسے اس چورن میں سائون نمک ہیں گیہوں۔ چنا۔ جو اران تینوں کے آٹے ملا کر روٹی پکائی۔ سب دالیں ملا کر کھاؤ۔

(۶) فارسی ترکیب اضافی کا مضاف صورت واحد میں بجمالات استعمال زبان فارسی اردو میں واحد اور جمع دونوں صورتوں میں واحد ہی رہتا ہے جیسے داغ عصیان مٹ گیا۔ داغ عصیان مٹ گئے۔

بہارے داغ عصیان تراغ کیا کیا رنگ لائیں گے گمان گر رگیا داغ پر بھی خستے گلستان گاہ
(۷) محاورے میں بعض الفاظ استعمال ہوتے ہیں جیسے بھوکون مڑتا ہے۔

حالت

پہلے لکھا جا چکا ہے کہ حالت لازم اسمین سے ہے۔ جملہ میں ہر اسم کے لیے کسی نہ کسی حالت کا ہونا ضروری ہے۔ اردو میں اسم کی حالتیں چھ ہیں۔

- | | |
|---------------|-----------------|
| ۱۔ حالت فاعلی | ۴۔ حالت انتقالی |
| ۲۔ مفعولی | ۵۔ ظرفی |
| ۳۔ اضافی | ۶۔ نمائندہ |

اب ہر ایک کا ذکر تفصیل کیا جاتا ہے۔

حالت فاعلی

فاعل یا تو

(۱) فعل کا مبتدا ہوتا ہے۔ جیسے عاقل کی باتیں سچ ہوتی ہیں

(۲) یا افعال لازم و محذوہ کے ساتھ بطور خبر کے آتا ہے جیسے یہ گاڑی میرے بڑھاپے کا سہارا ہے۔

(۳) یا بطور منادئی کے جیسے اس نے آواز دئی ”بیٹا“

(۴) یا بعض اوقات اس طرح استعمال ہوتا ہے کہ جملے میں بے تعلق معلوم ہوتا ہے جیسے بادشاہ وہ بٹھا ہے صحت اور دولت یہ دو بڑی نعمتیں ہیں۔

(۵) کبھی مصدر کے ساتھ حالت اضافی کے لیے استعمال ہوتا ہے جیسے پتھر گرنے کی آواز آئی۔

نئے علامت فاعل

نئے بطور علامت فاعل کے تدریم ہندی میں کمین استعمال ہوئے اور ہندی کی پوربنی شاخوں میں کمین اس کا وجود نہیں۔ تلمی داس تک کے کلام میں بھی کمین اس کا استعمال نہیں پایا جاتا۔ اس کا استعمال اس طور پر غالباً اس وقت شروع ہوا ہے جب کہ اردو نے اپنا سکہ جمایا البتہ مرہٹی میں اس کا استعمال اردو یا پچھان سمجھم کی ہندی کی طرح ہوتا ہے۔ لیکن پہلے بطور علامت مفعول استعمال ہوتا تھا۔ جس کا پتہ پنجابی سے ملتا ہے۔ اس کے استعمال کے متعلق مفصلہ دین مور کا خیال رکھنا ضرور ہے۔

۱ علامت فاعل کا فعل متعدی ماضی مطلق۔ تمام۔ احتمالی اور حال قریب کے

ساتھ آنا لازم ہے۔ جیسے میں نے کھانا کھایا۔ اس نے احمد کو مارا۔ یہ کس نے لکھا؟ میں نے لکھا ہوگا۔ میں نے لکھا ہے۔

لانا۔ لے جانا۔ بھولنا۔ شرمانا۔ بھٹنا۔ بولنا

جیسے میں کتاب لایا۔ وہ رقعہ لے گیا۔ میں تمہارا نام بھول گیا۔ وہ دیر تک مجھ سے بھٹتا۔ وہ اس حرکت سے شرمایا۔ وہ بولے چل دو رہو۔ (یہاں شرمانا اور بولنا) (فعال متعدی ہیں) لیکن بعض اوقات بولنے کے ساتھ جب کوئی لفظ بطور مفعول ہوتا ہے تو لے لگا دیتے ہیں۔ جیسے اس نے جھوٹ بولا۔ مگر وہ جھوٹ بولا بھی صحیح ہے۔

۲۔ لیکن جب فعل متعدی کے ساتھ کوئی متعدی امدادی فعل آئے تو حسب قاعدہ فاعل کے ساتھ آئے گا۔ مگر جب فعل امدادی لازم ہوگا تو علامت فاعل متعدی فعل کے ساتھ بھی نہیں آئے گی۔ جیسے

میں نے رقعہ بھیجا	(فعل متعدی بلا فعل امدادی)
میں نے رقعہ بھیج دیا	(فعل متعدی مع فعل امدادی متعدی)
میں رقعہ بھیج چکا	(فعل متعدی مع فعل امدادی لازم)
میں رقعہ نہ بھیج نہ سکا	(ایضاً)

اُس نے ہنس دیا، اور وہ ہنس دیا۔ اس نے رو دیا اور وہ رو دیا دونوں مستقل ہیں۔ غالباً بغیر لے زیادہ فصیح ہے۔

فعل لازم کے ساتھ اگرچہ فعل امدادی متعدی ہو تو بھی علامت فاعل کا اظہار نہیں کیا جائے گا۔ جیسے وہ آیا۔ وہ سولیا۔

لیکن جب امدادی فعل کے آنے سے فعل لازم متعدی بن جائے تو آئے گا جیسے اُس نے

مجھے آیا۔ تم نے اُسے کیون ڈرنے دیا۔ اس نے بیمار کو سونے نہ دیا۔ ایسی حالت میں اہل فعل کے معنوں بہت تغیر ہو جاتا ہے اور فعل لازم نہیں رہتا۔

۳۔ بعض متعدی فعل ایسے ہیں کہ انکے ساتھ استعمال ہوتا بھی ہے اور مین بھی ہوتا

جیسے

مین نے بازی جیتا	مین نے بازی جیتی
مین نے شرط ہارا	مین نے شرط ہاری
مین نے بات سمجھا	مین نے بات سمجھی
مین نے کام سیکھا	مین نے کام سیکھا

سیکھے ہیں مہر خون کے لیے ہم مصوری
(غالب)

تقریب کچھ تو بہہ ملاقات چاہیے

ہسبق بھی کوئی پڑھا، کسی نے یہ سبق بھی پڑھا

۴۔ افعال لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتے ہیں متعدی ہونے کی صورت میں اُنے علامت فاعل فعل کے ساتھ استعمال ہوتی ہے۔ اور لازم کی حالت میں نہیں۔

جیتنے اور ہارنے کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ اسکی صورت سنئے ہے۔ پکارنا لازم اور متعدی دونوں ہے۔ لازم ہونے کی صورت میں سنئے نہیں آتا مگر متعدی کی حالت میں آتا ہے۔ جیسے

پکارنا۔ اس نے مجھے پکارا (متعدی) وہ پکارا (لازم)

بھرنا۔ اس کا پیٹ بھرا لازم

”۔ مین نے پانی بھرا متعدی

لیٹنا - خط میں جب آپ نے خبر برسرِ سرِ پٹی (متعدی)
 میں نے جانا میری تقدیر برسرِ پٹی (لازم)
 بدلا - جب سے وہ بدلا ہے ساری دنیا بدل گئی (لازم)
 مین نے کپڑے بدلے (متعدی)

چاہنے کے ساتھ ہمیشہ نے آتا ہے جیسے ہم نے چاہا تھا کہ مر جائیں سو وہ بھی نہ ہوا۔
 لیکن جب جی اڈول کے ساتھ استعمال ہوتا ہے تو نہیں آتا جیسے جی چاہا تو آؤں گا۔
 اسکی کیا پوچھتے ہو، دل چاہا گیا دل چاہا نہ گیا۔
 ۵۔ تھوکن، موتنا، لگنا افعال لازم ہیں، مگر انکے ساتھ نے استعمال ہوتا ہے جیسے
 مین نے تھوکا۔ اس نے موتنا۔

تھوکن اور موتنا کبھی متعدی ہوتے ہیں۔ جیسے
 دوگنا جان کی بچی نے موتنا مجھ نمازی پر (جان صاحب)
 بچے نے نہا لچے پر موتنا۔

اس نے مجھ پر تھوکا۔ اسکو ساری دنیا نے تھوکا، مگر بے غیرت کی بلا دور کچھ بھی اثر نہوا۔
 ۶۔ بعض افعال کے ساتھ جو خاص موقع پر متعدی استعمال ہوتے ہیں انے علامت
 فاعل نہیں آتی۔ مین اُسے رویا۔ وہ مجھ پر ہنسا۔ کتابی پر جھپٹا۔ وہ مجھ سے لڑا۔ (بی خیال
 رہے کہ بیان پر اور سے علامت مفعول ہیں)

۷۔ جب علامت فاعل وہ، جو اور کون کے ساتھ آتی ہے تو وہ اُس سے جو
 جس سے اور کون کس سے بدل جاتا ہے۔ جیسے اس نے (وہ نے) مارا۔ کس نے
 (کون نے) مارا۔ جس نے (جو نے) کھا غلط کھا۔

۸۔ صرف میں پہلے بیان ہو چکا ہے کہ میں ضمیر مکمل میں اول سے نے موجود ہے کیونکہ یہ اصل میں می یا موئے تھا۔ مگر اصل پر نظر نہ رہنے سے یا مرد زمانہ اور ناواقفیت کی وجہ سے ایک نے اور اضافہ ہو گیا۔ اور میں نے استعمال ہونے لگا۔

۹۔ نے علامت فاعل ہے اور مفعول کے ساتھ کبھی نہیں آتی لیکن مجھ اور تجھ کے ساتھ جب کوئی صفت آتی ہے تو نے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے مجھ کم بخت نے یہ کب کہا تھا۔ مجھ خاکسار نے ایسا نہیں کیا۔ تجھ بد بخت نے ایسا کیا۔

اصل یہ ہے کہ مجھ اور تجھ پر اکرت کے ضمائر اضافی مجھا اور تجھا سے نکلے بہن چنانچہ اسی وجہ سے قدیم اردو میں مجھ تجھ بھی بطور ضمائر اضافی کے استعمال ہوتے تھے۔ مثلاً نصرتی لک اشعرے دربار عادل شاہ اپنی ثمنوی گلشن عشق میں لکھتا ہے۔

کما سن کو یوں اُن کہ لے دل کے یار

فدا ہے یہ تجھ بات پر حیو ہزار

یہاں تجھ بات سے مطلب تیری بات ہے۔ غرض تجھ حالت اضافی سے حالت مفعولی میں آیا۔ اور صفت کے ساتھ اب بھی استعمال ہے جیسے مجھ خاکسار کی حالت صفت کے پرچ میں حاصل ہو جانے سے۔ نظر انداز ہو گیا کہ تجھ کس حالت میں ہے اور اسلئے اضافی اور فاعلی حالتوں میں استعمال ہونے لگا۔ مجھا کے میم پر زہر ہے لیکن تجھا کے ساتھ ساتھ آنے سے مجھ کی میم پر پیش آ گیا،

حالت مفعولی

۱۔ مفعول قریب اس پر فاعل کے فعل کا اثر بغیر کسی واسطے کے راست پڑتا ہے۔ یہ مفعول درحقیقت فعل متعدی کے عکملہ کا کام دیتا ہے۔ جیسے احمد نے حامد کو مارا۔ اس نے

کھانا کھایا۔ رام کتاب پڑھتا ہے۔ (عربی میں اسے مفعول بہ کہتے ہیں)

(۱) جب فعل کا ایک ہی مفعول قریب ہو اور اشیاء میں سے، یعنی بیجان ہو! تو اس کے ساتھ کو علامت مفعول نہیں آتا۔ جیسے میں کھانا کھاتا ہوں۔ بکری پانی پیتی ہے۔ اُسے تمھاری ملاقات کی آرزو ہے۔ احمد نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔

(ب) لیکن جب مفعول جاندار یا ذوی العقول سے ہوتا ہے، تو اس کے ساتھ اکثر کو استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً ذیل سے ذوی العقول و غیر ذوی العقول دونوں کی حالت معلوم ہو جائے گی۔

میں نے احمد کو دیکھا میں نے وہ نقشہ دیکھا

میں احمد کو جانتا ہوں میں ریاضی جانتا ہوں

میں نے احمد کو مارا میں نے سانپ مارا

اس نے سائیں کو پٹیا گیا ہے سانپ کل اب لکیر پٹیا کر

میں نے ایک آدمی دیکھا صحیح ہے لیکن جب آدمی کا نام لین یا کوئی اور تخصیص اشارے یا اضافت وغیرہ سے پیدا کر دین تو کو لانا ضرور ہے جیسے میں نے مسعود کو دیکھا۔ میں نے اس آدمی کو دیکھا۔ میں نے تمھارے بھائی کو دیکھا۔ لیکن

اس کی چالیں میں ہی خوب سمجھتا ہوں اور

اُس کی چالوں کو میں ہی خوب سمجھتا ہوں

دونوں صحیح اور فصیح ہیں۔ یا جیسے مری فریاد کو پتھو۔ یہاں کو بالکل صحیح اور فصیح ہے۔

(ج) مگر محاورات میں ہمارے مفعول مصدر کے ساتھ آتا ہے کو لانا غیر فصیح ہی نہیں بلکہ غلط ہے۔ مثلاً مٹھ چڑانا، کان کھولنا، سر اٹھانا، جان دینا، تنکے چننا، تارے گننا،

وغیرہ۔ نیم دہوی اپنی مشہور غزل میں لکھتے ہیں

نیم جاگو مگر کو باندھو اٹھاؤ بستر کہ رات کم ہے
 یہاں "مگر کو باندھو" میں کو فصح نہیں ہے۔ کیونکہ مگر باندھنا استعارۃ استعمال ہوتا ہے جس کے
 معنی تیار ہونے کے ہیں۔

اسی طرح دوسری بے جاں اشیا اور کیفیات قلبی کے ساتھ بھی یہی عمل ہوتا ہے۔ جیسے
 خط لکھا۔ شراب پی۔ پانی پیا۔ خربوزہ کھلایا۔ سبج نہ کرو مہربانی رکھو۔

(د) یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ جب عمومیت ہوتی ہے تو گو نہیں کہتے لیکن جب خصوصیت کا
 اظہار کیا جاتا ہے یا نوجہ دلانی مقصود ہے تو گو لکھتے ہیں۔ لیکن غیر ذوی العقول اور بے جان
 اشیا کے ساتھ مخصوص ہے ذوی العقول کے ساتھ بہت کم۔

جیسے مری فریاد کو پھونچو اس بوجھ کو اٹھاؤ تو جانوں -

مایا کو چھوڑو اور رام کو ملے اپنے دل کو دیکھو اور غور کرو۔

میں نے سب پڑ دیکھے کوئی کام کا نہ نکلا جیتی لڑکی میں تجھیں دیدوں یہ ممکن نہیں ہاں
 لاش کے تم مالک ہو۔ تم نے کہا بات دیکھی جو اس قدر رتھکے ہوئے ہو۔

(د) جب مفعول قریب اور بعید قریب قریب واقع ہوں تو دوبارہ کو کا آنا کا وزن کو بُرا

معلوم ہوتا ہے۔ لہذا ایسے موقع پر مفعول قریب کے ساتھ کو نہیں لاتے۔ جیسے میں نے تمہارا
 بیٹا افضل کو دیدیا۔ سعیدہ جو مقصود سے فسوب ہے میں تمہارے بیٹے کو کبھی نہ دوں گا۔

(و) بعض افعال متعدی و لازم کے ساتھ فعل کے اُسی مادہ کا مفعول قریب استعمال

ہوتا ہے۔ اسے عربی میں مفعول مطلق کہتے ہیں جیسے تم کیسی چال چلتے ہو۔ آدمیوں کی سی چال چلو۔
 وہ بڑا بول بولتا ہے۔

(ز) بعض افعال کے دو مفعول قریب ہوتے ہیں۔

افعال متعدی یا متعدی متعدی کے دو مفعول ہوتے ہیں ان میں سے ایک شخص ہوتا ہے دوسرا شے مفعول شخص کے ساتھ ہمیشہ آتا ہے جیسے تین نے فقیر کو روپیہ دیا۔ اس نے سب کو مٹھائی کھلائی۔

نیز جو افعال بنانے، مقرر کرنے، بلانے یا نام رکھنے کے معنوں میں ہوں یا جو افعال فکوب ہوں یعنی اُن کے معنی سمجھنے جاننے اور خیال کرنے کے ہوں تو اُن کے ساتھ بھی دو مفعول ہوتے ہیں مفعول اول کے ساتھ اکثر آتا ہے جیسے تم اسکو کیا خیال کرتے ہو۔ انھوں نے ہری کو اپنا راجہ بنا یا۔ میں اُسے (اسکو) آدمی سمجھتا تھا مگر وہ تو کچھ اور نکلا۔ وہ مجھے (مجھکو) حکم نکھا۔

(ح) ایسے افعال کے طور معمول میں جنہیں دو مفعول ہوتے ہیں مفعول قریب قائم مقام خاغل ہوتا ہے۔ مگر حالت اسکی وہی رہتی ہے۔ یعنی تو اس کے ساتھ رہتا ہے جیسے فقیروں کو کھانا کھلا دیا جائے۔ مجھکو تنخواہ دیدی جائے۔

(ط) اگرچہ کو عام طور پر علامت مفعول ہے لیکن بعض اوقات سے، کے اور پر بھی کو کے بجائے علامت مفعول کے طور پر استعمال ہوتے ہیں جیسے

میں نے احمد کے تھپڑ مارا

میں نے احمد کے کابل لگایا

محمود سے کہو۔ میں خالد سے محبت کرتا ہوں۔

مجھ پر خفا مت ہو۔ اس پر رحم کرو۔

اسی طرح میرے اور اسکے بجائے مجھکو اور اسکو کے استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے اس نے میرے ہاتھ جوڑے۔ میں نے اس کے ہاتھ جوڑے۔

۲۔ مفعول بعید وہ ہے جس پر فاعل کے فعل کا اثر درست نہیں پڑتا۔

(۱) یہ فعل متعدی کا مفعول بعید ہوتا ہے۔ جیسے یہ جانور مجھے تکلیف پہنچاتا ہے۔
وہ سب کو تشفی و تسلی دے رہا تھا۔

رب (ب) کبھی یہ علامت مفعول غرض اور معاوضہ کو ظاہر کرتی ہے۔ جیسے وہ ٹرہنے کو آتا ہے
بادشاہ سلامت سیر کو نکلے۔ میں گرو کے درشن کو جاتا ہوں۔ یہ کتاب کتنے گوروں کے
دوسو روپیہ کو اپنا گھوڑا بیچا۔

عربی میں اسے مفعول کہتے ہیں۔ یہاں کو واسطے اور لیے کے معنی میں آتا ہے۔ اور
دوسری صورت میں یہ منسے زیادہ تر اضافی صورت میں اور اکیسے جاتے ہیں۔ جیسے وہ پڑھنے
کے لیے آتا ہے وغیرہ۔

(ج) یہ استعمال اکثر مصدر کے ساتھ بھی ہوتا ہے جب کہ اس میں استقبال قریب کے
معنی پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے وہ جانے کو ہے۔ اُٹھنے کو ہے۔ لکھنے کو ہے۔ وہ کھانے کو
دوڑتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

ہیں دہن غنچوں کے داکیا جانیں کیا کہن کو ہیں شاید اُسکو دیکھ کر صلِ علی کہنے کو ہیں

(د) بعض اوقات علامت مفعول بعید ہونے یا موجود ہونے کے معنی دیتی ہے۔ جیسے
جو وہ دم کو ہے وہ اسکو نہیں ہے۔ اُسے بہت سے شغل ہیں۔ سب کو ناامیدی تھی۔ اُسکے
کوئی بیٹا نہ تھا۔ اسے تن میں کی سُدھ نہ تھی۔ ایک گدھا جسکے دُم نہ تھی۔ گھوڑے کے کان
نہ تھے۔ یہاں کے کو کے بجائے ہے)۔

علامہ مصدر ہونے کے بعض مصادر معولہ بھی انھیں معنوں میں استعمال ہوتے ہیں
غیرت نام کو نہ رہی۔ اُسے کچھ ہوش نہ رہا۔

لگتا بھی محاورے میں اسی طور پر استعمال ہوتا ہے۔ حسین فاعل وہ نئے ہے جو ملی ہے اور مفعول بعید وہ ہے جو پانے والا ہے۔ جیسے مجھے انعام ملا۔ اسے کچھ نہ ملا۔ مجھے سانس نہ ملا۔

(ج) اسی طرح مفعول بہت سے الفاظ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے حسین وہ ان اشیاء کو ظاہر کرتا ہے جن کی نسبت کوئی امر بیان ہوا ہے

مثلاً مصدر لگنا کا استعمال ہے جیسے میر کا شعر

کوئی سادہ ہی اسکو سادے لگے ہے مجھے وہ تو عیار سا

مجھے یہ بات بھلی نہیں لگتی۔ مجھے جاڑا لگتا ہے۔ اسکے سخت چوٹ لگی (دیوان کے معنی کو ہے) بھانا اسی طرح استعمال ہوتا ہے جیسے مجھے وہ نہیں بھانا۔

آتا جیسے بادشاہ کو اسکے حال پر رحم آیا۔

پڑنا جیسے مجھے جانا پڑا۔ سرکار کو دست اندازی کرنی پڑی دکھائی دینا جیسے انکو شیر دکھائی دیا۔

اسی طرح بعض اسما و صفات کے ساتھ بھی آتا ہے جیسے آفرین ہے تیری ہمت کو۔

(د) اسی طرح سے مفعول بعید لازم ہے، مناسب ہے اور چاہیے وغیرہ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے جیسے تم کو کچھ تو فکر کرنی چاہیے۔ مجھے یہ بات جلد کہنی مناسب ہے۔ آدمی کو چاہیے کہ بھلائی کرے۔ اسکو لازم ہے کہ دفتر کی باتیں باہر نہ کہے۔

(ر) کبھی سن ظاہر کرنے کے لیے جیسے ع مشعل مصطفیٰ کو تو اٹھا روان ہے سالہ یعنی سترہ پورے ہو چکے ہیں اور اٹھا روان شروع ہے۔

(ح) کبھی مفعول بعید غیر معین یا غیر محدود زمانہ ظاہر کرتا ہے۔ جیسے رات کو منہ برسا میں

مین جب صبح کو اٹھا وغیرہ

(ط) کبھی لزوم کے معنوں میں آتا ہے۔ جیسے

مہر و وفا دراحت و آرام کو رقیب جو روجھاؤ کا دشمن و خون جگر کو مین (دشمن)

بعض اوقات علامت مفعول محذوف ہوتی ہے جیسے وہ صبح سویرے چل دیا۔ مین گھر گیا۔ وہ کھانا کھانے گیا ہے۔

حالت اضافی

اصناف کے معنی نسبت کے ہیں۔ اور کسی لفظ کی حالت اضافی اس لفظ کے تعلق کو دوسرے لفظ سے ظاہر کرتی ہے۔ اسی لیے جس لفظ کی طرف نسبت کی جاتی ہے اُسے مضاف الیہ کہتے ہیں۔ اور جو لفظ کہ نسبت کیا جاتا ہے اُسے مضاف کہتے ہیں۔ مثلاً محمود کا گھوڑا۔ یہاں گھوڑا حالت اضافی میں ہے اور اپنا تعلق محمود (یعنی مضاف) سے ظاہر کرتا ہے۔ حقیقت اگر دیکھا جائے تو مضاف ایک قسم کی صفت ہے اور مضاف الیہ موصوف۔ اور یہ دونوں مل کر ایک خیال ظاہر کرتے ہیں۔

اردو میں حالت اضافی مختلف قسم کے تعلقات کو ظاہر کرتی ہے جسکی تفصیل ذیل میں کی جاتی ہے۔

۱۔ ملک یا قبضہ ظاہر کرنے کے لیے جیسے راجہ کی باندی ہے۔ یہ اُسکے گھوڑے ہیں۔ ان جملوں میں کہ ”اسکا کیا بڑا ہے“ ”اسکا کیا جاتا ہے“ ”کیا کو حالت اضافی میں سمجھنا چاہیے جو ملک کے ظاہر کرنے کے لیے آیا ہے۔ یا یہ کہ کیا کے بعد مال تھے بات وغیرہ محذوف ہیں مگر پہلی صورت زیادہ صاف ہے۔

۲۔ رشتہ یا قرابت۔ جیسے میرا بیٹا۔ مسعود کا باپ۔ اسکا چچا۔

۳۔ ماؤی اشیا کا بیان۔ جیسے سونے کی انگوٹھی۔ صندل کا صندوقچہ۔ بھڑون کا چھتا
 ۴۔ ظرف مکان و زمان جیسے مٹھرا کا باشندہ۔ ملک ملک کے بادشاہ۔ یہ ایک منٹ کا کام
 چار دن کی بات ہے۔ یہ اگلے وقتوں کے لوگ ہیں۔

۵۔ کیفیت یا قسم۔ جیسے قسم قسم کی باتیں۔ بڑے اچنبھے کی بات ہے۔ ایک پلے کا بوجھ۔
 ۶۔ سبب یا علت۔ جیسے راتے کا تھکا ماندہ دھوپ کا جلا۔ میند کا ماما۔ موزی کے مارنے کا
 کچھ گناہ نہیں۔

۷۔ اصل و ماخذ۔ جیسے پوتڑوں کا امیر۔ جینیلی کی خوشبو۔ باجے کی آواز۔
 ۸۔ وضاحت کے لیے۔ جیسے حمد کا دن۔ مئی کا مہینہ۔
 ۹۔ عمر کے لیے۔ چہ برس کا بچہ۔ ستر برس کا بوڑھا۔
 ۱۰۔ استعمال۔ جیسے پینے کا پانی۔ ہاتھی کے کھانے کے دانت اور ہن اور دکھانے کے اور۔
 یہ چاقو کسی کام کا نہیں۔

۱۱۔ قیمت۔ جیسے ایک۔ دو پیہ کے آم دو۔ اس کپڑے کے کیا دام ہیں۔ دو روپیہ کا
 گھی لے آؤ۔

۱۲۔ تشبیہ کے لیے۔ جیسے اُسکی کلائی شیر کی کلائی ہے۔

۱۳۔ استعارہ۔ ۱۰ استعارے کے معنی ہیں مانگے لیسا۔ یعنی کسی شے میں کوئی خاص بات یا صفت
 بتائی جاتی ہے وہ اس سے مانگ کر کسی دوسرے سے منسوب کرنا جیسے اسکے دل کا کنول کھل گیا۔

۱۴۔ اونے کے تعلق کے لیے۔ یعنی ذرا سے تعلق سے سب چیز کو اپنی طرف منسوب کر لینا جیسے
 اسکا ملک۔ ہمارا شہر وغیرہ۔

۱۵۔ صفت کے لیے جیسے غضب کی گرمی۔ قیامت کی دھوپ ہے۔ آف کا پر کا لہ۔

اسی طرح صفات کے ساتھ بھی مستعمل ہے۔ قول کا سچا۔ دہن کا پکا۔

۱۶۔ جڑ کے لیے جیسے قصے کا آغاز۔ پہاڑ کی چوٹی۔ پانی کی ایک لونا

۱۷۔ گل کے لیے۔ اسکا اظہار اس طرح ہوتا ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ دونوں ایک ہی

لفظ ہوتے ہیں اور انکے درمیان علامت اضافی ہوتی ہے۔ جیسے سب کے سب۔ ڈھیر کا ڈھیر

آوے کا آواگبڑا ہوا ہے۔ ایک شعر کیا غزل کی غزل مرصع ہے۔ شعر کا شعر اسی میں مبتلا ہے۔

قوم کی قوم۔ خاندان کا خاندان وغیرہ۔

اضافت کے ساتھ لفظ کا تکرار اور معنی بھی دیتا ہے۔ مثلاً

(۲) بالکل اور مطلق کے معنی جیسے ہزار لکھا یا پڑھایا مگر جاہل کا جاہل۔ ہا یعنی

بالکل جاہل۔ اسی طرح سے بیل کا بیل رہا۔

(ب) مجھے کثرت جیسے درخون کے جھنڈ کے جھنڈ کھڑے ہیں۔ لوگ جوتے کے جوتے آ رہے تھے

(ج) حصر و تقییل کے لیے جیسے اس سے رات کی رات ملاقات رہی دینے صرف

ایک رات، وقت کے وقت کیسے انتظام ہو سکتا ہے یعنی فوراً وہ بات کی بات میں بگڑ گیا دینے

ذرا اسی بات میں، اسی طرح پاس کے پاس۔ وغیرہ۔

(د) شمول کے لیے۔ جیسے آدمی کا آدمی ہے اور بندہ کا بندہ یعنی آدمی بھی ہے

اور بندہ بھی۔ آم کے آم اور گٹھلیوں کے دام یعنی آم بھی ہے اور گٹھلیوں کے دام بھی۔ روپیہ

روپیہ گیا اور عزت کی عزت یعنی روپیہ اور عزت دونوں گئے۔

(و) ہر کے معنوں میں جیسے وہ برس کے برس آتا ہے یعنی ہر برس۔ اسی طرح

ہفتہ کے ہفتہ۔ مہینے کے مہینے۔ روز کے روز۔ سہ ماہی کی سہ ماہی۔ چہ ماہی کی چہ ماہی۔

فصل کی فصل بھی مستعمل ہیں۔ لیکن یہ استعمال ہمیشہ زمانہ کے ساتھ ہوتا ہے۔

۱۵۔ افعال حالیہ کے ساتھ بھی اضافت کا اسی طرح استعمال ہوتا ہے۔ جیسے گراگا گرا رہ گیا یا کھلی کی کھلی رہ گئی آنکھ سب کی۔ دیکھتے کا دیکھتا رہ گیا۔ ایسے جس حالت میں تھا وہی رہ گیا۔
 ۱۵۔ فاعل یا مفعول کے اظہار کے لیے جیسے اسکے بھاگ جانے کی خبر ہے۔ میں اسکی تکلیف نہ دیکھ سکا۔ یہ استعمال اکثر مصادر کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔ اور مصدر اپنے فاعل یا مفعول یا ظرف کا مضاف ہوتا ہے جیسے صبح کرنا شام کا لانا ہے جوے شیر کا (غالب)۔ رات کا آنا قیامت کا آنا ہے۔ دل کا آنا جان کا جانا ہے۔ وہاں کا بیٹھنا اچھا نہیں وغیرہ وغیرہ۔

۱۹۔ بعض صفات و دیگر الفاظ ہمیشہ علامت اضافت کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں جیسے لائق، قابل، قریب، برابر، متعلق، موجب، موافق، نسبت، طرف، مطابق، بابت، مشابہ۔ اسی طرح قبل، بعد، پاس۔ آگے، پیچھے، اوپر، نیچے، تین، پے، واسطے، طرح کے ساتھ بھی حروف اضافت آتے ہیں مگر قبل اور بعد بعض اوقات بغیر اضافت کے بھی مستعمل ہیں۔ جیسے دو ماہ قبل۔ دو ماہ بعد۔
 ۲۰۔ بعض اوقات حرف اضافت کے بعد کا اسم (یعنی مضاف الیہ) محذوف بھی ہوتا ہے۔ جیسے ایمان کی تو یہ ہے کہ ایمان تو گیا۔ (یعنی ایمان کی بات) اس نے میری ایک نہ سنی۔
 دل کی دل ہی میں رہی ایک نہ ہونے پائی۔

مے تھر آج تو ہم بھی جناب آصفت سے

عجیب رنگ میں ہیں پوچھتے ہو کیا انکی

ایسی حالتوں میں اکثر بات یا حالت کا لفظ محذوف ہوتا ہے مگر کبھی کبھی دوسرے الفاظ بھی محذوف کر دیے جاتے ہیں۔ یا تو اس لیے کہ انکا بیان اکثر خلاف تمذیب ہوتا ہے یا یہ کہ انکا سمجھنا سہل ہوتا ہے۔ مثلاً

غرض یہ کہ سرکار میں پیٹ بھر کے

آج وہ پھر نہرو کا آیا تھا۔ انکی بھلی کسی۔

۲۱۔ بعض اوقات اور خاص کر نظم میں مضان الیہ و مضان کی ترتیب بدل جاتی ہے جیسے

یہی حال دنیا میں اس قوم کا ہے بھنور میں جہاز آگے جسکا گھر ہے

یا جیسے نام تو انکا مجھ یا دنین البتہ صورت یاد ہے۔ یا کوئی مزاج پوچھے تو جواب دین ”شکر خدا کا“

اس موقع پر ایک بات خاص طور پر قابل ذکر ہے اور وہ یہ کہ بعض اوقات جب ترکیب اضافی اپنی

اصل حالت پر نہیں ہوتی بلکہ علامت اضافت جو عموماً مضان اور مضان الیہ کے درمیان واقع

ہوتی ہے آخر میں واقع ہو تو محاورے میں آتی کے بجائے استعمال ہو جاتا ہے مثلاً مانند شیر کے

بیان کے از روے محاورہ صحیح ہے حالانکہ از روے قاعدہ کی ہونی چاہیے کیونکہ مانند مونث ہے

یا جیسے آتش کا شعر ہے۔

سوزتے ہیں اُس خدے پاک کے اُڑتے ہیں ہوش و حواس اور اک کے

یا میرا تیس فرماتے ہیں۔ میدان میں تھا حشر یا چال سے اس کے

اسی طرح میر تقی فرماتے ہیں۔ آنکھوں میں ہیں حقیر جس نش کے۔

حالانکہ معرفت، چال، آنکھوں، مونث ہیں مگر انکے ساتھ کے استعمال ہوا ہے۔ زبان کا

محاورہ یہی ہے اور اسلئے اعتراض کی گنجائش نہیں، اگرچہ عام قاعدہ اسکے خلاف ہے مگر

یہ استعمال اکثر نظم میں ہوتا ہے۔

۲۲۔ بیان ابک اور نکتہ بھی قابل ذکر ہے جس کا تعلق زبان کے محاورے سے ہے

ذیل کے نفرون میں جس کے استعمال پر غور کیجیے۔

احمد نے اس کے ٹھپڑ مارا۔

اس کے سرمہ لگایا۔

گھوٹے نے اس کے لات ماری۔

میں نے اس کے چٹکی لی۔

اس کے اٹھنا ملو۔

اس کے بیٹا ہوا۔

گدھے کے دم نہ تھی

اس کے چوٹ لگی۔ وغیرہ وغیرہ

بعض حضرات کا اس کے متعلق یہ خیال ہے کہ کے کے بعد کوئی ایک لفظ محذوف ہے۔ مثلاً جب ہم کہتے ہیں کہ ”اس کے تھپڑ مارا“ تو اصل میں ہے اس کے تھپڑ مارا۔ اسی طرح اس کے سرمہ لگایا، اس میں آنکھوں کا لفظ محذوف ہے۔ ”اس کے بیٹا ہوا“ اس میں ہاں محذوف ہے۔ گدھے کے دم نہ تھی“ یہ اصل میں ہے گدھے پاس دم نہ تھی ”اس کے چوٹ لگی“ یعنی اس کے بدن میں یا جسم میں وغیرہ

لیکن میری رائے میں یہ ہے کہ وہ نہیں ہے جو حروف معنویہ کے آنے سے کا سے

کے ہو جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ صورت میں اس کے مشابہ ہے لیکن درحقیقت یہ کے

بھی مثل دوسری علامات اضافت (بقول بعض محققین) اور گو کے سنسکرت کے حاملہ کرتا ہے

ماخوذ ہے۔ اور اس صورت میں کسی لفظ محذوف کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ علاوہ اس کے

لاٹواڑی میں جو مثل دیگر ہندی زبانوں کے پراکرت سے چلی ہے اب تک کے مذکورہ دونوں

کے لیے استعمال ہوتا ہے اور بھوج پڑی، ماگدھی، میتھلی زبانوں میں اب تک علامت مفعول کے

کی بھی ہیں۔ نیز وکن اور بعض دیگر مقامات میں بجائے ”اس کے بیٹا ہوا“ کہنے کے ”اس کو بیٹا ہوا“ کہتے ہیں جو اگرچہ

اُردو محاورے کے روت غلط ہے مگر اصل کا یہ ضرور دیتا ہے۔

حالت انتقالی

حالت انتقالی ایک شے کی جدائی دوسری شے سے ظاہر کرتی ہے خواہ وہ مادی طور پر ہو یا خیالی طور پر عموماً اسکا اظہار حرف سے ہوتا ہے۔ اسے ذیل کی صورتوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

۱۔ حالت انتقالی مکانی۔ یہ اکثر ایسے افعال کے ساتھ آتی ہے جن میں حرکت پائی جائے۔ اور اس مقام کو بتاتی ہے جہان سے حرکت شروع ہوئی۔ جیسے

وہ مدرسہ سے گھر آیا۔ نکل شہر سے راہ جنگل کی لی۔ وہ دلی سے روانہ ہو کر۔ مسند سے اٹھا۔

۲۔ زمانی۔ آغاز وقت کے لیے یعنی جہان سے کسی وقت کی ابتدا ہوئی جیسے اب سے دور۔ وہ

کل سے نہیں آیا۔ مینیون سے بیکار بیٹھا ہوں۔ کچھ دنوں سے ہی حال پر۔ ایک ماہ سے ہی ہوتا چلا آیا ہر۔

۳۔ جدائی کے لیے مادی ہو یا خیالی۔ جیسے وہ مجھ سے جدا ہو گیا۔ میں نے اُسے غلامی سے آزاد کر دیا

اُس نے مجھے آگ سے بچایا۔ تم نے مجھے وہاں جانے سے کیوں منع کیا۔ وہ کام سے جی چراتا ہر عقل سے بصیرت

۴۔ مآخذ، اصل یا علت کے اظہار کے لیے۔ جیسے وہ اپنے کپے سے بہت نادام ہوا۔ زمانہ کے

انقلاب سے گھبرا کر گھر بیچ رہا۔ اسکی اطاعت سے کیا فائدہ وہ بدنامی سے ڈرتا ہے۔ آپ کے

خوف سے بیڑھتا ہے۔ فساد سے ضرر پیدا ہوتا ہے۔ وہ مجھ سے خوش ہے۔

۵۔ ذریعہ یا آلہ کے ظاہر کرنے کے لیے جیسے میں نے اُسے اپنی آنکھ سے دیکھا۔ کسی دوسری

کنجی سے نہیں کھلنے کا۔ اس نے مجرمون کو ہاتھی سے کچلوا دیا

یہ فقرہ بھی کہ ندی نالے پانی سے بھرے ہیں اسی شق میں آ سکتا ہے۔ کیونکہ یہ اُس

خسے کو ظاہر کرتا ہے جس سے ندی مالے بھرے ہیں۔

دیہ یاد رکھنا چاہیے کہ فعل ”ہونا“ اور افعال متعدی المتعدی ریا متعدی بالواسطہ میں

صورت فاعلی ہو جاتی ہے۔ جیسے مجھے خطا ہوئی۔ میں ان لڑکوں کو بولوی صاحبہ عربی پڑھواتا ہوں۔

۶۔ بمقابلہ کے لیے۔ جیسے وہ مجھے اچھا ہے۔ یہ اس سے بڑا ہے۔ وہ سب سے پہلے گیا۔ مجھے

کوئی نہ جیتا۔ دل آزاری سے بڑھکر کوئی گناہ نہیں۔ سخی سے شوم بھلا۔

بیز فعل ظرفی کے ساتھ جیسے گھر سے باہر۔ اس سے پہلے۔

۷۔ طور و طریقہ کے اظہار کے لیے جیسے غور سے ملاحظہ فرمائیے۔ اس نے بڑی جھٹکے کہا۔

وہ بہت خاطر تواضع سے پیش آیا۔ انکسار سے فرمایا وغیرہ۔

۸۔ سمیت کے لیے جیسے بڑے سامان سے آیا۔ میں نے روٹی سالن سے کھائی۔

۹۔ جزو کل یا جنس و نوع کے تعلق کے لیے۔ جیسے وہ ہم میں نہیں ہے۔ اُسے اس گروہ سے

تعلق نہیں۔ یہ حیوانات کی قسم سے ہے۔ یہ شخص خاندان شرفا سے ہے۔

۱۰۔ صفت کے ساتھ۔ اس حالت میں وہ عموماً صفت ہی کے ساتھ آتا ہے۔ جیسے نیکو

سے درست بدن سے ننگا۔ آنکھوں سے اندھا۔ کانوں سے برا۔ لیں دین سے ہوشیار۔

(۱۱) اسی طرح سے دیگر تعلقات کے اظہار کے لیے آتا ہے جیسے یہ بیڑ چھونے سے دھجا جاتا

لاٹون کا بھوت باتون سے نہیں مانتا۔ آپ کی عنایت سے یہ میں دل لگی سے نہیں کہتا۔

کام سے کام رکھو۔

حالت مفعولی میں یہ ذکر ہو چکا ہے کہ بعض مصادر کے ساتھ سے کو کے معنوں میں آتا

اور اس لیے انہیں حالت مفعولی ہی میں سمجھنا چاہیے۔ انہیں سے ایک فعل کہتا ہے۔ اسکے ساتھ

سے اور کو دونوں آتے ہیں۔ لہذا اس استعمال میں فرق بتا دینا ضروری ہے۔ کہنا جب

کسی سے خطاب کرنے کے معنوں میں آتا ہے تو اسکے ساتھ ہمیشہ سے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے

میں نے اس سے کہا۔ مجھ سے کہو۔ میں کس سے کہوں؟ لیکن باقی تمام صورتوں یعنی کسی کی

نسبت کچھ کہنے یا راسے قائم کرنے یا نام تجویز کرنے وغیرہ میں آتا ہے۔ جیسے یہ کیا بات ہے کہ اُسے (اُسکو) تو سب اچھا کہتے ہیں مگر تمہیں (تم کو) سب بُرا۔ اس جالور کو کیا کہنے ہیں ؟

دعی صاف کھڑے جھگوڑا کہتے ہیں

چپکے تم سنتے ہو بیٹھے اسے کیا کہتے ہیں

مسئلہ ”تم سے کوئی کیا کہے“ اور ”تم کو کوئی کیا کہے“ ”اب میں تم سے کیا کہوں“ اور ”اب میں تم کو کیا کہوں“ میں بھی فرق ہے۔ تم سے کہنے کے یہ معنی ہیں کہ جو بات کسی معاملہ کی بھڑے روبرو کی جائے۔ اور تم کو کیا کہیں کے یہ معنی ہیں کہ تم خود ہو شیار لائن ہو، تمہیں کوئی کیا مشورہ دے۔ یا یہ کہ تم نے جو کام کیا کیا ہے اس کے دیکھتے تمہیں کیا کہا جائے۔ احسن یا عقل مند۔

اسی قسم کی اور مثالیں ہیں جیسے اُس کو سب احسن کہتے ہیں لیکن درحقیقت وہ احسن نہیں۔ جھگوڑا آپ جو چاہے کیسے مگر اُسے کچھ نہ کیسے (یعنی میری نسبت یا اسکی نسبت)۔ مجھ سے کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ دونوں درست ہیں۔ کیونکہ یہاں معنایاً دو شقیں جمع ہو گئی ہیں۔

اسی طرح سے بعض اور افعال ہیں جن کے ساتھ سے کو کے معنوں میں آتا ہے جیسے وہ مجھ سے لڑ پڑا۔ میں اُس سے ملا۔ اس نے احمد سے وعدہ کیا۔ وہ کس سے باتیں کر رہا ہے۔

۱۲۔ بعض اوقات سے بعض حرفِ ظن میں یا پر سے مل کر آتا ہے۔ جیسے گھر میں سے بولا۔ چھت پر سے اتر ا۔

حالت ظرفی

حالت ظرفی کا اظہار عموماً مین اور پَر سے ہوتا ہے۔

۱۔ مین بجاظ اصل کے اور یوں بھی عام طور پر مکان کے اظہار کے لیے آتا ہے۔ جیسے

دنبا جہان مین۔ شہر مین۔ گھر مین وغیرہ

اسی طرح قد مون مین گریڑا۔ دل مین آیا۔

محاورے مین جیسے کان مین تیل ڈلے بیٹھے ہن۔ اس کام مین میرا دل نہیں لگتا۔

وہ ہوش مین آیا۔

۲۔ زمانہ کے لیے دینی وہ وقت جس مین کوئی کام واقع ہو، جیسے یہ کام کتنے دن مین

ہو جائے گا۔ وہ ایک مہینے مین واپس آ جائے گا۔

۳۔ مقابلہ کے لیے مین اس سے کس چیز مین کم ہوں، لیاقت مین، عزت مین، مال و دل

مین۔ ان دونوں مین کون بہتر ہے۔ مجھ مین اسمین زمین آسمان کا فرق ہے۔ مجھ سے عمر مین بڑا

ہے۔ لاکھ مین ایک ہے۔

۴۔ ذریعہ کے اظہار کے لیے۔ جیسے ایک ہی ہاتھ مین کام تمام کر دیا۔ دوہی باتوں مین

یر چالیا۔ چند ہی کشتوں مین حلقہ جلا دیا۔

۵۔ مصروفیت جیسے دو دن رات مطالعہ مین رہتا ہے۔ اُسے فرصت کہاں وہ تو شب برونہ

تلخ رنگ مین مشغول رہتا ہے۔ اپنے کام مین ہے۔

۶۔ حالت یا کیفیت۔ اسی سوچ مین آکھ لگ گئی۔ پینک مین ہے۔ نشہ مین ہے۔ وہ اپنے

ہوس و حواس مین نہیں۔ وہ نیند مین ہے۔ مصیبت مین ہے۔ کس عذاب مین ہوں۔ مارے

خوشی کے آپے میں نہیں سماتا۔ ہاتھ میں شفا ہے۔ زبان میں انز ہے۔

۷۔ چسپان یا ملا ہوا ہونا۔ جیسے انگوٹھی میں ہیرا جڑا ہے۔ جواہرین موتی لگے ہوئے ہیں ایک تو لے سونے میں ماسٹہ بھرتا ہوا ہے۔

۸۔ جز کا تعلق کل سے۔ خاندان بھر میں یہ ایک ہی لائق شخص ہے۔ ساری کتاب میں ایک صفحہ بھی پڑھنے کے قابل نہیں۔ وہ ہمارے دفتر میں نشی ہیں۔

۹۔ قیمت کے لیے۔ جیسے یہ کتاب کتنے میں پڑی۔

قیمت کے لیے کبھی حالت اضافی استعمال ہوتی اور کبھی مفعولی اور کبھی ظرفی۔ لیکن معنوں میں کسی قدر فرق ہوتا ہے۔ مثلاً جب ہم کہتے ہیں کہ یہ مال کتنے کا ہے۔ تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کے اصلی قطعی قیمت کیا ہے۔ جب یہ پوچھتے ہیں کہ یہ کتنے کو دو گے؟ یا یہ کتنے کو لیا تو اس کے معنی ہیں کہ قیمت جتنے میں یہ فٹے کبھی ہے لیکن جب ہم یہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ لیمپ چار روپیہ میں لیا تو اس کا یہ مطلب ہے کہ قیمت خرید یہ ہاتھ میں پڑا ہے مگر اصل قیمت یا قیمت فروخت کم و بیش ہو۔

۱۰۔ معاملہ کے متعلق جیسے اس میں بحث کرنا فضول ہے۔ اس میں ہر کچھ بس نہیں چلتا۔ اس مقدمے میں مشورہ کرنا چاہیے۔

۱۱۔ وزن کے لیے جیسے تول میں کم ہے۔ سیر میں چار چڑھتے ہیں

۱۲۔ درمیان کے معنوں میں۔ جیسے اُن میں صلح ہو گئی۔ ان میں لڑائی ہو گئی۔ بھرے مجمع میں بول اُٹھا۔ بس دانتوں میں ایک زبان ہے۔ سو میں کمزور لاکھ میں کمزور۔ تین میں نہ ترہ میں۔ ہم بھی ہیں پانچویں سواروں میں۔ بیچ اور جھوٹ میں امتیاز کرو۔

۱۳۔ صفت کے ساتھ جیسے باتوں میں تیز کام میں مست

۱۴۔ کبھی حرف ظن محذوف ہوتا ہے۔ جیسے میں چوتھی کو دتی پہنچا۔ خصوصاً محاورات میں

پاؤن ٹرنا۔ کام آنا۔

تہ بھی حالت ظرفی کے لیے استعمال ہوتا ہے

۱۔ ہر ذنی تعلقات کے لیے۔

۱) وہ گھوڑے پر سوار ہے۔ پھانگ پر کھڑے۔ منڈ پر چڑ یا بیٹھی ہے۔ خدا کا دیا سر پہ

نہارس گنگا پر واقع ہے۔

(ب) فاصلہ کے لیے۔ یہاں سے کچھ فاصلہ پر ہے۔

۲۔ ٹھیک وقت۔ جیسے عین وقت پر آیا

خصوصاً جب گھنٹوں کے ساتھ منٹ اور سکند بھی ذکر کیے جائیں۔ جیسے پانچ بج کے دس

منٹ پر آیا۔ دس بج کے پندرہ منٹ پس سکند پر پہنچا۔

۳۔ یقین خاطر۔ ہمارے حال پر رحم کرو۔ اس بات پر غور کرو۔ میرا دل اس پر آ گیا۔

۴۔ کسی کے خلاف عمل یا خیال کرنا۔ جیسے دشمن پر حملہ کیا۔ شیر اس پر چھپنا۔ وہ مجھ پر غصہ ہوا۔ اس کے مال پر قبضہ کر لیا۔

۵۔ فضیلت فوقیت۔ جیسے اسکا بھتیجہ بس نہیں چلتا اسے اس پر ترجیح ہے اسے اس پر تقدم ہے۔

۶۔ پابندی (قواعد و رسوم)۔ وہ اپنے طریقہ پر ہے میں اپنے طریقہ پر۔ ان قواعد کی پابندی ٹھہر

لازم نہیں۔ خدا کی اطاعت سب پر واجب ہے۔ وہ اپنے قول و افعال پر قائم نہیں رہتا۔ ہر چیز اپنی اصل پر جاتی ہے۔

۷۔ وجہ سبب۔ جیسے میرے استغناء پر وہ سب حیران تھے۔ اتنی سی بات پر آگ بگولا ہو گیا

۸۔ واسطے اور خاطرے منونین۔ جیسے ہم پر گیا ہے۔ کام پر گیا ہے۔ وہ نام پر مڑتا ہے۔

۹۔ نی پر جان دیتا ہے۔

۹۔ باوجود یا بوصف کے معنوں میں جیسے اس ہوسٹیری پر ایسی غفلت۔ اتنے علم و فصل پر یہ کچھ نہیں۔

۱۰۔ طرف و جانب کی معنوں میں جیسے اسکی بات پر نہ جانا۔ اسپر نہ جانا یہ سب دیکھنے کے ہیں۔

ترد امنی پر شیخ ہماری نہ جاتیو

دامن پنچو دین تو فرشتے وضو کریں

اسپر کوئی خیال نہیں کرنا چاہیے۔

۱۱۔ انحصار۔ جیسے میری زندگی اسی پر ہے۔ ایک مجھی پر کیا سب کا ہی حال ہے۔ میرا

جانا اسپر موقوف ہے۔

حالت ندائیہ

حالت ندائیہ پکارنے یا بلانے کے لیے استعمال ہوتی ہے خواہ اسکے ساتھ حروف

فجائیہ ہوں یا نہ ہوں۔ یہ عموماً جملہ اول میں ہوتی ہے اور جملے کے دوسرے الفاظ سے اسے تعلق نہیں ہوتا

حالت ندائیہ اکثر الفاظ فجائیہ کے ساتھ آتی ہے۔ لے دوست! اوڑکے! او بی رحم! وغیرہ

مگر بعض اوقات حروف ندائیں بھی آتے جیسے صاحبو! لوگو! اچھا! قبلہ وغیرہ۔

بھیا اور بھینا کے الفاظ اکثر حالت ندائیہ ہی میں مستعمل ہوتے ہیں شعرا اپنی نظموں میں اور

خصوصاً مقطع میں اپنا تخلص لاتے ہیں جو اکثر حالت ندائیہ میں ہوتا ہے۔

ہوت دور سے بلانے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

ارے۔ اے حقارت کے لیے اور اونٹنی لوگوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ مگر ان کا استعمال

فصیح خیال نہیں کیا جاتا۔

رے اللہ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے تو اسکے معنی تعجب کے ہوتے ہیں صبر اللہ تیرا

بے تکلفی میں ارے میان کے ساتھ آتا ہے جیسے ارے میان۔ یا اضطراب میں لوگوں کے ساتھ۔ جیسے ارے لوگو یہ کیا غضب ہوا۔

صفت

صفات کی ساخت اور تغیر و تبدل کے متعلق پہلے حصے میں کافی طور سے بیان ہو چکا ہے لہذا یہاں اس کا بیان غیر ضروری ہے۔

۱۔ صفت جب کبھی اسم کی کیفیت یا حالت بیان کرتی ہے تو اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔

(۱) توصیفی اور (۲) جزئیہ

توصیفی جیسے خوبصورت جوان۔ نازک کلائی۔ نیلا آسمان وغیرہ

جزئیہ جیسے وہ گھوڑا خوبصورت ہے۔ یہ پانی تو گرم ہے۔ میں نے اُسے بہت ہوتا پرایا وغیرہ

۲۔ اُردو میں صفات اکثر اس کی طرح استعمال ہوتی ہیں اور جس طرح اس کی آخری علامت

میں تبدیلی واقع ہوتی ہے ان میں بھی ہوتی ہے۔ جیسے

تم کیا اچھے اچھے مارے پھرتے ہیں اور کوئی نہیں پوچھتا۔

چاہیے اچھوں کو جتنا چاہیے

وہ اگر چاہیں تو پھر کیا چاہیے

برون کی صحبت سے بچو۔ بے حیا کی بلا دور۔ یہاں سب طرح کے لوگ موجود ہیں اچھے سے

اچھا اور بُرے سے بُرا۔ عقلمندوں کی صحبت میں بیٹھ جاہوں سے احتراز کرو۔ برون کا ادب

کرو اور چھوٹوں پر شفقت۔

۳۔ کبھی کبھی بعض اسم بھی صفت کے معنوں میں استعمال ہونے ہیں جیسے

آگے جاتا نہیں ہے اب بولا

ہو گئی ہے زبان بھی اولاً

بیان اولے کے معنی ٹھنڈے کے ہیں۔ یا مثلاً یون کسین اسکے ہاتھ پاؤں برف ہو رہے ہیں۔
اُسے اس زور کا بخار چڑھا کہ سارا جسم آگ تھا۔

یا مثلاً خفا ہو کر کین نم بڑے اتو ہو یا بڑے گدھے ہو۔ بیان اتو اور گدھے کے معنی
بیوقوف اور احمق کے ہیں۔ یا وہ تو زرا بیل ہے۔

۴۔ صفات بعض اوقات تمیز فعل کا کام دیتی ہیں جیسے یہ بہت سخت ہے۔ بڑا بیوقوف
ہے۔ وہ غوب بولتا ہے۔

۵۔ بعض اوقات تکرار صفت سے صفت میں ترقی ہو جاتی ہے۔ جیسے دور دور کے لوگ۔
مشہور مشہور شخص۔ میٹھے میٹھے پھل۔ اونچے اونچے مکان۔ گرم گرم چائے۔ مگر خاص خاص
حالتوں میں اسکے خلاف کمی ظاہر ہوتی ہے۔ مثلاً دال میں کچھ کالا لانا نظر آتا ہے دینے
کوئی چیز جو کافی سی ہے، یہ سالن میٹھا میٹھا معلوم ہوتا ہے (دینے کسی قدر میٹھا) لیکن اس
آخری صورت میں صفت تمیز فعل کا کام دیتی ہے۔

جب اس میں اور ترقی یا مبالغہ مقصود ہوتا ہے تو دونوں کے درمیان سے
بڑھا دیتے ہیں۔ جیسے بڑے سے بڑا کام۔ اونچے سے اونچا پہاڑ۔ بھاری سے بھاری بوجھ
اچھے سے اچھا کام۔ وغیرہ

۶۔ تا جو تشبیہ اور صفت کی کمی بیشی کے لیے آتا ہے اسکا افضل ذکر حصہ صرف میں ہو چکا ہے۔
۷۔ ہر حرف تخصیص ہے اور ہمیشہ واحد کے ساتھ استعمال ہوتا ہے لیکن ایک اور کوئی کے
ساتھ مرکب ہو کر بھی آتا ہے جیسے ہر ایک آدمی کا یہ کام نہیں ہے۔ ہر کوئی اسے کرے یہ دشوار ہے۔

۸۔ جہر اگرچہ صفت ہے لیکن کبھی تنہا استعمال نہیں ہوتا۔ بلکہ کسی نہ کسی اسم کے بعد مل کر آتا ہے۔
 دیکھئے بھڑے سے ہے اور اسکے معنی پورے یا تمام کے ہیں، اسماء مقدار وغیرہ کے ساتھ جیسے چلو بھڑ،
 مسخٹی بھڑ، پاؤ بھڑ، گز بھڑ، ہاتھ بھڑ۔

اسماء مسافت کے ساتھ جیسے کوس بھڑ۔

اسماء زمان کے ساتھ جیسے عمر بھڑ، دن بھڑ، سال بھڑ

اسکے علاوہ مقدر بھڑ بھی استعمال ہے۔

بعض اوقات بھڑ ہر س یا بھڑ نیند سونا یا بھڑ نظر دیکھنا بھی بول جاتے ہیں ورنہ یہ لفظ
 ہمیشہ اسم کے بعد آتا ہے۔

صفات عددی

۱۔ کبھی ایک کسی کے معنوں میں آتا ہے۔ جیسے ایک دن ایسا واقع ہوا۔ ایک شخص نے
 مجھے یہ کہا۔ ایک نے بھی مرا ساتھ نہ دیا۔ ان فقرن میں ایک شمار کے لیے نہیں آیا بلکہ اسکے معنی
 کسی دن اور کسی شخص کے ہیں۔

اسی طرح ایک معین اعداد کے ساتھ آکر غیر معین کے معنی دیتا ہے۔ جیسے میں ایک
 آدمی بیٹھے تھے یعنی تھنپا بیس۔ اس کا ذکر صرن میں ہو چکا ہے۔

جب یہ تکرار آتا ہے تو اسکے معنی فرداً فرداً کے ہوتے ہیں۔ جیسے ایک ایک آدمی۔ ایک
 ایک دو۔ ہر ایک کے معنوں میں۔ جیسے اس نے آپ کا پیغام ایک ایک کو پہنچا دیا۔
 قریب قریب انہیں معنوں میں ایک ایک کر کے بھی استعمال ہوتا ہے۔

لیکن جب پہلا ایک فاعلی حالت میں ہوتا ہے اور دوسرا مفعولی اضافی حالت میں
 تو وہ ان باہم یا ایک دوسرے کے معنی ہوتے ہیں۔ جیسے ایک ایک سے لڑ رہا تھا۔ ایک

ایک سے جُٹ گیا۔ ایک ایک کے خون کا یہاں ساہو رہا تھا۔ ایک ایک کا دشمن ہے۔

ایک ہر فقرہ میں الگ الگ انھیں معنوں میں آتا ہے۔ جیسے ایک کو سائی ایک کو بدھائی۔

ایک سب آگ، ایک سب پانی۔ دیدہ و دل عذاب ہیں دونوں۔

اور اکثر ایک کے جواب میں دوسرا یا اسپر آتا ہے جیسے ایک تو بیوقوف دوسرے مفلس۔

ایک تو میں غم زدہ اسپر آپ کی غفلت غضب ہے۔

کبھی سین کلام کے لیے آتا ہے۔ جیسے ایک تمھارا ہی فکر کیا کم ہے۔ ایک درد سادل میں

رہتا ہے۔ یہ صدا جبکہ کان میں آئی۔ جان اک میری جان میں آئی۔

کبھی کل یا سارے کے معنوں میں آتا ہے جیسے ایک زمانہ یہی کہتا ہے۔ ایک عالم میں

یہی چرچا ہے

کبھی یکساں کے معنی دیتا ہے جیسے وہ بھائی بس ایک ہیں۔

ایک ہے تیری نگہ میری آہ کین ایسوں سے رہا جاتا ہے (دلع)

کبھی مبالغہ کے لیے جیسے وہ ایک چھٹا ہوا ہے۔

کبھی بے نظیر کے معنوں میں جیسے سارے خاندان میں ایک ہے اپنے رنگ میں ایک ہے۔

کبھی اکیلے اور تنہا کے معنوں میں جیسے کیا تمھارے ستانے کو ایک میں ہی رہ گیا ہوں۔

کبھی دریا یا ادنیٰ کے معنوں میں آتا ہے جیسے

ایک کھیل ہے اور نگہ سلیمان مرے نزدیک

ایک بات ہے اعجاز سیمارے آگے

ایک نہ ایک محاورے میں کوئی نہ کوئی کے معنوں میں آتا ہے جیسے آئے دن ایک ایک

فکر لگا رہتا ہے۔ جب کبھی میں وہاں جاتا ہوں وہ ایک نہ ایک فراموش ضرور کر دیتا ہے۔

۲۔ صرف میں بیان ہو چکا ہے کہ کلیت کے اظہار کے لیے اعداد معین کے آگے دن بڑھا دیتے ہیں۔ جیسے آٹھون ہیر وہیں بیٹھا رہتا ہے۔ دونوں جہان میں بھلا ہوگا۔ اور جب زور زور دینا مقصود ہوتا ہے تو عدد صرف اضافت کے ساتھ یہ تکرار استعمال ہوتا ہے۔ جیسے آٹھون کے آٹھون آگئے۔ دسوں کے دسوں دیدہ ہے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس آخری صورت میں عدد کے ساتھ اسم ہمیشہ مخذوف ہوتا ہے۔

۳۔ جو اسماء و ہم پیشے، تاپ، فاصلے سمت وغیرہ بتاتے ہیں وہ اعداد جمع کے ساتھ بھی واحد ہی استعمال ہوتے ہیں جیسے

ایک ہزار روپے میں خریدا۔ اسکی قیمت سو اترتی ہے۔ میرا سپر کئی ہزار روپیہ آتا ہے۔ وہ تین مہینے سے غیر حاضر ہے۔ وہ چار ہفتے میں آجائے گا۔ وہ ساٹھ برس کا ہے۔ اسپر چارون طاق سے حملہ ہوا۔ دونوں جانب سے لوگ آئے۔ میرے پاس کئی قسم کی کتابیں ہیں۔ اس کا کمیت چار بیگھے کا ہے۔

اسی طرح نفر، راس، زنجیر، قطار وغیرہ جو فارسی میں تعداد کے لیے استعمال ہوتے ہیں اور اردو میں بھی متعل ہیں وہ بھی جمع کی حالت میں واحد آتے ہیں۔ جیسے چار راس گھوڑے دس زنجیر ہاتھی۔ پچاس قطار اونٹ۔ دس نفر مزدور۔ مگردانہ اور جلد کی لفظ اردو ترکیب میں بطور جمع کے استعمال ہوتی ہے جیسے پچاس جلدین کتابوں کی۔ چار دانے سیب کے۔

۴۔ دسون، بیسون، سیکڑون، ہزارون، لاکھون، کروڑون اور صد ہا، ہزار ہا۔ جب اسماء کے ساتھ آکر تعداد غیر معین کے معنی دیتے ہیں تو جمع کی حالت میں لعل واحد اور جمع دونوں طرح آتا ہے۔ جیسے ہزار ہا آدمی مارا گیا آدمی مارے گئے، قحط میں سیکڑون آدمی بھوکا مر گیا دس ہزار آدمی مارے گئے، ہاتھ مارے گئے، ہاتھ مارے گئے، ہاتھ مارے گئے (موجود تھے)

تعداد معین کے ساتھ بھی۔ یہ استعمال جائز رکھا گیا ہے۔ موصوف کو جمع اور واحد دونوں طرح استعمال کر سکتے ہیں۔ جیسے دس ہزار گورا پڑا ہے۔ پانچ ہزار سوار اتر ا ہوا ہے۔ پندرہ ہزار پیدل کھیت رہا۔ پانسوا دمی کھڑا ہے۔ ایک ہزار کرسی پڑی ہے (لیکن یہ استعمال صرف فاعلی حالت میں درست ہے)

ضمائر

اضمیر شخص تعداد میں اس اسم سے مطابقت ہوتی ہے جسکے لیے وہ استعمال کی گئی ہے۔ جیسے میں نے کریم کو ہر چند سمجھایا مگر وہ نہ سمجھا۔ وہ شخص جو کل آپ سے ملا تھا چلا گیا۔

لیکن تعظیم کے موقع پر اگرچہ اسم واحد ہونا ہے لیکن جو ضمیر اس کے بجائے استعمال ہوتی ہے جمع آتی ہے جیسے آپ کے بلانے پر مولوی صاحب آئے تو سہی مگر انھوں نے اس مسئلے سے متعلق کچھ نہ فرمایا۔ وہ صاحب جنھیں آپ نے بلایا تھا تشریف لائے ہیں۔

۲۔ جب ضمائر شخصی فعل کی فاعل ہوتی ہیں تو عموماً محذوف ہوتی ہیں۔ جیسے کل آؤں گا۔ یہاں میں محذوف ہے۔ امر کے ساتھ خصوصاً ضمیر فاعلی ظاہر نہیں کی جاتی۔ جیسے فوراً چلے جاؤ۔

۳۔ جب دو یا دو سے زائد ضمائر ایک ہی فعل کے فاعل ہوں۔ تو ان کے استعمال کی صورت یہ ہوگی اگر ضمیر متکلم اور ضمیر مخاطب ہیں تو ضمیر متکلم جمع آئے گی۔ جیسے آؤ ہم بھی چلیں (اس میں مخاطب بھی متکلم ہے یعنی میں اور تم) آؤ ہم تم مل کر کام کروں۔ لیکن جب ضمیر مخاطب اور ضمیر غائب ہو تو ضمیر مخاطب جمع ہوگی۔ کیونکہ ضمیر مخاطب عموماً یوں ہی جمع ہی استعمال ہوتی ہے۔

لیکن علاوہ حالت فاعلی کے دوسری حالتوں میں اسکی پابندی لازم نہیں ہے۔ کہو کہ جیسے مجھ میں تم بہت فرق ہے۔ میری تھادی حالت ایک سی نہیں ہے۔

اُردو میں عموماً ضمیر متکلم اول اسکے بعد ضمیر مخاطب اور اسکے بعد ضمیر استعمال ہوتی ہے۔

۴۔ جب ایک ہی جملے میں ایک مفعول سے دوسرا مفعول شخصی ہو دینے قریب و بعید اور دونوں ضمیر میں ہوں تو کو مفعول شخصی کے ساتھ آئے گا جیسے وہ تو میں احمد کو دون گا۔

۵۔ ضمیر شخصی کے ساتھ ب کوئی صفت آتی ہے تو اسکی صورت تو مفعولی ہوتی ہے لیکن وہ فاعلی مفعولی اور اضافی انتقالی حالتوں میں برابر استعمال ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں علامات فاعل و مفعول و اضافی و انتقالی حالتوں میں برابر استعمال ہوتی ہے۔ اور ایسی صورت میں علامات فاعل و مفعول و اضافی و انتقالی صفت کے بعد آتی ہیں جیسے مجھے کم نعت نے کہا تھا۔ مجھے خاکسار کو یہ قصہ نہیں آیا۔ مجھ عاجز سے یہ خطا ہوئی۔ تجھ بد بخت کی یہ حالت ہے کہ یہ عموماً تجھ اور مجھ ہی کے ساتھ مخصوص ہے)

۶۔ اسی طرح جب ضمیر شخصی کے بعد جی (جمع ہیں) آتا ہے تو علامات فاعل و مفعول و اضافی و انتقالی اسی کے بعد آتی ہیں۔ جیسے مجھی سے مالگ تھا۔ ہمیں ملے دیا تھا۔ اسی کا ہے۔ میں ملے ہی کہا تھا۔ اللہ علامت فاعل مستثنیٰ ہے۔ وہ دونوں طرح استعمال ہوتی ہے۔ حاکم و احد و کل میں ضمیر کے متصل آیا ہے۔ بعض ضمائر شخصی و دیگر ضمائر کے ساتھ پاس کا استعمال بلا اضافت بھی ہوتا ہے جیسے اُس پاس، مجھ پاس، جس پاس، کس پاس۔

جس پاس روزہ کھول سکھانے کو کچھ نہ روزہ اگر نہ کھائے تو ناچار کیا کرے (غالب)
کون آتا ہے بڑے وقت کسی پاس اے داغ لوگ دیوانہ بناتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

۸۔ آپ بچائے ضمیر مخاطب تعظیماً آتا ہے اور کبھی تعظیم کے خیال سے غائب کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جسکا ذکر حصہ صرف میں ہو چکا ہے۔ لیکن آپ مخاطب کے لیے آئے یا غائب کے لیے فعل اسکے لیے ہمیشہ جمع آتا ہے۔ جیسے آپ تشریف لے چکے ہیں۔ آپ آئے تھے۔ آپ کب جائیں گے۔

۹۔ ایسا منبر کے موقع پر جس طرح استعمال ہوتا ہے اسکا ذکر صرف میں ہو چکا ہے۔ علاوہ

اسکے وہ بلا تعلق مرجع اور بھی کسی طرح استعمال ہوتا ہے

(۱) بعض وقت ضمیر شکم کے معنوں میں آتا ہے۔ جیسے اپنا اٹو کمین نہیں گیا۔

غالب اپنا یہ عقیدہ ہے بقول ناسخ آپ بے برہ ہے جو معتقد میر نہیں

ناصحنوں سے کلام کون کرے اپنی ایسوں سے گفتگو ہی نہیں (داغ)

دب، بعض اوقات صفت کے معنی دیتا ہے۔ جیسے اپنی گرہ سے دینا۔ اپنی نیند سونا اور

اپنی بھوک کھانا۔

(ج) جب مکرر آتا ہے تو اسکے معنی ہوتے ہیں ہر ایک کا الگ الگ۔ جیسے اپنا اپنا

کمانا اپنا اپنا کھانا۔ اپنا اپنا کام کرو۔ اپنے اپنے گھر جاؤ وہ سب چھوٹے اور اپنا اپنا کام کرنے لگے۔

(د) کبھی بطور اسم استعمال ہوتا ہے۔ جیسے اپنا اپنا ہے پرایا پرایا۔ مجھے اپنا پرایا سب ایک ہے

جب وہ اپنوں سے یہ سلوک کرتا ہے تو غیروں سے کیا کچھ نہ آئے گا دیان اپنے کے معنی عزیز اور رشتہ دار

ہیں اور ان معنوں میں یہ لفظ ہمیشہ جمع میں استعمال ہوتا ہے) اسی سے اپنائیت اسم کیفیت ہے

جبکے معنی یگانگت کے ہیں۔

(۴) کبھی خصوصیت کے لیے جیسے اپنی لگی بن کتا بھی شیرازہ۔ دوسرے کاموں سے فرصت ملے تو

اپنا کام بھی کروں۔

(۵) اس محاورے میں کہ ”ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہے“ اسم محذوف ہے۔ اسی طرح ان محاوروں

میں اپنی گانا۔ اپنی کتا اُسے اپنی پڑی ہے جب دیکھو وہ اپنی ہی گاتا ہے۔ اسم محذوف ہے اور

اس لیے بجائے اسم سمجھا جائے گا۔

(۶) کبھی آپ بھی اپنے یا اپنی کے بجائے آتا ہے جیسے آپ بیٹی۔ آپ کاج سما کاج

(ح) آپ سے آپ ملے ہیں آپ آپ سے خود بخود کے معنوں میں آتے ہیں

تغ تو اوجھی پڑی تھی گر پڑے ہم آپسے دل کو قاتل کے بڑھانا کوئی ہم نہ سیکھ جائے
 دھم کبھی آپ کے بجائے آپسے کا لفظ بھی محاورے میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے آپسے
 سے باہر ہو جانا۔ آپسے میں آنا۔

۱۰۔ بعض اوقات ہم تم اور آپ کے ساتھ دوسرے ہم جمع مثل لوگ صاحب اور حضرات
 کے استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے ہم لوگ، تم لوگ آپ صاحب آپ حضرات وغیرہ
 ۱۱۔ جی حریف شخص ہے جب وہ ہم تم اور وہ کے ساتھ آتا ہے تو انکی صورت وہی ہیں
 تھیں ہو جاتی ہے۔ جیسے وہی آئے گا تو دون گنا۔ یہ غلطی ہیں سے ہوئی۔ یہ تمہیں تو تھے۔
 ۱۲۔ ضمیر کبھی اسم سے پہلے بھی آ جاتی ہے مگر یہ اکثر نظم میں ہوتا ہے۔

۱۳۔ یہ بیان ہو چکا ہے کہ یہ ضمیر اشارہ قریب کے لیے اور وہ بعید کے لیے۔ لیکن بعض اوقات یہ
 کا اشارہ پورے جملے کی طرف ہوتا ہے جو اسکے بعد آتا ہے جیسے

یہ میں نے مانا کہ آج خنجر مرا گلو بھی نہیں رہے گا

مکہ میں ظالم کے دوستم گر! ہمیشہ تو بھی نہیں رہے گا

۱۴۔ یہ یاد رکھیے ایسا کہ منون میں بطور صفت کے آتا ہے جیسے روشنی کا یہ عالم تھا
 کہ اسکے سامنے چاندنی گرد تھی۔

۱۵۔ حروف ربط کے اثر سے یہ اس سے اور وہ اس سے بدل جاتا ہے۔ جیسے اس
 میں۔ اس پر وغیرہ۔

علامہ حروف ربط کے پاس۔ جگہ۔ گھر۔ طرف۔ سمت۔ جانب۔ رات۔ دن۔ مہینہ۔ سال
 گھڑی۔ طرح۔ قدر وغیرہ کے ساتھ آنے سے بھی یہ تبدیلی ہو جاتی ہے۔

۱۶۔ جمع میں یہ ان اور وہ ان ہو جاتا ہے۔

۱۷۔ جی کے آنے ت یہ تھی وہ دہی ان انھیں اور ان انھیں ہو جاتا ہے۔

۱۸۔ کبھی یوں بھی ضمیر اشارہ (قریب) کے لیے مستعمل ہوتا ہے۔ جیسے

مینہ دی ملنے کے بہانے ہن عبث۔ یوں کہیے

(داغ)

آج اغیار سے پیمان کیے بیٹھے ہن

۱۹۔ ضمائر استفہامیہ دو ہن۔ کیا اشیاء کے لیے اور کون اشخاص کے لیے۔ ان کا مفصل ذکر

صرف میں آچکا ہے۔

کیا حالت فاعلی اور مفعولی میں کیساں طور سے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً انھیں کیا چاہیے

تم کیا کر رہے ہو۔ لیکن کیا جب تعجب اور حیرت کے لیے آتا ہے تو اشخاص کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔

جیسے وہ بھی کیا آدمی ہے۔ کیا بیوقوف ہے (لیکن ان موقعوں یا تو وہ صفت کا کام دیتا ہے یا

تثنیہ صفت کا)

۲۰۔ استفہام کی مختلف قسمیں ہن اور وہ مختلف معنوں کا اظہار کرتا ہے۔ مثلاً

(۱) محض استفسار کے لیے۔ جیسے یہ کون ہے؟ یہ کیا ہے؟ اسے استنبہاری بھی کہتے

ہن۔ جیسے اس شعر کے دوسرے مصرع میں

دل نادان تجھے ہوا کیا ہے آخر اس درد کی دوا کیا ہے

(دب) اقراری جیسے یہ تمہارا تصور نہیں تو اور کس کا ہے؟ (یعنی تمہارا ہی ہے) یہ حرمت

نہیں تو اور کیا ہے؟

(ج) انکاری جیسے

گر کہا ناصح نے ہم کو قید اچھا یوں سی جیون عشق کے انداز چھٹ جائیگے کیا (غالب)

کیا یہ انداز چھٹ جائیگے؟ یعنی نہیں چھٹیں گے

یا اس شعر کے دوسرے مصرع میں

دوست غمخواری میں ہر سی سنی فرماہنگ کیا زخم کے بھرنے تلک ناخن بڑھ جائیگے کیا؟

دو، تجاہل میں جان بوجھ کر پوچھنا جیسے کسی کو لکھتے ہوے دیکھ کر پوچھنا کہ کیا کر رہے ہو؟

پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلاؤ کیا؟

یا شاعر مدوح کے متعلق تجاہل سے سوال پر سوال کرتا ہے۔ حالانکہ خوب جانتا ہے کہ وہ کون ہے۔

کون ہے جسکے در پہ ناصیہ سا ہن مہ و مہر و زہرہ و بہرام

(اور پھر خود ہی اسکا جواب دیتا ہے)

تو نہیں جانتا تو مجھے سُن نام شاہنشاہ بلند مقام

قبلہ چشم و دل بہادر شاہ منظر ذوالجلال والا کرام

یا اسی طرح ایک مقرر زور دینے کے لیے سوال پر سوال کرتا ہے حالانکہ خود بھی جانتا ہے اور دوسرے بھی

جانتے ہیں۔

(۷) زجر و ملامت کے لیے جیسے اس شعر کے پہلے مصرع میں

دل نادان تجھے ہوا کیا ہے؟ آخر اس درد کی دوا کیا ہے؟

یا ہم بگڑ کر کسی سے کہیں کیا کرتے ہو؟

(۸) تحقیر توہین کے لیے جیسے

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے تمہیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے؟

(۹) حیرت و استعجاب کے لیے جیسے این ! یہ کیا ہوا !

جب کہ تجھ بن نہیں کوئی موجود پھر یہ ہنگامہ اسے خدا کیا ہے؟

(۱۰) انکسار کے لیے جیسے ہم کیا ہیں کوئی کام جو ہم سے ہوگا؟

۱۷۔ نفی کے لیے جیسے میں کیا جانوں؟

(د) استعنا کے لیے جیسے میں اسے لے کر کیا کروں گا؟

۲۱۔ اس کے علاوہ کیا بطور حال و صفت بھی آتا ہے۔ جس کا ذکر دوسرے موقع پر کیا جائے گا۔

۲۲۔ کیا کیا یہ تکرار بھی آتا ہے۔ جس کے معنی کثرت کے ہوتے ہیں۔ جیسے کیا کیا کہوں۔

کیا کیا لکھوں؟ کیا کیا سنوں؟

۲۳۔ کون اور کون سا کافر فی میل بیان ہو چکا ہے۔ کونسا ہمیشہ ایسی جگہ استعمال ہوتا ہے

جہاں کلمی میں سے ایک مقصود ہو۔ مثلاً کئی کنا بین ہوں اور یوحی میں کونسی چاہیے۔

۲۴۔ کون اور کیا بعض اوقات تنکیر میں آتے ہیں۔ جیسے مجھے معلوم نہیں کہ کون آیا

اور کون گیا یہاں استغمامی معنی نہیں ہیں۔ اسی طرح کچھ معلوم نہیں اس نے مجھے کیا کہا تھا۔ میں

کیونکر وعدہ کروں خدا جانے وہ کیا مانگ بیٹھے۔ اسے معلوم نہ تھا کہ اس مکان میں کون رہتا

۲۵۔ ضمائر تنکیری کچھ اور کوئی ہیں انکو معنی استعمال اور فرق کا بیان صرف میں ہو چکا

۲۶۔ کوئی بطور ضمیر ہمیشہ جانداروں کے لیے استعمال ہوتا ہے اور واحد کے لیے آتا ہے۔

جمع میں نہیں آتا۔

۲۷۔ ایک ہی جملے کے دو حصوں میں کوئی اور کچھ الگ الگ بصورت جواب کے استعمال ہوتے

ہیں۔ کرسے کوئی بھرے کوئی۔ کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ۔ کوئی مرے کوئی ملنا لگائے۔ کچھ

ہم سمجھے کچھ تم سمجھے۔ ایسے جملوں میں کوئی اور کچھ کے معنی ایک جگہ ایک اور دوسری جگہ

دوسرے کے ہیں۔

۲۸۔ کوئی اور کچھ تکرار کے ساتھ قلت کے معنوں میں آتے ہیں۔ جیسے

کوئی کوئی اب بھی مل جاتا ہے۔ کچھ کچھ باقی ہے۔

۲۹۔ کوئی نہ کوئی اور کچھ نہ کچھ بھی قلت کے معنوں میں آتے ہیں اور اس میں زیادہ زور ہوتا ہے۔ کوئی نہ کوئی اب بھی نظر آتا ہے۔ اچھون کی صحبت میں کچھ نہ کچھ ضرور حاصل ہوتا ہے

۳۰۔ کوئی کا استعمال استفہام کے ساتھ روزمرہ میں بڑے لطف سے ہوتا ہے جیسے

عمر و روزہ عیش و روزہ عین ہے تو ہر بین چھوڑنا ہون کوئی غم جاودان تجھے؟ (دماغ کاوش غم دور ہو میرے دل ویران سے کیا ہر خار جاتے ہیں کوئی صحرا کا دامن چھوڑ کر؟

۳۱۔ کچھ کا کچھ اور کچھ سے کچھ ایسے موقع پر بولتے ہیں جہاں ایک حالت سے دوسری حالت ہو جائے۔ اور تغیر یا انقلاب پیدا ہو جائے۔ جیسے کچھ کا کچھ ہو گیا یا کچھ سے کچھ ہو گیا۔

لیکن بعض اوقات کچھ کا کچھ اصل کے خلاف معنوں میں بھی آتا ہے جیسے کچھ کا کچھ کہہ دیا یا کچھ کا کچھ سمجھا دیا۔ بیان بھی وہی معنی تغیر کے ہیں۔ یعنی اصل کے خلاف یا اسے بدل کر کچھ اور کہنا

۳۲۔ کوئی کے بعد بعض اوقات سا بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے کوئی سادیدو۔ کوئی سا لے اور یہ عموماً اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب کئی میں سے ایک مقصود ہو۔

یجان کے لیے بھی آتا ہے۔

۳۳۔ بعض اوقات کچھ جیسا اور جو ضمایر موصولہ کے ساتھ مل کر بھی آتا ہے اور اس میں زیادہ تر تنکیر پائی جاتی ہے جیسے جیسا کچھ ہو سکا دیکھا جائے گا۔ اور جو کچھ کہو گے کروں گا۔

۳۴۔ اسی طرح کوئی کے ساتھ کیسا مل کر تنکیری معنوں میں اور زور پیدا کر دیتا ہے۔ جیسے کوئی کیسا ہی ہو۔ نفعی میں اور زور اور تاکید ہوتی ہے جیسے کوئی کیسا ہی کیوں نہ ہو۔

۳۵۔ جتنا، اتنا، اتنا، ایسا، جیسا، ویسا، کیسا جو الفاظ ضمیری ہیں اور بطور صفت مستقل ہیں۔ تمیز فعل بھی واقع ہوتے ہیں۔ لہذا ان کا ذکر تمیز فعل میں کیا جائے گا۔

۳۶۔ ضمائر موصولہ، استفہامیہ، تنکیری، جب یہ تکرار آتے ہیں تو معنی کثرت کے دیتے ہیں

مگر ان معنوں کا اطلاق کل پر فرداً فرداً ہوتا ہے۔ سوائے ضمائر تنکیہ کے جو قلت کے معنی دیتے ہیں۔ صبر
اس نے جو جو کہا میں نے مان لیا۔ جس جس کے پاس گیا اس نے یہی جواب دیا۔ جن جن سے
تعلق تھا۔ کون کون آئے ہیں؟ کس کس سے کمون؟ کس کس کے پاس جاؤں؟ کیا کیا کہا؟
کوئی کوئی اب بھی ہے۔ کچھ کچھ اب بھی نظر آ جاتے ہیں۔

۳۷۔ ضمائر موصولہ استفہامیہ اور تنکیہ جب اسما کے ساتھ آتی ہیں تو صفت کا کام دیتی ہیں
جیسے۔ جو شخص آئے فوراً میرے پاس بھیجید۔ جس شخص کو کو بھیجید وہ۔ جن لوگوں نے
ایسا کہا غلطی کی۔ یہ کون آدمی ہے؟ یہ کس شخص کی ہاک ہے؟ کیا چیز چاہیے؟
کوئی آدمی کام کا نہیں تھا۔ کچھ لوگ وہاں بیٹھے تھے۔

ہون (جوئی ہونے) اور کونسا (کونسی کونسے) بھی بطور صفت استعمال ہوتے ہیں
جوئی کتاب کہو دلوادون۔ کونسے کام پر جا رہے ہو۔ آج کونسی تاریخ ہے۔
ضمائر شخصی کبھی صفات نہیں ہوتیں۔ البتہ وہ کے ساتھ جب ہی آتا ہے تو وہ
صفت کا کام دیتا ہے جیسے یہ وہی شخص ہے۔

کوئی نہ کوئی اور کچھ نہ کچھ بھی کبھی کبھی بطور صفت استعمال ہوتے ہیں جیسے کچھ نہ کچھ
کام ضرور کرتے رہا کرو۔ روز کوئی نہ کوئی مہمان آ جاتا ہے۔

فصل

مصدر کے استعمال مختلف ہیں۔ جن کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

۱۔ اکثر لہو را اسم کے۔ جس کی تفصیل یہ ہے۔

۲۔ فاعل۔ جیسے کھیلنا ناگوار نہیں گزرتا پڑھنا ناگوار ہوتا ہے

(ب) مفعول جیسے وہ کھیلنا پسند کرتا ہے۔

(ج) ضرورت اور مجبوری کے معنوں میں جیسے ہم سب کو ایک روز مرنا ہے۔ انہیں معنوں اور ایسی فاعلی حالت میں پڑنا کے ساتھ بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے آخر مجھے وہاں جانا پڑا۔

دل بہ صحبت سے کوسوں بھاگتا ہے بہن یاروں سے شرمنا پڑے گا (دعائی)
بعض اوقات اسی طرح مجبوری کے معنوں میں مصدر کے ساتھ ہوگا کا استعمال ہوتا ہے جیسے نہیں جانا ہوگا۔ اسے کھانا ہوگا۔

کیونکہ اب اس نگہ ناز سے جینا ہوگا زہر دے اسپہ پہ تا کید کہ پینا ہوگا
(د) حرف اضافت کے ساتھ تثنیٰ کی صورت مستقبل کے معنی دیتا ہے۔ اور اس میں عزم اور یقین پایا جاتا ہے جیسے میں نہیں جاتے گا۔

یہ گاموٹ میں گئی اور جمع میں کے ہو جاتا ہے۔

(ه) مفعول بعید کی حالت میں فعل ہوتا ہے ساتھ ایسے کام کو ظاہر کرتا ہے جواب فوراً ہونے والا ہے جیسے وہ جانے کو ہے۔ وہ کہنے کو ہے۔

(و) بعض اوقات ایک فعل کا دوسرے فعل کے ساتھ ایک ہی وقت میں واقع ہونا ظاہر کرتا ہے جیسے اس کا نظربھر کر دیکھنا تھا کہ وہ غش کھا لگ کر پڑا۔ اس کا چوکی پر پاؤں دہرنا تھا کہ تختہ نکل گیا۔

(۲) امر کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ اور معمولی امر سے اس میں کسی قدر زور اور تاکید پائی جاتی ہے۔ جیسے دیکھو بھول نہ جانا کل ضرور آنا۔

اس سے بڑھ کر اس کے ساتھ "کی" کے ساتھ بھی آتا ہے جیسے اس کا تعلق ہے جیسے

بات کرنی مجھے مشکل کبھی ایسی تو نہ تھی

بات کرنی اور بات کرنا دونوں درست ہیں لیکن اہل لکھنؤ اکثر مذکر ہی لکھنا اور بولنا پسند کرتے ہیں۔

لیکن جب اسم اور مصدر کے درمیان کا واقع ہوتا ہے تو مصدر ہمیشہ مذکر ہوگا۔ جیسے خط کا لکھنا۔ ہل کا چلانا۔ غزل کا لکھنا وغیرہ۔

حالیہ

۱۔ حالیہ کی تین قسمیں ہیں ایک تمام دوسری ناتمام تیسری حالیہ معطوفہ

تمام وہ جہاں فعل ختم ہو چکا ہے جیسے مرا ہوا جانور۔ ناتمام وہ جہاں فعل ختم نہیں ہوا ہے۔ جیسے روتی ہوئی صورت۔ بہتا ہوا پانی۔

۲۔ بلحاظ استعمال کے بھی اسکی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک تو بطور صفت دوسرا بطور خبر۔ صفت کی مثالیں اوپر لکھی گئی ہیں۔ لیکن بعض اوقات ہوا محذوف بھی ہوتا ہے جیسے 'مجرٹا گاؤں' روتی صورت وغیرہ۔

۳۔ اب ہم دوسری قسم کا ذکر کرتے ہیں جو بطور خبر کے استعمال ہوتی ہے؟ یہ بھی صفت ہے لیکن اسم کے ساتھ نہیں آتی جیسے وہ ہنستا ہوا آیا۔ مین نے اُسے مرا ہوا پایا۔

جملے میں استعمال کے وقت اسکی صورت میں جو تبدیلیاں آتی ہیں اسکی تفصیل یہ ہے

(۱) اگر حالیہ اور فعل کا فاعل ایک ہے تو حالیہ جنس و تعداد میں فاعل کے

مطابق ہوتا ہے، خود حالیہ تمام (یعنی آ کے ساتھ) ہو یا ناتمام (یعنی تا کے ساتھ) جیسے وہ دوڑتا ہوا آیا۔ وہ روتی ہوئی آئی۔ تم کو دے ہوے چلے گئے۔ مین شور کرتا ہوا بھاگا۔

ہم گرتے پڑتے مشکل سے بیان پہنچے۔ دسترخوان بچھا ہوا تھا۔ وہ مرا ہوا پڑا تھا۔

(ب) لیکن اگر حالیہ تمام کا تعلق کسی دوسرے اسم سے ہے (جو اکثر مفعول ہوتا ہے) تو اس حالت میں حالیہ سے کے ساتھ آئے گا جیسے وہ سر نیچے کیے ہوئے آیا۔ وہ ہاتھ پھیلا کھڑا تھا۔ مکہ سر کیڑے کھڑی تھی۔ ساری رات تڑپتے کٹی۔ وہ کپڑے پہنے باہر نکلا۔ اژدہا منہ کھولے پڑا تھا۔ وہ پاؤں پسارے لیٹا تھا۔

اور اگر فعل متعدی ہے اور اسکے ساتھ مفعول شخصی ہے اور علامت کو موجود ہے تو حالیہ دونوں طرح آسکتا ہے (مگر سے کے ساتھ فصیح ہے) جیسے میں نے وہاں ایک عورت کو بیٹھے ہوئے دیکھا (یا بیٹھا ہوا دیکھا) اس نے حاد کو سوتے ہوئے دیکھا (یا سوتا ہوا) میں اس درے کو قبر سمجھے ہوئے تھا (یا سمجھا ہوا تھا) اور جو کو نو تو حالیہ فاعل کے مطابق آئے گا۔ میں نے ایک عورت بیٹھی (دہوئی) دیکھی۔ اس نے دسترخوان بچھا ہوا دیکھا۔

(ج) حالیہ نام تمام جب فعل لازم کے ساتھ ہو تو جنس و تعداد میں اپنے فاعل کے مطابق ہوتا جیسے وہ سر دھنتا ہوا آیا۔ وہ بائین بناتا ہوا آیا۔ وہ کھلتی ہوئی آئی وغیرہ۔ مگر جب فعل متعدی کے ساتھ ہوتا ہے اور فعل موجود ہے تو بغیر تبدیلی سے کے ساتھ آتا ہے جیسے میں نے اُس عورت کو سر دھنتے ہوئے دیکھا۔ میں نے اُسے کھانا کھاتے ہوئے پایا۔ ہم نے احمد کو باتین کرتے ہوئے سنا۔

(د) اور جب حالیہ دوہرایا جائے، یا اس کا تالبع دوسرا حالیہ اسکے ساتھ آئے تو تو فعل لازم کی صورت میں آ اور سے دونوں کے ساتھ آسکتا ہے۔ (سے کے ساتھ زیادہ فصیح ہے) مگر فعل متعدی کے ساتھ بغیر تبدیلی صرن سے کے ساتھ آئے گا۔ جیسے وہ ڈرتے ڈرتے بیان آیا (یا وہ ڈرتا ڈرتا بیان آیا یا ڈرتی ڈرتی آئی) میں کہتے کہتے بیزار ہو گیا یا ہو گئی۔

دیا میں کہنا کہنا بیزار ہو گیا یا میں کہتی کہتی بیزار ہو گئی (وہ پڑے پڑے بیمار ہو گیا۔ دیا پڑا پڑا بیمار ہو گیا، وہ رڑے جھگڑتے یہاں تک پہنچ گیا، یا وہ لڑتا جھگڑتا یہاں تک پہنچ گیا یا وہ لڑتی جھگڑتی یہاں تک پہنچ گئی) وہ بیٹھے بیٹھے بیکار ہو گیا (یا وہ بیٹھا بیٹھا بیکار ہو گیا) اس نے بیٹھے بیٹھا مجھے بدنام کر دیا۔ اس نے لکھتے لکھتے کاغذ پھینک دیا۔

دن گزارے عمر کے انسان ہنستے ہنستے

تکرارِ حالیہ سے فعل کی کثرت ظاہر ہوتی ہے جیسے پڑے پڑے بیمار ہو گیا۔ یعنی زیادہ تر پڑے رہنے سے۔ کہتے کہتے بیزار ہو گیا۔ یعنی بار بار کہنے سے۔

کبھی تبدیلی کے معنی بھی دیتا ہے۔ جیسے کہ آتی ہے اُردو زبان آتے آتے۔ یا جیسے سیکھتے سیکھتے ہی سیکھ گیا۔

کوئی دن طبیعت کو ہو گا قلق سنبھلتے سنبھلتے سنبھل جائے گی

بعض اوقات اس قسم کا حالیہ بغیر اسم کے آتا ہے۔ جیسے ہنستے ہنستے بیٹ میں بل پڑ گئے۔ روتے روتے ہچکی بندھ گئی۔ چلانے چلانے کلا بیٹھ گیا۔

یہاں ہنستے ہنستے اور روتے روتے تمیز فعل سن

(ح) بعض اوقات حالیہ مطلقاً استعمال ہوتا ہے یعنی اصل فعل کا فاعل ایک

اسم ہوتا ہے اور حالیہ کا دوسرا اور گودونون اسم ایک جملہ میں ہوتے ہیں مگر بطور فعل ایک دوسرے سے تعلق نہیں رکھتے جیسے صبح ہوتے چل دیا۔ رات گھر آیا دن نکلتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ دن چڑھے اُٹھا۔ اس قسم کے حالیہ مع اپنے اسم کے تمیز فعل یا تعلق فعل ہوتے ہیں۔

۴۔ بعض اوقات حالیہ بالکل بطور اسم کے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے سوتے کو جگانا سنا ہے مگر جگنے کو جگانا مشکل ہے۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بہت ہے۔ اپنے کیے کی سزا پائی۔

میرا کھانا مانا۔ آزماے ہوئے کو کیا آزمانا۔ وہ بے کس چل دیا۔ اُسے سوتے سے کیوں جگایا۔ وغیرہ وغیرہ۔

۵۔ بعض اوقات حالیہ بطور تیسرے فعل کے استعمال ہوتے ہیں جیسے ساری رات جاگتے کٹی۔ وہ سُنے ہی چل دیا۔ اس کا ذکر تیسرے فعل میں کیا جائے گا۔

۶۔ اس جگہ حالیہ کے استعمال میں ایک نازک فرق کا بیان کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے مثلاً جب ہم کہتے ہیں کہ میں نے اُسے تیرے دیکھا۔ تو اس کے کیا معنی ہیں آیا جس وقت میں تیرا ہوا تھا میں نے اُسے دیکھا یا میں نے اُس حالت میں دیکھا جب وہ تیرا تھا۔ عام بول چال میں اس قسم کے فقرے میں کچھ فرق نہیں کیا جاتا اور حسب موقع کوئی ایک معنی سے لیے جاتے ہیں۔ ہماری رائے میں اس میں یوں فرق کرنا چاہیے کہ جب حالیہ فاعل کے متصل ہو تو فاعل کے متعلق سمجھا جائے اور مفعول سے متعلق ہو تو مفعول کے متعلق۔ مثلاً جب ہم یہ کہیں کہ میں نے تیرے ہوئے اُسے دیکھا تو اس کے معنی یہ ہونگے کہ جب میں نے اُسے دیکھا تو میں تیرا تھا۔ اور جب یہ کہیں کہ ”میں نے اُسے تیرے ہوئے دیکھا“ تو اس کے یہ معنی ہونگے کہ جب میں نے اُسے دیکھا تو وہ تیرا تھا۔ اسی طرح سے میں نے آتے ہوئے اُسے دیکھا۔ اور میں نے اُسے آتے ہوئے دیکھا وغیرہ وغیرہ

حالیہ معطوفہ

اردو میں جملہ معطوفہ کا استعمال بکثرت ہوتا ہے۔ اس کا تعلق ہمیشہ جملے کے اصل فعل سے ہوتا ہے۔ چونکہ اس میں حرف عطف کا بچاؤ ہے اور حرف عطف کے معنی اس میں شریک ہوتے ہیں اس لیے تالیف معطوفہ کہلاتا ہے۔

۱۵۔ یہ ہمیشہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ جملہ کے اصل فعل سے جس کام کا اظہار ہوتا ہے اس سے

پہلے ایک کام ہو چکا ہے۔ مادہ فعل کے ساتھ کر یا کر کے زیادہ کرنے سے بنتا ہے جیسے وہ نما کر سو گیا۔ کان دہر کے سنو وغیرہ

ایسے جملوں میں دو فعل ہوتے ہیں ایک تقدیمی دوسرا خاص

(۲) ان جملوں کے اگر دو حصے کیے جائیں تو اس میں حرف عطف واقع ہو گا مثلاً وہ بنایا اور سو گیا، مگر ایسی صورتوں میں فعل معطوف کا استعمال زیادہ فصیح ہے کیونکہ پہلا فعل دوسرے فعل کا مقدمہ ہے۔ لیکن جہاں ہر دو فعل ایک رتبہ کے اور آزاد حیثیت رکھتے ہوں، وہاں حرف عطف لانا ضروری اور فصیح ہے جیسے ۵ خیر کفارہ عصیان ہے پیو اور پلاؤ۔

کبھی حرف عطف حذف ہو جاتا ہے جیسے وہ گھٹتا چڑھتا ہے۔ بعض اوقات محاورے میں گرایا گئے بھی حذف ہو جاتا ہے جیسے وہ اُسے بلا لایا۔ برج بھاشا میں بلا لایا کہین گئے (یہاں گئے بجائے گے یا کر کے ہے) اُسے بھاگتے دیکھ وہ بھی بھاگ گیا۔

(۳) کبھی فعل تقدیمی سے فعل خاص کا سبب ظاہر ہوتا ہے جیسے پولیس سے ڈر کر بھاگ گیا۔ شہر کو جلتا دیکھ کر بھاگ نکلا۔ (اڑ کر چلا گیا۔

(۴) کبھی ذریعہ ظاہر کرتا ہے جیسے دیکھ کر فریفتہ ہو گیا۔ درود پڑھ کر پاک کر دیا۔ ۵

کچھ کہہ کے اُس نے پھر مجھے دیوانہ کر دیا اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا

(۵) کبھی اعتراض یا فرضی صورت ظاہر کرتا ہے، لیکن یہ عموماً ہو کر کے ساتھ آتا ہے۔ جیسے شرم نہیں آتی ایسے بڑے سورا ہو کر عورت ذات پر ہاتھ اٹھاتے ہو۔

(۶) راہ سے کے معنوں میں جیسے یہ نالی چوک سے ہو کر گئی ہے میں لکھنؤ سے ہو کر دہلی جاؤنگا۔ (یہ استعمال بھی عموماً ہو کر کے ساتھ ہوتا ہے)

(۷) محاورے میں اعدائے کے ساتھ یہ استعمال صرف کر کے کے سے مخصوص ہے۔ ایک ایک کر کے

آؤ۔ چار چار کر کے گنو (ایسی صورت میں اعداد تکرار کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں)

(۸) بعض اوقات صفت کے معنوں میں آتا ہے جیسے اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔

کسی حرف جار دربط کا کام دیتا ہے جیسے وہ مقام اس سے آگے بڑھ کر ہے۔

(۹) یہاں اس امر کا بیان کرنا ضروری ہے کہ بعض اوقات حالیہ و نامتام اور حالیہ معطوفہ کے

معنوں میں ذرا ذرا سا فرق ہوتا ہے جو قابل لحاظ ہے جیسے

۱۔ وہ گھر میں سے شراب پیے (یا پیے ہوئے) نکلا ۲۔ وہ گھر میں سے شراب پینا (یا پیتا ہوا) نکلا

۳۔ وہ گھر میں سے شراب پی کر نکلا۔

پہلے جلے کے یہ معنی ہیں کہ جس وقت وہ گھر سے باہر آیا تو وہ حالت نشہ میں تھا۔

دوسرے جلے کے یہ معنی ہیں کہ گھر میں شراب پینی شروع کی اور باہر آئے وقت بھی پی رہا تھا۔

تیسرے جلے کے یہ معنی ہیں کہ پہلے اس نے گھر میں شراب پی اور اسکے بعد باہر نکلا۔

(۱۰) اسی طرح ان دو جملوں میں بھی باریک فرق ہے۔ ۱۔ جا کر کہو ۲۔ کہہ کر آؤ

۱۔ وہ لاہور پہنچ کر آیا ہے یعنی لاہور گیا اور واپس آیا

۲۔ وہ لاہور سے ہوتا (ہوا) آیا ہے یعنی کسی اور جگہ سے آیا اور لاہور پہنچ کر واپس ہوا۔

(۱۱) عموماً حالیہ معطوفہ کا تعلق فعل خاص کے فاعل سے ہوتا ہے اور بطور صفت کے آتا ہے لیکن

بعض اوقات تمیز فعل بھی ہوتا ہے جس کا ذکر منع استعمال کے تمیز فعل کے بیان میں آئے گا۔

(۱۲) گر اور کے حالیہ معطوفہ میں جدید فصیح ہندی اور اردو میں استعمال ہوتے ہیں؛ قدیم ہندی میں

ان کا استعمال نہیں ہوا۔ وہاں صرف مادہ فعل یہ کام دیتا تھا جس کا استعمال اب بھی باقی ہے

جیسے وہ دیکھ بھاگ نکلا۔ نظم میں یہ استعمال زیادہ ہے۔

ان دونوں میں (یعنی گر اور کے میں) کچھ فرق نہیں ہے۔ اب رہا یہ امر کہ گر کہاں استعمال

کرنا چاہیے اور گے کہاں، اس کا انحصار حسنِ صوت و رنگ کی موزونیت پر ہے۔

اسم فاعل

یہ وہ اسم ہے جو فعل سے بنتا ہے اور اس کے معنی کا مکمل کرنے والے کے ہوتے ہیں۔

عموماً مصدر کے بعد والا یا ہار (ہارام) بڑھانے سے بنتا ہے۔ والد کے ساتھ ہمیشہ مصدر کا الف یا

حجول سے ہل جاتا ہے۔ ہار کے ساتھ مصدر کا الف گر جاتا ہے۔ جیسے مرنے والا۔ ڈرنے والا۔ جانے والا۔ لکھوٹ مین اسکا الف بے معروف سے مل جاتا ہے۔ جیسے مرنے والی وغیرہ۔

چلن ہار، جان ہار (جانے سے)

یہ ہمارا (مذکر) پسنداری (مؤنث)۔ اسی طرح پنچیارا، پنچیاہری۔

بعض اوقات صرف اسم کے ساتھ والا آتا ہے اور فعل محذوف ہوتا ہے۔ جیسے محبت والا۔ دولت والا یعنی محبت کرنے والا اور دولت رکھنے والا۔

عموماً یہ اسم ترکیب اضافی یا مفعول کے ساتھ آتا ہے جیسے دلون کا پھیرنے والا، وہ اپنی ہراس کا غم کھانے والا۔ رحم کرنے والا وغیرہ

کبھی یہ صورت زمانہ مستقبل کے ظاہر کرنے کے لیے بھی آتی ہے جیسے وہ آئندہ سال ولایت جانے والا ہے۔ مین بھی جانے والا ہوں۔

کبھی زمانہ ماضی کے ساتھ مستقبل کے ذکر کے لیے بھی آتا ہے جیسے میں تھیں خط لکھنے والا ہی تھا کہ اتنے مین تم آ گئے۔

زمانہ

یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ زمانے تین ہیں۔ گزشتہ جسے ماضی کہتے ہیں۔ موجودہ جو حال

کہلاتا ہے، آئندہ جس کا نام مستقبل ہے۔ ہر فعل کے لیے ضروری ہے کہ ان تینوں میں سے

کسی ایک زمانہ میں واقع ہو۔ لیکن بہ لحاظ معانی و تکوین فعل کی تین حالتیں ہونگی۔ (۱) کام
جو ابھی شروع نہیں ہوا یعنی مستقبل (۲) کام جو شروع تو ہوا لیکن ختم نہیں ہوا یعنی افعالی نام
(۳) کام جو ختم ہو چکا یعنی افعال تمام۔

اس تقسیم کے لحاظ سے ایک قواعد نویس جو فلسفی دماغ رکھتا ہے مضارع اور امر کو شق
اول یعنی مستقبل کے تحت میں رکھے گا۔ کیونکہ ان دونوں میں فعل زمانہ حال میں شروع نہیں
ہوتا بلکہ زمانہ آئندہ میں ہوتا ہے۔ لیکن جب زبان کی ساخت اور نشو و نما پر نظر کی جاتی ہے تو
معلوم ہوتا ہے کہ فعل کی دو بلکہ تین قسمیں ہیں۔ اول سادہ دوم وہ جو محض حالیہ سے بنتے ہیں
یا حالیہ کے ساتھ کسی قدیم فعل کا کوئی جز لگا ہوتا ہے جو مل کر جزو فعل ہو جاتا ہے۔ سوم مرکب
افعال۔

مضارع

یہ تقسیم زیادہ صحیح اور پتھریل ہے اور اس لحاظ سے سادہ افعال میں سب سے پہلا نمبر
سنسکرت کا قدیم فعل حال ہے جس میں اب تک اصل کی جھلک پائی جاتی ہے۔ موجودہ حالت میں
وہ صریح طور سے حال کے معنی نہیں دیتا بلکہ اسکے معنوں میں کئی قسم کا ابہام پایا جاتا ہے، اور
خاص کر زمانہ مستقبل شرطیہ کے لیے مخصوص ہے، یہی وجہ ہے کہ ہم نے اسے عربی نام مضارع دیا ہے
جو ان معنوں کے لحاظ سے زیادہ موزون ہے۔ قدیم ہندی میں نہ صرف شرط و استقبال بلکہ حال کے
معنی بھی دیتا ہے جو ہندی صرب الامثال اور بے تکلف بول چال کے فقرات سے صاف ظاہر ہے
(دیکھو نمبر ذیل میں)۔ یہ حال ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ اسی لیے ہم نے سادہ افعال میں اسے سب
اول رکھا ہے۔ اب ہم اس کے مختلف استعمالوں کا ذکر کریں گے۔

مضارع کا استعمال دو قسم کا ہے، ایک تو شرطیہ اور احتمالی جو اکثر مستقبل کے معنی دیتا ہے

اور دوسرا خبریہ۔

۱۔ امثال معرون اور روزمرہ کے فقروں میں عموماً حال کے معنی دیتا ہے۔ جیسے کرے کوئی اور بھرے کوئی۔ کرے سوچھون والا اور پکڑے جائے وارھی والا۔ کچھ ہم سمجھے کچھ تم سمجھے۔ خدا جانے کیا ہوا۔ کیا جانے کیا ہے۔

یہ استعمال مضارع کا اصل استعمال ہے

۲۔ امکان جیسے کوئی پوچھے کہ آپ کو اس سے کیا غرض۔

۳۔ اجازت جیسے آپ فرمائیں تو آؤں۔ اجازت ہو تو عرض کروں۔ کیا وہ جائے؟

۴۔ اگر شرط اور جزا دونوں کے جملوں میں شک امکان بعد ابہام پایا جائے تو مضارع دونوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے میٹھ برسے تو کھیتی ہری ہو۔ اگر وہ آئے تو میں جاؤں اگر وہ فرمائیں تو دھو نہ کے نکالوں۔

۵۔ ہم پکاریں اور کھلے یوں کون جائے یار کا دروازہ گر پائیں گھلا

بعض اوقات جب احتمال یا امکان صرف جملہ شرط میں ہوتا ہے تو مضارع شرط کے

ساتھ آتا ہے اور جزا میں فعل مستقبل یا حال۔ جیسے اگر وہ نہ آئے تو میں چلا جاتا ہوں یا چلا

جاؤں۔ اگر مل جائے تو بڑی بات ہے۔ اگر وہ یہ قبول کرے تو میرا ہاروں کا فائدہ ہو جاتا ہے

۵۔ جب جملہ مبالغہ کا بیان نبیہ بشرطیکہ قناید وغیرہ کے ساتھ شروع ہوتا اور مقصد یا غرض

غایت، نتیجہ، ارادہ، خواہش، ضرورت، مشورہ حکم وغیرہ ظاہر کرتا ہے یا کبھی جاسیہ اور لآرمی

وغیرہ کے ساتھ لگایا ہونے کا انکار کرے تو اسمیں اکثر مضارع استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے

میں نے کہا کہ وہ نہ آئے تو بہتر ہے۔ میں نے ارادہ کیا کہ تمہارے پاس آؤں۔ مناسب

یہ ہے کہ وہ وہاں نہ جائے۔ بادشاہ کو چاہیے کہ رعایا سے ایسا برا کرتا نہ کرے۔ مجھے ڈر ہے

کہ کہیں گرنہ پڑے۔ مین اسپر عمل کرنے کو تیار ہوں بشرطیکہ اسپین جھوٹ نہ ہو۔ شاید اسکا کام ہی نکلتے بہتر تو یہ ہے کہ ہم سب ساتھ چلیں۔ مین نے یہ اس غرض سے کہا کہ اس کا شبہ جاتا رہے۔

۶۔ دعا یا تمنا کے لیے جیسے خدا تجھے برکت دے۔ مرد راز ہو۔ عروا قبال بڑھے۔ خدا کرے کہ وہ کامیاب ہو جائے۔ جو ایسا کرے وہ ہمیں پیسے یا ہمارا حلو اکھائے۔

۷۔ تہہ اور اضطراب جیسے۔ کیا کروں کیا نہ کروں۔ کمون یا نہ کموں۔

باسے مین کیا کروں کہاں جاؤں

یہ خط کسے دون۔

۸۔ کبھی مستقبل کا ایسا زمانہ ظاہر کرتا ہے جو غیر محدود ہوتا ہے۔ جیسے جب بلا مین تب آتا جب کہیں تو لانا۔

۹۔ تعجب اور افسوس کے لیے جیسے

وہ آئین گھر مین ہمارے خدا کی قدرت ہے کبھی ہم انکو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

افسوس وہ انہی دور آئے اور ناکام واپس چلا جائے۔ وہ اور ایسا کرے۔ مین اور شراب پیوں۔

یونیرین اہل کمال آئینہ حال افسوس ہے لے کمال افسوس ہے تجھ پر کمال افسوس ہے

۱۰۔ تشبیہ و مقابلہ کے لیے جبکہ وہ تشبیہ حقیقی نہ ہو بلکہ قتالی یا فرضی ہو۔ جیسے اُس نے اپنے حریف کو اس طرح پھینک دیا جیسے کوئی تیکے کو ٹوڑ موڑ کے پھینک دے۔ وہ اس طرح خوشست زدہ کھڑا تھا جیسے کوئی بھرے مجمع مین ہرن کو کھڑا کر دے۔

۱۱۔ اظہار توقع کے لیے جیسے اگر آپ آئیں تو عین عنایت ہوگی۔ آپ کل تک آجائیں

تو مین بھی ہمراہ ہوں۔ وہ آئے تو مین بھی ساتھ چلا ہوں۔

۱۲۔ کیسا کتنا وغیرہ الفاظ (غیر فعل) کے ساتھ جبکہ یہ الفاظ تاکید یا معنوں مین ہوں ایسی

صورت میں جملہ اکثر منفی ہوتا ہے۔ جیسے کوئی کتنا ہی شور مچائے اُسے خبر بھی نہیں ہوتی۔ کوئی کیسی ہی عقل مندی کرے وہ خاطر ہی میں نہیں لاتا۔ آپ ہر اکہیں وہ سننا ہی نہیں۔

۱۳۔ ایک صورت اپنی حالت کے اعتراف کی ہے جیسے نہ میں سرگرموں نہ تنازع کھلاؤں نہ مجھے نوکری کی خواہش ہو نہ خوشامدی کھلاؤں۔ نہ وہ آئیں اور نہ میں اُسے اظہار مطلب کر سکوں۔

۱۴۔ مضارع کا ایک اور استعمال ہے جس میں ایک قسم کا مشورہ اپنے دل سے ہے

رہیے اب ایسی جگہیں کر جان کوئی ہو

۱۵۔ یا یہ بھی مضارع ہے جس کے معنی مناسب یا لازم ہے کے ہیں کبھی اداسے فرض اخلاقی کی تاکید ہوتی ہے۔ بہین اس سے ملنا چاہیے ان سے ادب کے ساتھ پیش آنا چاہیے وغیرہ

ام

مضارع کے بعد دوسرا فعل جو سب سے سادہ ہے وہ امر ہے۔ اور یوں بھی مضارع سے بت مشابہ ہے۔ کیونکہ سوائے حاضر کے صیغوں کے باقی تمام صیغے وہی ہیں جو مضارع کے ہیں۔

۱۔ حکم اور ممانعت کے لیے عام طور پر استعمال ہوتا ہے۔

۲۔ امتناعی صورت میں امر کے ساتھ نہ اور مت آتا ہے۔ نہ میں نمی اور کبھی (امتناع بھی) یا یا جاتا ہے، لیکن مت سے ہمیشہ نمی یا امتناع تاکید کی ظاہر ہوتا ہے یہ لفظ خاص اسی لیے مخصوص ہے۔ اور اس میں نہ سے زیادہ زور ہوتا ہے۔ نہیں یوں تو امر کے ساتھ استعمال نہیں نہیں ہوتا لیکن کبھی کبھی آخر میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے ڈرو نہیں۔ گھبراؤ نہیں۔

۳۔ غائب اور متکلم کے صیغے صرف مستورہ اور اجازت کے لیے آتے ہیں۔ جیسے ہم جائیں

اور وہ جائے۔ اور یہ حالت مضارع کی ہے جیسے ذرا میں بھی تو سُنوں۔ کوئی میرے پاس نہ آئے۔ وہ اپنی بات پر قائم ہے۔

۴۔ ادب اور تعظیم کے لحاظ سے امر کی کئی صورتیں ہیں۔

علاوہ معمولی صورت کے ایک یہ ہے جانیو، آئیو۔ مگر یہ صورت معمولی درجہ کے لوگوں یا خدمت گاروں وغیرہ سے گفتگو کرنے میں استعمال کی جاتی ہے۔ البتہ ہو جیو۔ رہیو وغیرہ دعا کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے دولت و اقبال میں ترقی ہو جیو۔ مگر اس کا استعمال بھی اب کم ہوتا جاتا ہے۔

دوسری صورت ہے آئیے، جائیے، لائیے یہ ادب اور تعظیم کے لیے بڑے لوگوں سے گفتگو کرتے وقت استعمال ہوتی ہے۔

نظام ہری صورت بعض اوقات خصوصاً نظم میں مضارع کے لیے استعمال ہوتی ہے مگر اسے امر نہ سمجھا جائے۔ جیسے اب ایسی جگہ چل کر جان کوئی نہو۔ اسکے علاوہ دوسری صورت یعنی آئیگا۔ جائیگا وغیرہ بھی تعظیم کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ (نوٹ)۔ امر میں جوئے کا استعمال ہوا ہے اسکی اصل یہ بتائی گئی ہے کہ پرکارت میں جاتا ہے صرف امر میں بلکہ حال مستقبل کے بنانے کے لیے بھی اضافہ کیا جاتا تھا۔ اور یہی جا بعد میں سے بدل گیا)

حاضر کے ساتھ غائب کا صیغہ استعمال کرنے سے بھی تعظیم کا پہلو نکلتا ہے جیسے آپ جانیں۔ آپ فرمائیں۔

۵۔ امر ماضی کا ذکر صرف میں ہو چکا ہے۔

۶۔ امر کے بعد کبھی نہ آتا ہے۔ جس میں نفی کے معنی نہیں ہوتے بلکہ بخلاف اسکے اثبات

میں اور تاکید ہوتی ہے۔ آؤ نہ ہم بھی چلیں۔ بیٹھو نہ۔

نہی تو بھی انہیں تاکیدی معدون میں استعمال ہوتا ہے جیسے سنو تو، میٹھو تو وغیرہ

مستقبل

۱۔ مستقبل مطلق میں زمانہ آئندہ کا علم تحقیقی ہوتا ہے۔ ایسا سمجھ لیا جاتا ہے، حالانکہ متعارف میں احتمالی باشرطی ہوتا ہے اور امر میں امکانی۔

۲۔ تمہیں پھر ایسا آدمی نہیں ملے گا۔ جہاں جاؤ گے میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔ یہ مثالیں ایسی ہیں جن میں تحقیقی اور فیہنی طور پر ایک امر کا بیان کیا گیا ہے مگر بعض اوقات صرف ایسا سمجھ لیا جاتا ہے گو حقیقت میں نہ۔ مثلاً اگر میں نے وعدہ پورا نہ کیا تو لوگ کیا کہیں گے؟ وہ نہ آیا تو بڑی شکل پڑے گی۔ تم امتحان میں کامیاب نہوے تو نوکری سنل سے ملے گی۔

۳۔ بعض اوقات مصدر ہونا کا مستقبل مطلق ہوگا محاورے میں اس طرح استعمال ہوتا ہے کہ وہ تمہیں فعل کا کام دیتا ہے۔ مگر یہ ہمیشہ سوال کے جواب میں آتا ہے۔ جیسے وہ مکان بہت قدیم معلوم ہوتا ہے؟ ہوگا جس کے معنی ہیں شاید یا غالباً کے۔
مستقبل کے متعلق باقی حال صرف میں بیان ہو چکا ہے۔

فعل حال

(۱) حال مطلق فعل میں تو یہ فعل حالت موجودہ کو ظاہر کرتا ہے یا کسی ایسے کام کو جو اس وقت ہو رہا ہے، لیکن ماضی زمانہ حال کے متعلق دوسرے معانی بھی پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً

(۱) عادت ماکر افعل جیسے جب وہ آتا ہے یہی شکایت کرتا ہے۔ تمام کے کھانے کے بعد وہ روزانہ باغ کی سیر کو جاتا ہے۔ یہ دونوں بھائی ہر جگہ ساتھ آنے اور ساتھ جاتے ہیں۔
 (۲) عام امور صداقت جو کبھی باطل نہ ہونگے یا جن کی نسبت ایسا خیال کیا جاتا ہے۔
 جیسے دوا در دہ چار ہوتے ہیں جو خلق اللہ کی خدمت کرتا ہے خدا کے نزدیک بڑا ہی ہوتا ہے۔ ہزار جن کرو قسمت کا لکھا پورا ہوتا ہے۔

(۳) مستقبل و قریب بلکہ اقرب کے لیے جیسے میں ابھی جاتا ہوں۔ ابھی حاضر ہوتا ہوں حال نامتتام بھی بعض اوقات ان معنوں میں آتا ہے جسے میں شہر جا رہا ہوں۔
 (۴) زمانہ گزرنے کے لیے جسے حال حکائی کہتے ہیں جیسے یار سہندوستان پر حملہ کرتا اور افغانوں اور راجپوتوں کو شکست دیتا ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔

میں جو اندر گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بیچاری معصوم لڑکی زمین پر پڑی تڑپ رہی ہے۔

(۵) بعض اوقات ایسے فعل کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جو زمانہ گزرنے میں شروع ہوا اور حال میں بھی جاری ہے جیسے میں چند روز سے دیکھتا ہوں (یا دیکھ رہا ہوں) کہ یہ لوگ اپنا فرض پورے طور پر ادا نہیں کرتے۔

(ج) حال تمام جو اگرچہ لحاظ زمانہ حال پورا ہو چکا ہے، لیکن بعض اوقات سوائے اسکے اور سننے بھی دیتا ہے مثلاً

(۱) کبھی یہ ایسی جگہ استعمال ہوتا ہے جہاں فعل تمام نہیں ہوا اور چاہیے تھا کہ حال

مطلق استعمال ہونا لیکن محاورے میں حال تمام ہی لکھا اور بولا جاتا ہے۔ جیسے

تم کیسے بے فکر بیٹھے ہو؟

(۲) بعض اوقات اسے موقع جہاں از روئے قیاس ماقبلی تمام ہونی چاہیے تھی

مثلاً یہ لوگ کسی زمانے میں بڑے مامور گروہ ہیں۔ پچھلے زمانے میں یہ بھی اپنا نام کر گئے ہیں۔

(۳) بجائے ماضی مطلق جیسے مجھے کل ہی بادشاہ نے خدمت عطا فرمائی ہے
(۴) بجائے حال حکائی یا ماضی مطلق جیسے حدیث میں آیا ہے۔ ۱۵۰۰ قریب ہے
قرآن میں لکھا ہے۔

ماضی

۱۔ ماضی مطلق۔ ایسے فعل کو ظاہر کرتی ہے جو زمانہ گزشتہ میں بلا تعین وقت ہوا مگر عہدہ اسکے بخاورے میں بعض مقامات پر بھی استعمال ہوتی ہے۔ مثلاً
(۱۰) بعض اوقات حال کے بجائے جیسے آپ یہاں بہت دنوں تک رہے۔ (یعنی بہت دنوں سے ہیں)

یا حال تمام کے بجائے جیسے آپ دنوں تک بچے رہے (یعنی دنوں سے بچے ہوئے ہیں)
اب یہاں تک کہ تک نہیں رہا (نہیں رہا ہے)

(۲) بجائے حال مطلق کے جیسے اس شہر میں جو آپ سے ملا، مسکا آنا یہاں میکا۔ ہوا۔
یعنی جو آپ سے نہیں ملتا اس کا آنا یہاں بیکار ہو رہا ہے۔

(۳) بجائے مستقبل۔ وہ آیا اور میں چلا۔ (جس وقت وہ آئے گا میں چل دوں گا)
یعنی اسکے آتے ہی چلا جاؤں گا۔ یا بول چال میں نوکر کو آواز دیتے ہیں ”یہاں آؤ“
وہ جواب دیتا ہے ”آیا“ یا اس سے کہتے ہیں ”پانی لاؤ“ وہ کہتا ہے ”لایا“۔ یہ معنی میں
بجائے افعال مستقبل ہے

۲۔ ماضی نامتناہی جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کسی خاص زمانہ گزشتہ میں کام جاری تھا

اسکا اظہار مختلف صورتوں سے ہوتا ہے۔

۱) وہ کالج میں پڑھتا تھا

۲) وہ کالج میں پڑھ رہا تھا

۳) وہ ایک مدت تک کالج میں پڑھتا رہا

۴) وہ مدت تک کالج میں پڑھا کیا

صورت اول فعل جاریہ بلا تعین و بہ تعین وقت ہے۔

صورت دوم اس وقت استعمال ہوتی ہے جب ہم کسی خاص وقت یا مدت کا ذکر کرتے ہیں مثلاً جب میں وہاں گیا تو وہ کالج میں پڑھ رہا تھا۔

صورت سوم ایسی حالت میں استعمال ہوتی ہے جب کہ زیادہ مدت کا اظہار کرنا مقصود ہو یا جب اسے ساتھ دوسرے فقرے میں اس سے کوئی نتیجہ نکالا جائے۔ مثلاً وہ ایک مدت تک کالج میں پڑھتا رہا، مگر کچھ حاصل نہ کیا۔

صورت چہارم صورت سوم کے مثل ہے یا بعض اوقات ایسے موقع پر استعمال ہوتی ہے جبکہ دو ایسے فعل متواتر جاری ہوں جن کا باہم تعلق ہے۔ میں کہا کیا اور وہ سنا کیا۔ صورت سوم بھی اسی طرح استعمال ہوتی ہے۔

ماضی نامتام سے بعض اوقات خاص زمانے فعل کا بہ تکرار واقع ہونا بھی ظاہر ہوتا ہے مثلاً جہاں کہیں وہ پہنچتے تھے لوگ اُن کا گرمجوشی سے استقبال کرتے تھے۔

بعض اوقات فعل اداوی حذف بھی ہو جاتا ہے جیسے جہاں کہیں وہ جاتے لوگ اُن کا گرمجوشی سے استقبال کرتے۔

۵۔ ماضی تمام۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کام کو ختم ہوئے ایک مدت گزر چکی۔ جیسے

میں اُس - نہ ملنے لبا تھا۔

کبھی ماضی تمام ایک فعل گزشتہ کے فعل ماقبل کے لیے بھی استعمال ہوتی ہے جیسے وہ اس وقت آیا جب کہ میں کھانا کھا چکا تھا۔

افعال احتمالی و شرطیہ

حال احتمالی - اس سے پہلے حصہ صرف میں حال احتمالی کی دو صورتیں بتائی گئی ہیں یعنی آتا ہو گا - یا آ رہا ہو گا - ان دونوں کے مفہوم میں جو فرق ہے وہ بھی بیان ہو چکا ہے۔ لیکن ان دونوں سے فعل کے متعلق گمان غالب کا ہونا پایا جاتا ہے۔ یعنی گمان غالب ہے یا اغلب ہے کہ وہ آتا ہو۔ لیکن ایک صورت انکے علاوہ اس احتمالی کی اور ہے حسین گا آخر میں نہیں ہوتا۔ یعنی وہ آتا ہو۔ یہ صرف امکانات یا احتمالی صورت ہوتی ہے اور خیال اعلیٰ مطلق نہیں ہوتا۔ مثلاً شاید وہ ایسا سمجھتا ہو۔ ممکن ہے کہ صبح کو وہ گھر سے نہ نکلتا ہو۔ وہاں لے چلو جہاں وہ سوتے ہوں۔ اسی طرح دوسری حالت بھی بغیر گمان کے استعمال ہوتی ہے جیسے شاید وہ آ رہا ہو۔ اس کھیت میں شاید اُنسی نے بوٹی پر ہر ہلکا حال احتمالی کی یہ آخری صورت ایسے مواقع پر تشبیہ کے لیے استعمال ہوتی ہے کہ جہاں واقعی اور حقیقی حالت منو بلکہ فرضی ہو۔ جیسے وہ اس طرح سے چلا آ رہا ہے جیسے کوئی بچار آتا ہو۔ درختوں پر سے آم ایسے پٹ پٹ گر رہے ہیں جیسے او لے برس رہے ہیں بعض اوقات حال احتمالی ماضی کے معنی بھی دیتا ہے مثلاً کسی سے پوچھیں کہ تم نے اُسے کبھی ایسا کرتے دیکھا تو وہ جواب دے کہ ”کرتا ہو گا“ مگر اس سے احتمال کے ساتھ ہمیشہ زمانہ گزشتہ کی عادت کا اظہار ہوتا ہے۔

حال شرطیہ - حال شرطیہ درحقیقت مضارع ہے لیکن مضارع میں اور حال شرطیہ میں فرق ہوتا ہے۔ یہ فرق پہلے بیان بھی ہو چکا ہے یعنی مضارع سے امکانی حالت معلوم ہوتی ہے اور حال سے واقعی جیسے

- ۱- مینچہ بر سے تو کھیت پٹپے - (مضارع)
- مینچہ بر ستا ہے تو کھیت پٹپتا ہے - (حال)
- ۲- اگر وہ آئے تو آنے دو (مضارع)
- اگر وہ آتا ہے تو آنے دو (حال)

دوسری مثال میں بھی مضارع سے وہی امکانی حالت معلوم ہوتی ہے مگر حال سے فاعل کی آمدگی ظاہر ہوتی ہے۔
ماضی احتمالی -

- (۱) اس میں احتمال پایا جاتا ہے لیکن اسکے ساتھ ہی فعل کی تکمیل کے متعلق گمان غالب ہوتا ہے جیسے آپ نے یہ خبر سنی ہوگی۔ معلوم نہیں اس کا کیا حال ہوگا۔
- (۲) بعض اوقات اس سے تشویش بھی پائی جاتی ہے مثلاً اتنی رات گئی جو سوار آیا اور تو نہ معلوم کیا خبر لایا ہوگا۔

(۳) بعض اوقات علامت آخر کا حذف ہو جاتی ہے مگر اسکے ساتھ ہی معنوں میں بھی فرق ہو جاتا ہے۔ عموماً ذیل کے معنی ظاہر ہوتے ہیں۔

- (۱) شرطیہ جملوں میں شرط میں واقعیت نہیں ہوتی بلکہ فرضی صورت ہوتی ہے جسے اگر اس نے کوئی ایسی حرکت کی ہو۔

ب) امکان - جیسے ان لڑکوں میں کوئی ایسا نہیں ہے جس نے امتحان لیا ہو

اور یاس نہ ہوا ہو

(ج) شک - جیسے شاید اس نے یون ہی کہا ہو۔ لیکن ہے اس نے دل لگی کی ہو۔

(د) تشبیہ کے ہے جیسے وہ اس سے ایسا جلتا ہے جیسے اس نے اسکا باپ مارا ہو

(۴) آزادی - جو کچھ جی اس نے کہا ہو اور جو کچھ جی اس نے کیا ہو سب معاف ہے

ماضی شرطیہ

(۱) اس سے ایک ایسے فعل کا اظہار ہوتا ہے جس کی نسبت شرط کے ساتھ

گمان کیا جاتا ہے کہ وہ اگرستہ زمانہ میں کسی وقت جاری تھا، لیکن عمرہ اس سے شرط کی

نفی ہوتی ہے۔ جیسے اگر تم اس سے اسکا ذکر کر دیتے تو یہ نوبت نہ آتی۔ لیکن ملاوہ اس کے

اس سے اور جی خید معنی پیدا ہوتے ہیں۔

(۲) اکثر اس سے زمانہ گزرنے میں فعل بالمرہ واقع ہونا بھی ظاہر ہوتا ہے جیسے جہاں

کہیں وہ بیٹھتے مجلس کو گلزار کر دیتا۔ جب کبھی وہ مٹتا اپنا دکھڑا ضرور روتا۔

(۳) اس ماضی میں عموماً دو جملے ہوتے ہیں ایک شرط دوسرا جزا۔ جزایہ بتاتی ہے کہ

اگر شرط پوری ہو جاتی تو کیا ہوتا۔ جیسے اگر مجھے یہ معلوم ہوتا تو میں یہاں کبھی نہ آتا۔ اگر وہ وقت

پر نہ پہنچ جائے تو ایک بھی نہ پہنچا۔ اگر میں یہاں ہوتا تو اسکی محال تھی کہ وہ ایسا کرتا۔

کبھی مفرد جملہ میں بلا شرط کے ہی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے میں اُسے کیون نہ پیار کرتا۔

وہ اُس سے کیون نہ ملتا۔

(۴) بعض اوقات آرزو کے اظہار کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے کاغذ وہ

آج میرے ساتھ ہوتا

ایسے جملوں میں جملہ آرزو کو جو محذوف ہوتا ہے شرط کی جزا سمجھا جاسکتا ہے یعنی "تو کیا اچھا ہو"

(۵) اس فعل سے عموماً متناجی ظاہر ہوتی ہے اور اسی لیے بعض قواعد نویسوں نے اسے ماضی متناجی بھی لکھا ہے جیسے میں اب بوڑھا ہو گیا ہوں ورنہ تمھاری کچھ خدمت کرتا۔ وہ اگر آجاتا تو میں بھی اس سے مل لیتا۔

(۶) ایک صورت اور اس ماضی کی ہے۔ جیسے اگر میں وہاں نہ گیا ہوتا تو اچھا ہوتا۔ یہاں جاتے کی بجائے گیا ہوتا استعمال ہوا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اس میں فعل ختم ہو چکا ہے۔ باقی شرطیہ صورت وہی ہے نیز ایک ایسے واقعہ کا اظہار ہے جس کا ہوناگزشتہ زمانہ میں ممکن لیکن وقوع میں نہ آیا۔ اور یہ حالت ماضی شرطیہ کی دوسری صورتوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ لیکن جب تکمیل فعل (فرضی) کی اہمیت کا زیادہ خیال ہو تو آخری صورت استعمال کی جاتی ہے۔

افعال مجہول

طور مجہول اُس وقت استعمال کیا جاتا ہے جبکہ فاعل نامعلوم ہو یا خاص طور پر اس کا ذکر نہ کیا جائے۔

اگرچہ یہ اکثر فعل متعدی سے مخصوص ہے مگر بعض اوقات فعل لازم کے ساتھ بھی آتا ہے۔ مثلاً اس سے جا کر آیا نہ گیا۔ مجھ سے چلا نہیں جاتا۔ طور متعدی کے ساتھ بھی یہ عام طور پر مستعمل ہے۔ خط مرا پھینک دیا یہ کہہ کر + ہم سے دفتر نہیں دیکھا جاتا۔
(بیان جانا کے معنی سکنا کے ہوں گے)

ایسی صورت میں فاعل ہمیشہ مفعولی حالت میں ہوتا ہے۔ فاعلی حالت طور مجہول کے ساتھ نہیں آتی۔ اور یہ صورت ہمیشہ فنی کی حالت میں آتی ہے۔

بعض اوقات طور معروف میں جانا بطور فعل املاوی کے آتا ہے اس میں اور

طور مجہول میں ذوق کرنا ضرور ہے۔ اس کی تشریح ہم پہلے کر چکے ہیں۔
 اس موقع پر یہ ذکر نامناسب معلوم ہوتا ہے کہ افعال مجہول کی نفی نہیں اور نہ دونوں
 کے ساتھ آتی ہے۔ اولیٰ افعال کے متعلق جو قواعد ہم پہلے بیان کر چکے ہیں وہی اس پر بھی
 عائد ہونے ہیں۔ لیکن حرف نفی اکثر اصل فعل اور امدادی فعل (جاننا) کے درمیان آتا ہے جیسے
 آہنا نہ گیا۔ کھانا نہ کھا۔ مارا نہیں جاتا وغیرہ۔

تعدیہ افعال

تعدیہ افعال کی مفصل بحث حصہ صرف میں ہو چکی ہے۔ یہاں کسی امر کے خاص طور پر
 بیان کی ضرورت نہیں ہے۔

افعال مرکب

افعال امدادی میں حین۔ امور خاص طور پر یاد رکھنے کے قابل ہیں۔

۱۔ افعال مرکب تاکیدی ہیں جب امدادی فعل لازم ہو اور خواہ اصل فعل متعدی
 کیونکہ نہ تو مرکب فعل کی صورت زمانہ نامتام میں لازم کی سی ہوگی اور فاعل کے ساتھ نہ
 استعمال ہوگا جیسے

اس نے مٹھائی کھائی۔ لیکن، وہ مٹھائی کھا گیا یا کھا چکا۔ یہاں گیا اور چکا افعال
 امدادی لازم ہیں اس لیے باوجودیکہ اصل فعل متعدی ہے مگر فاعل کے ساتھ نہ استعمال
 نہیں ہوا۔

لیکن یہاں فعل امدادی متعدی ہے۔ یہاں نے برابر استعمال ہوتا ہے جیسے اس نے

یہ نئے کو مار ڈالا۔ بہر حال سکنا چکنا وغیرہ امدادی افعال لازم ہیں۔

لیکن پہنا اور دینا کی حالت مستثنیٰ ہے یعنی جب یہ فعل متعدی کے ساتھ آتے ہیں تو استعمال ہوتا ہے اور جب لازم کے ساتھ آتے ہیں تو نہیں آتا اور صورت لازم کی ہوتی ہے جیسے وہ میرے ساتھ ہو لیا۔ وہ میل دیا۔ میں نے کھانا کھایا۔ اس نے بات سن لی۔ وہ نہیں دکھائی دیا اس مرکب فعل میں اگرچہ دونوں جز متعدی ہیں مگر مرکب حالت میں لازم ہے، اسی طرح آواز سنائی دی۔

۲۔ سکنا الگ استعمال نہیں ہوتا ہمیشہ کسی دوسرے فعل کے ساتھ آتا ہے چکنا البتہ الگ بھی استعمال ہوتا ہے جیسے میرا جھگڑا ٹیک گیا۔ فرض چک گیا۔ اس کا متعدی چکنا ہے جیسے جھگڑا یا قرص چکا دیا۔

۳۔ جو مرکب افعال اجازت کے لیے آتے ہیں ان کے ساتھ ہمیشہ مفعول آتا، مثلاً تم مجھے چین سے نہ بیٹھنے دو گے۔ اُسے اندر نہ آنے دو۔

۴۔ جاسیے اکثر افعال کے ساتھ فرض و واجبیت کے اظہار کے لیے استعمال ہوتا ہے جیسے اُسے وہاں جانا چاہیے۔ تجھ پر یہ کتاب پڑھنی چاہیے۔ بعض اوقات بجائے مصدر کے حالیہ تمام (جو ماضی مطلق کی صورت میں ہوتا ہے) استعمال ہوتا ہے۔ جیسے

میر نہیں پیر تم کا بی اشد ری

نام خدا ہوے جو ان کچھ تو کیا چاہیے

یہاں استعمال قدیم ہے، جواب کم ہوتا جاتا ہے اور اسکی جگہ مصدر لے لی ہے۔

۵۔ بعض امدادی افعال بجائے آخر میں آنے کے اصل فعل کی ابتداء میں آتے ہیں

جیسے دے مارا۔ دے ٹپکا۔ یہاں تانیث و تذکیر کا اثر اصل فعل پر ہو گا۔ میں نے

کتب دے چکی۔ اس نے گھڑا دے چیکا۔

اسی طرح آ اور جابھی ابتدا میں آتے ہیں جیسے آپہنچا، جاہنچا، جالیا، آلیا، نیزے کا استعمال بھی اسی طرح ہوتا ہے جیسے لے بھاگا۔ لے دوڑا۔

۶۔ حصہ صرف میں جو امدادی افعال کا ذکر ہوا ہے زبان نکلنا کا استعمال بنایا ہے جو یکایک یا دفعہ فعل کے واقع ہونے کے لیے آتا ہے۔ اس موقع پر دو مثالیں دی گئی ہیں جنہ بٹکلا اور چل نکلا لیکن ان کے علاوہ آنکلا اور جاتکلا بھی مستعمل ہیں۔

۷۔ مرکب افعال کا باقی ذکر صرف من مفصل ہو چکا ہے۔ البتہ ان مرکب افعال کے متعلق جو اسامی و صفات وغیرہ کی ترکیب سے تے ہیں یہ یاد رکھنا چاہیے۔ کہ ان اسامی و صفات کی ترکیب کی تذکیر و ناسیت یہ کچھ مین پڑتا۔ مثلاً احمد ضعیف ہو گیا، نعیمہ ضعیف ہو گئی۔ وہ میرا کام کو بڑا کشتی ہے۔ وہ میرا کام کو بڑا کشتا ہے۔

بیان ضعیف اور تراصفت ہیں اور ان کا اثر فعل کچھ نہیں ہے۔

وہ اس حرکت سے باز آ۔ وہ اس حرکت سے باز رہی۔ اس نے فوج کا شمار کیا۔

اس نے شیع کے دانے شمار کیے۔ اس نے کرسیاں شمار کیں۔

بیان شمار کا کچھ اثر فعل پر نہیں ہے۔

لیکن اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ یہ فاعل صرف انھیں اسامی کے نام

پر مانتا ہے گا جو جزو فعل ہو کر مفرد فعل کا کام دیتے ہیں جیسے شمار کرنا۔ یاد کرنا۔ نروس

کرنا۔ ختم کرنا وغیرہ مگر ہر مرکب فعل کے ساتھ یہ فاعل نہیں استعمال ہو سکتا۔ مثلاً دلاسا

دیا۔ تسلی دی۔ اطلاع دی وغیرہ میں اسم کا اثر برابر فعل پر پڑتا ہے۔ البتہ صفات کا

اثر ہرگز فعل پر نہیں پڑتا۔

ہندی مرکب افعال کا بھی یہی حال ہے۔ مثلاً نام دھرتا میں نام کا اثر فعل پر نہیں پڑے گا، مثلاً وہ میرے کام پر نام دھرتا ہے۔ وہ میرے کام پر نام دھرتا ہے۔ اس نے فضول میرا ستہ دکھیا۔ بیان آتم کا اثر فعل پر ہوا۔ ہذا ہندی میں بھی سواک بعض مرکب افعال مثلاً نام دھرتا، اودھا۔ دیا یا لیا، ہاتھ آنا، ہاتھ لگنا، دکھائی دینا۔ سنائی دینا کے باقی کا اثر فعل پر پڑتا ہے۔

مرکب افعال میں انھیں اس کا اثر فعل پر نہیں پڑتا جو اول تو جزو فعل ہوئے ہیں۔ دوسرے جبکہ یہ اسم خود مفعول واقع ہوا ہو اور دوسرا مفعول موجود ہو۔
 ۸، افعال مرکب کے متعلق ایک امر یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اکثر اوقات یہ لغرض تعظیم و ادب استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً اس نے کہا۔ اس سے زیادہ تعظیم مقصود ہوئی تو کہیں گے انھوں نے فرمایا اور اس سے بھی بڑھ کر ارشاد فرمایا۔ یا وہ تشریف لائے۔ بعض اوقات متانت و ثقاہت کے لیے مثلاً پوچھنے کی جگہ دریافت کیا یا استفسار کیا۔ مانگنے کی جگہ طلب کیا۔ اسی طرح تناول فرمانا۔ نوش فرمانا۔ وراموش کرنا۔ ایسی صورتوں میں عربی اور فارسی الفاظ ہندی کے سادہ مصادر کے ساتھ آتے ہیں۔

تمیزِ فعل (باضماتِ فعل)

صرف میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ بعض ماضیات فعل حروف ربط سے مل کر مرکب صورت میں آتے ہیں۔ مثلاً کب سے، اب سے، اب تک، جب تک، کمان تک، جہاں تک وغیرہ اسی طرح تاکیدی صورتوں کے ساتھ جی استعمال ہوتا ہے جیسے ہمیں سے، آپس سے وغیرہ لیکن بعض اوقات تمیزِ فعلِ زمانی و مکانی صرف اصافہ کے ساتھ مل کر صفت کا کام دیتی ہے جیسے اب کے سال کس کا روزہ کمان کی نماز۔ وہ کمان کا باشندہ ہے۔ وہ ایسا کہاں کا امیر ہے۔

۱۔ کمان علاوہ استفہام کے جب ایک جملے میں یہ تکرار لگ لگ کر فقرہ کے ساتھ آتا ہے تو اس سے تعجب یا ورقِ عظیم ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے جیسے کمان وہ کہاں میں کمان فرہ کمان آفتاب۔ کمان راجہ بھوج کہاں گنگوٹیل۔

کمان کمان جب ایک ہی ساتھ آتے ہیں تو اس کے معنی جگہ جگہ اور دور دور کے ہوتے ہیں جیسے

اذان دی کہے میں ناقوس دیر میں بھیونکا

کمان کہاں ترا عاشق بچھے پکار آیا

(سنسکرت میں اسی طرح کو ا کو استعمال ہے)

جہاں تہن رہ جگہ جہاں ہمیں، ہر کہیں کے معنوں میں۔

۲۔ میں کے معنی کی جگہ کے ہیں، لیکن بعض اوقات محاورے میں اظہارِ شکِ احتمال

یا اندیشہ کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے کہیں وہی خون مجھے ڈر ہے کہیں اُس نے رازِ حاضر نہ کر دیا ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ چلا جائے۔ کہیں وہ آگیا تو غضب ہو جائے گا۔

کبھی یہ متعلق صفات ہوتا ہے اور صفاتی معنوں کے بڑھانے کے لیے مسنعل ہوتا ہے جیسے وہ اس سے کہیں بڑا ہے۔ یا درخت اُس سے کہیں اور بچا ہے۔

کہیں کہیں کسی کسی جگہ کے معنوں میں آیا ہے۔ بعض اوقات اس میں حرفِ نفی نہ بھی داخل ہوتا ہے۔ لیکن اسکی نفی مقصود نہیں ہوتی بلکہ ایک کی نفی اور دوسرے کا اثبات ہوتا ہے جیسے کہیں نہ کہیں ضرور مل جائے گا۔ ان دونوں کے معنوں میں تھوڑا سا فرق ہے۔ کہیں کہیں کے معنی ہیں کسی کسی جگہ یعنی بہت کم۔ مثلاً کوئی کہے "میں اس ملک میں اکثر پھرا نیم کا درخت کہیں کہیں نظر آتا ہے" یا کوئی کہے "میں اس ملک کے اکثر مقامات میں پھرا، مگر نیم کا درخت کہیں نظر آتا ہے" دوسرا اسکے جواب میں کہے "ایسا تو میں نہ کہیں نہ، آپ کو کہیں نہ کہیں ضرور نظر آئے گا" صورتِ منفی میں نہ پایا وہ ضرور ہوتا ہے۔

در درہ جائے گا کہیں نہ کہیں

۳۔ جہاں جہاں جس جس جگہ کے معنوں میں آتا ہے۔ جیسے جہاں جہاں گیسائی افتاد پڑی۔

۴۔ ادھر ادھر ایک ساتھ مل کر بھی آتے ہیں اور بالمقابل الگ الگ فقروں میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے

کہیں ادھر ادھر پھر رہے ہو۔ ادھر یہ چلا رہا ہے ادھر وہ کھڑا رہا ہے۔

د۔ یون جیسے یون کہو۔ یون تو یہ بھی مرنا نہیں۔

کہتے تھے کہ ہوں کہتے یون کہتے تو مارا تھا سب کہنے کی باتیں ہیں کچھ بھی نہ کہا جاتا

یہاں اس طرح کے معنی ہیں۔ لیکن کبھی اس حیاں یا اس لحاظ کی جگہ آتا ہے دیکھو تو کے ساتھ
یوں تو مجنوں کے بھی چچا بن ہم (میر)
یوں تو ہر شخص اپنی رائے کا مختار ہے۔ کبھی یہ کے معنوں میں جیسے
یوں کیوں نہیں کہتے کہ مجھے جانا ہی منطوب نہیں۔

۶۔ ہرے۔ سمت کے ساتھ فاصلے کو بھی بتاتا ہے۔ جب وہ کھیت اُس سے پرے ہے
پرے جا یا پرے ہٹ کے معنی دور ہو کے ہیں۔

اہل لکھنؤ اس لفظ کو استعمال نہیں کرتے بلکہ ناپسند کرتے ہیں۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ ان
معنوں میں کوئی دوسرا لفظ بھی نہیں۔ ان کی طرف سے اُدھر کا لفظ میں کیا جاتا ہے۔ لیکن
اہل ذوق جانتے ہیں کہ اُدھر اور پرے میں بہت فرق ہے لیکر درے قریب کے لیے
انہیں معنوں میں متعمل ہے۔

۷۔ دیے، قریب قریب یوں کے معنوں میں جیسے ویسے تو یہ بھی اچھا ہے
(یعنی معمولی حالت میں)

کیسے تجب کی حالت میں جیسے بادل آسمان پر کیسے دوڑے دوڑے پھرتے ہیں۔
کبھی کیونکر کے معنوں میں بھی آتا ہے جیسے پارسی رت کیسے کٹے گی۔ یہاں کیسے آنا ہوا۔
اتنا میں کے ساتھ مل کر تیز فعل زماں کا کام دیتا ہے جیسے اتنے میں وہ آگیا۔ بعض
اوقات قیمت کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے یہ چیز اتنے میں آئے گی۔

۸۔ ہی جیسے یہ تو ہے ہی مگر تماش اس سے اچھی کی ہے۔ وہ جاتا ہی نہ تھا، بڑی
مشکل سے بھیجا ہے۔ میں تو آہی چکا تھا، بلانے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ جانتا ہی نہیں۔
وہ اس کے دم میں آہی گیا۔

۹۔ سہی (اسکی اصل صحیح تائی جاتی ہے اور قدیم اردو میں اس لفظ کو صحیح ہی کہتے تھے، جیسے سُ تو سہی۔ کہہ تو سہی۔ اکٹہ تو کے ساتھ مل کر آتا ہے۔

بعض اوقات اسے اصل معنوں کی طرف رجوع کرتا ہے جیسے

بھڑکی سہی اور اسی چہنابہن سہی سب کچھ سہی پر ایک مین کی نہیں سہی

کبھی دھکی کے معنی دیتا ہے جیسے آؤ تو سہی۔ کھاؤ تو سہی (ان معنوں میں مہنتہ لو کے ساتھ آتا ہے) کبھی آمادگی ظاہر کرتا ہے جیسے تم جاؤ تو سہی پھر دیکھا جائے گا۔

کبھی استغناء ظاہر کرتا ہے لیکن حرف لہی کے ساتھ

نہ ستائش کی تمنا نہ صلہ کی پروا نہ سہی گروہ استعلاء میں معنی نہ سہی

نہوئی گروہ مرنے سے تسلی نہ سہی امتحان اور بھی باقی ہو تو یہ بھی نہ سہی

تو بھی تمیز فعل کے لیے آتا ہے جیسے دیکھو تو نہ بٹھو تو۔

۱۰۔ کہ بعض اوقات محاورے میں ایسے موقع پر بولتے ہیں جبکہ ایک فعل کے وقوع میں آنے سے پہلے کوئی دوسرا فعل واقع ہو۔ جیسے میں آواز دینے ہی کو تھا کہ وہ آگیا وہ بولے ہی کو تھا کہ میں نے روک دیا۔ ان جملوں میں کہ تیسرے فعل زمان ہے اور حجب یا اسنے میں کے معنی دیتا ہے۔

۱۱۔ جہی، کبھی تھوڑا اور کے معنوں میں جیسے ٹھہر دھبی چلے جانا۔

کبھی رقعہ تامل کے لیے حیل لکھا بھی لو۔ لکھ بھی رہا۔

کبھی اظہار اضطراب کے لیے جیسے چلو بھی (یعنی بہت بیٹھے اب جلد چلو)

اشتراک کے لیے۔ وہ بھی آئے کہ جی آؤ۔

یہ بھی جاری ہے وہ بھی جاری ہے (دل)

رہا ہوں زندہ بھی لے شیخ پارسا بھی مین (حالی)

۱۲۔ خیر (سے کے ساتھ) اچھی حالت کے ظاہر کرنے کے لیے جیسے خیر سے ہیں یا خیر سے پہنچ گئے۔

کبھی طنزاً جیسے خیر سے آپ ملک کے بڑے ہمدرد اور بھی خواہ ہیں۔ اکثر خیر کا لفظ ابتداء کے کلام میں آتا ہے جس سے مقصود گفتگو کو ختم کرنے کا ہوتا ہے، یا ایک مضمون سے اعراض کر کے دوسرے موضوع شروع کرنے کا منشا ہوتا ہے جیسے خیر یہ نوسب کچھ ہوا اب ارادہ کیا ہے۔ خیر اب تشریف لیجائیے پھر دیکھا جائے گا۔

کبھی استغنا کے معنی ظاہر کرتا ہے جیسے خیر کیا مضائقہ ہے۔

اچھا یا بہتر کے معنوں میں، خیر یوں ہی سہی۔

خیر ہوئی یا خیر گزری محاورے میں مستعمل ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ کوئی مصیبت آئے آتے رہ گئی یا کوئی آفت آئی تھی مگر اسکے ضرر سے محفوظ رہے۔ جیسے بڑی خیر ہوئی کہ تم وقت پر پہنچ گئے ورنہ جان کے دالے پڑ گئے تھے۔ بڑی خیر گزری کہ کسی کو خبر نہ ہوئی۔ کبھی دہکی کے لیے جیسے خیر دیکھا جائے گا۔

۱۳۔ اچھا خیر کے تیسرے معنوں میں یہ بھی استعمال ہوتا ہے جیسے اچھا یہ تو کو تم آؤ گے کب۔

اچھا اب چلتے ہو یا نہیں۔

استدراکی معنوں میں جیسے اچھا تو تم خواہ مخواہ اسکے پیچھے کیوں پڑے ہو۔

ہم پیشہ وہم مشرب وہم راز ہے میرا

غالب کو بڑا کیوں کہو اچھا مرے آگے

کبھی اظہار تعجب کے لیے، خصوصاً جب کسی ایسے امر کی اطلاع ہو جو خلاف توقع ہے۔ اچھا یہ

بات ہے۔ اچھا تو یہ معاملہ یوں تھا۔

مخاطب کے جواب میں کسی امر سے اتفاق نہ کرنے والا کی تسلیل کر لے بیٹے اچھا جانا ہوا
اچھا ابھی حاضر ہو۔

جلد کی ابتدا میں محض تین کلام کے لیے بیٹے اچھا تو کوئی تیسرا لفظ نہ لکھا یہاں ٹھہرنا
دہلی کے لیے جیسے اچھا سمجھوں گا۔

۱۴۔ جملہ جلد کی ابتدا میں محض تین کلام کے لیے جیسے بیٹے اچھا تو کوئی تیسرا لفظ نہ لکھا یہاں ٹھہرنا
اچھے کے معنوں میں۔ جیسے

بھلا ہوا کہ تری سب برائیاں دکھیں (میر)

کو کے ساتھ محاورے میں خیر یا اچھا ہونے کے معنوں میں جیسے ہلے کو وہاں موجود تھے۔
میں جانے کے قریب تھی مسجد میں کو دآع
ہر ایک پوچھتا تھا کہ حضرت ادھر کہاں

۱۵۔ بارے مگر یا لیکن کے معنوں میں آتا ہے جیسے یہ سب کچھ سہی بارے اُسے کیا جواب دو
لیکن تیز فعل کی حالت میں اسے سے آخری، بحال کے ہوتے میں جیسے بارے وہ
تھارے کہنے سے مان تو گیا۔ بارے گرتے پڑتے کچھ ہوتا رہا۔

ایسا کچھ کر کے جلد میں ان کہ بہت یاد رہو پتہ بارے دنیا میں رہو عمر دو یا ستاد رہو
مگر یہ استعمال کم ہوتا جاتا ہے

۱۶۔ کیوں، براے، استفہام جیسے تم وہاں کیوں گئے؟

کبھی محض لفظ رجب کے لیے جیسے میں وہاں کیوں جاؤں جسے ضرورت ہوگی آپ بتائیگا۔
فعل نہو کے ساتھ کئی طرح استعمال ہوتا ہے۔

کبھی غلطی کے کہہ مکی ماسد کے لیے عیسے کیوں نہ ہو جب آپ جیسے قدردان ملک کے ہوں۔
 کبھی ستر بھی اتنا مال ہوتا ہے جیسے کیوں نہ ہو، تو خدا کی طرف سے چرخ ہیں۔
 کبھی محسن زبردستہ کے لیے جیسے

تو انھن سمجھتے ہیں خلوت ہی کیوں نہ ہو

کیسی مشکل کہ ب کیوں ہو وہ زفر پر نشا چوڑا ہے۔ (یہ صورت یعنی تاکید اثبات کے لیے استعمال ہوتی ہے)

۱۷۔ مقرر، پہلے آکر لکھی، دو۔ جوں، "تھا"، ب صورتِ غیر میں د گیا ہے اسکے معنی ضرور کے ہوتے ہیں جیسے

آٹھون کے پہلے ستر جہلو ریسر انشا اللہ خان،

مسرحہ بن کے ہی آئے گا مقرر کہی، شمس العلماء سوزناشلی،

۱۸۔ بلا سے یہ فقرہ عموماً اظہارِ بے پروائی کے لیے استعمال ہوتا ہے جس کے معنی ہیں
 "ہماری طرف سے کچھ بھی ہو جائے۔"

دنیا میں بادشاہ ہو کوئی یا وزیر ہو اپنی بلا سے ٹھیرے جب فقیر ہو

(اس صورت میں ضمیر اضافی کے ساتھ آتا ہے)

کبھی اس کے معنی کم سے کم کے بھی ہوتے ہیں جیسے بلا سے ہی ہو جائے (یعنی کم سے کم یا اور کچھ نہیں تو یہی ہو جائے)

۱۹۔ آگے۔ مکان کے لیے جیسے آگے آؤ۔

زمان کے لئے۔ جیسے

آگے آتی تھی حال دل پہ ہنسی اب کسی بات پر نہیں آتی

۲۰۔ ہونو۔ تاکید کے لیے استعمال ہوتا ہے، جس کے معنی ضرور کے ہوتے ہیں جیسے ہونو یہ تو وہی معلوم ہوتا ہے۔

۲۱۔ بعض اوقات حالیہ معطوفہ بھی تمیز فعل کا کام دیتا ہے جیسے وہ کھلکھلا کر ہنس پڑا وہ زندہ کمو د کے نکالا گیا

نین دل لگی داغ یاروں سے کمدو کہ آتی ہے اردو زبان آتے آتے
جو مجھ سے میں بیٹھو تو، ٹھو نہ جب تک کہ اٹھ جائیں ساتھی سب ایک ایک کر کے

۲۲۔ بعض اوقات اسم بھی تمیز فعل کا کام دیتا ہے مگر اسی صورت میں یہ عموماً جمع میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے اس موسم میں اناج انگلن بڑھتا ہے۔ وہ گھنٹوں چلتا ہے۔ خوشی کے مارے اس کا دل بانسون اچھلتے لگا۔

۲۳۔ اسی طرح صفات بھی بعض اوقات تمیز فعل کا کام دیتی ہیں جس کا بیان پہلے ہو چکا ہے جیسے انکی بھلی کمی۔ وہ شر خوب کتا ہے۔ میں نے بہت سمجھایا۔

۲۴۔ اسکے علاوہ ہندی، فارسی، عربی، کے چھوٹے چھوٹے فقرے جو دو دو تین تین الفاظ سے مل کر بنتے ہیں، تمیز فعل کا کام دیتے ہیں۔ جیسے کم سے کم، زیادہ سے زیادہ، ناممکن، حق الوسخ، بیٹھے بٹھائے، رفتہ رفتہ، جون کا تون، ہو ہو، وغیرہ وغیرہ۔

حروف ربط

حروف ربط میں سے حروف اضافت، حروف فاعل و مفعول کا ذکر مفصل اپنی اپنی جگہ پر کر دیا گیا ہے۔ نیز ہندی حروف کے ماضی و اصل سے بھی بحث ہو چکی ہے۔ اب یہاں بعض حروف ربط کا صرف استعمال بتایا جائے گا۔

حروف ربط (جاء) مفصلہ ذیل اسماء کے بعد آتے ہیں۔

- ۱۔ اسم کے بعد جیسے احمد سے کہو۔
- ۲۔ صفت کے بعد جب بطور اسم مستعمل ہو جیسے بد سے بچ نیک سے ملو۔
- ۳۔ ضمیر کے بعد اس سے کہو۔
- ۴۔ فعل کے بعد اس کے سننے میں فرق ہے۔
- ۵۔ تميز فعل کے بعد آہستہ سے کھل جاؤ۔

میں، طرف مکان کے ساتھ جیسے

- | | |
|------------------------------------|---------------------------------|
| عالم میں تجھے لاکھ سہی تو مگر کمان | وہ مجھے گلی میں ملا۔ |
| جودل میں ہے وہ زبان پر نہیں۔ | ح خالی جیم کے پیٹ میں ایک نقطہ۔ |
| مٹھ میں دانت نیپیٹ میں آنت۔ | مرد ہو تو میدان میں آؤ۔ |
| سریر ڈپٹی نہ پاؤں میں جوتا۔ | شیٹے میں پری اوڑھائی۔ |
| طرف زمان کے ساتھ جیسے | |

- | | |
|------------------------------|----------------------------------|
| آٹھ میں پانچ منٹ باقی ہیں | دیر میں آنے سے نہ آنا اچھا |
| میر کا مزاج اندنی رات میں ہے | سال میں ایک بار ہفتے میں چار بار |
| آن میں کچھ ہے آن میں کچھ ہے۔ | گھڑی میں تولہ گھڑی میں ماشہ |

حالت یا کیفیت، طور یا طریقہ کے لیے۔ جیسے

دو گھنٹے میں ہے۔ رنج میں یا خوشی میں ہے۔ وہ مارے خوشی کے آپے میں نہیں سامتا۔
 ہوش میں آؤ۔ اللہ کے نام میں برکت ہے۔ حرکت میں برکت تپیس دانتوں میں ایک زبان
 نام میں کیا دھرا ہے۔ بات میں بات پیدا کرتا ہے۔ فریب میں نہ گیا۔ اسکی زبان میں اثر ہے

ہاتھ میں شفا ہے۔ دل میں کھوٹ ہے۔

اگر نسبت کے لیے جیسے زمین بڑا۔ اپنی گلی میں کشا بھی سیر ہے۔

مقابلہ میں جیسے بھین اس میں نہیں آسمان کا فرق ہے۔ لاکھ میں ایک ہے

آدمی آدمی میں کیا فرق ہے۔

وزن کے لیے جیسے تول میں کلم سے۔ سیر ب ہزار چڑھتے ہیں۔

تعداد کے ساتھ جیسے دس آدمیوں میں تقسیم کرو۔ سو میں کم دین لاکھ میں کم دین

بیس میں کیسے گزرتا ہوگا۔ تیر دین۔ ہم بھی ہیں یا کچھ ہیں سواروں میں۔

متعلق فعل کسی دوسرے اہم سے مل کر، جیسے حقیقت میں آخر میں، باتوں باتوں

میں، ابھی میں، ہوشی میں، دیر۔

سے

کسی شے کی ابتدا یا ماخذ کو ظاہر کرتا ہے۔ کبھی ابتدا۔ باظ مکان جیسے

سر سے پاؤں تک۔ باچوٹی سے اچھی تک پسینہ۔ اس سر سے اس سر سے تک۔

زمین سے آسمان تک۔ کہاں سے کہاں تک۔

بہ لحاظ زمان جیسے

چھ بجے سے بیٹھا ہوں۔ صبح سے انتظار کر رہا ہوں۔ کل سے ہی عالم ہے۔ برسوں سے

اسی شخصے میں گرفتار ہوں۔ مدت سے، قدیم سے وغیرہ۔

بہ لحاظ تعداد کے

چھ سے سات تک

ماخذ یا اصل جیسے

وہ عالی خاندان سے ہے۔ یہ کمان سے آیا ہے۔ زمین سے نیا۔ عین کی آواز علی۔ زکینی۔
نسبت۔ یہ علاقہ۔ جیسے

مجھے کام سے کام ہے۔ اس سے مجھے کیا تعین۔ اسے بڑے سے نفرت ہے۔ انگلیوں سے
اندر کا لون سے ہر۔ دل سے دل کو رہ ہوتی ہے۔

مقابلہ جیسے

وہ اس سے کہیں بہتر ہے سخی سے سوم کھا۔

استعانت جیسے

تلوار سے فتح کیا۔ قلم سے لکھا۔ ڈنڈے سے خبری۔ شاہ صاحب کی نعمت سے اچھا ہو گیا۔
خواف

قول سے بات سے، وعدے سے پھر گیا۔ راستہ سے لوٹ گیا۔

علم کی یا جدائی جیسے

وہ نوکری سے الگ ہو گیا۔ کام سے گھبراتا ہے۔ شہر سے نکل گیا۔ کام سے جی چراتا ہے
دل سے اتر گیا۔

متعلق فعل میں (کسی دوسرے اسم سے مل کر) جیسے

خیر سے، شوق سے، دل سے وغیرہ۔

(ف) بعض جلوں میں سے اور کئے کے استعمال سے بین فرق پیدا ہو جاتا ہے، لہذا
اس موقع پر اس کا فرق بتا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً

کمرے کے باہر اور کمرے سے باہر

میں فرق ہے کمرے کے باہر کے معنی ہیں کمرے کے باہر کی طرف اور کمرے سے باہر یعنی کمرے

اندر نہونا۔ جیسے کمرے کے باہر بیٹھو۔ کمرے سے باہر جاؤ۔

اسی طرح، کس لیے اور کس کے لیے

میں فرق ہے۔ کس لیے کہنے میں کیون یا کس غرض سے، اور کس کے لیے یعنی کس شخص وغیرہ کے واسطے۔

تک

اتہا کے لیے بہ لحاظ مکان جیسے

شہر تک۔ سر سے پاؤں تک۔

بہ لحاظ زمان جیسے شام تک، مہینہ بھر یا سال بھر تک۔ چھ بجے تک۔

عام اشیا اور خیالات کے لحاظ سے جیسے مجھ تک۔ اس کا نام تک نہ لیا۔ خبر تک نہوی۔

سلام تک نہ لیا۔ اب یہاں تک نو بت پہنچ گئی ہے۔ خیال تک نہ آیا۔ گمان تک نہ تھا۔

ہم نے مانا کہ تعافل نہ کرو گے لیکن خاک ہو جائیں گے ہم کو خبر ہونے تک

پیر

اصل میں اوپر سے ہے۔ پیر کا مخفف پیر بھی دہل لکھنؤ زبر سے اور اہل دہلی زیر سے بولتے

ہیں) انھیں معنوں میں آتا ہے۔

پیر کسی شے کی اوپر کی سطح سے تعلق ظاہر کرتا ہے، خواہ متصل یا منفصل۔ اسکے بعد قوت

و دریاں کے معنوں میں بھی آتا ہے۔

بہ لحاظ مکان جیسے

خدا کا دیا سر پر۔ چھت پر۔ بنارس لنگا پر واقع ہے۔ دروازے پر کھڑا ہے۔

بہ لحاظ زمان جیسے

وقت پر کام آیا۔

انحصار جیسے

میری زندگی اسی پر ہے۔ ایک بھی پر کیا ہے، سب کا یہی حال ہے۔

خاطر کے معنوں میں جیسے

وہ نام پر مرتا ہے۔ روپیہ پر جان دیتا ہے۔

واسطے کے معنوں میں جیسے

کام پر گیا ہے۔ ہم پر گیا ہے۔

طرف کے لیے جیسے

اس کی باتوں پر نہ جانا۔ اس کی کسی کا خیال نہ گیا۔

تردہنی پہ شیخ ہماری نہ جانو داسن نچوڑ دین تو فرشتے وضو کر گئے

مکان کے لیے کتاب جیسے

گوہا تھیں خبش نشین آنکھوں میں تو دم رہنے دو ابھی سفر میں امر کے آگے مقابلہ کے لیے جیسے مرے آگے اسکی کیا جھقت ہے۔ لیے میرے سامنے۔

طرف

ایک مکان کے لیے آتا ہے جیسے شہر کی طرف گیا ہے۔ دوسرے جذبات و حالات

کے ظاہر کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً اس کا میلان مصوری کی طرف ہے۔ کسی

طرف سے بدگمان ہونا اچھا نہیں ہے۔ میری طرف سے اُسے بہت بیت پوچھت ہے۔

نزدیک

ایک تو قریب کے معنی ہیں جیسے بازار یہاں سے نزدیک ہے۔ دوسرے راس کے معنوں میں بھی آتا ہے جیسے میرے نزدیک یہ درست نہیں۔

ساتھ

ایک تو معیت کے عام معنوں میں ہے۔

دوسرے جب ضمیر کے ساتھ آتا ہے تو باوجود و باوصف کے معنی دیتا ہے۔ جیسے اگرچہ بوقت اس نے صاف جواب دیدیا، لیکن اسکے ساتھ آئندہ کا وعدہ بھی کیا۔

حروف عطف

۱۔ دو لفظوں یا جملوں کو ملانے کے لیے اور عام طور پر استعمال کیا جاتا ہے، لیکن اکثر حالیہ معطوفہ اسکی ضرورت کو رفع کرتا ہے اور وہ فصیح بھی ہوتا ہے مثلاً ”وہ کل ہی مجھے ملا اور گیا“ کہنے کے بجائے ”وہ کل ہی مجھے مل کر گیا“ کہنا زیادہ فصیح ہے۔

ایسے الفاظ میں جو جوڑا جوا مل کر آتے ہیں (خواہ معنوں میں تضاد ہو یا مترادف) اور یا کوئی اور حرف عطف داخل نہ کرنا ہی درست ہے بلکہ حرف عطف کا لانا خلل مخلوہ اور غیر فصیح ہوگا۔ جیسے

ہاتھ پاؤں میں سکت نہیں۔ کھیل کود میں رہتا ہے۔ دن رات یہی مشغلہ ہے۔
 بُرے بیلے میں تمیز نہیں۔ دکھ سکھ میں کام آنے والا۔ چلنے پھرنے سے معذور ہے۔
 کام کاج دوست دشمن اپنا سیرایا، آج کل، کھانا پینا، رونا بھینکنا، لنگڑا ہونا، سینا پر ہونا
 عین دین، سوچ سانچ کر سمجھا بچھا کر پھٹے پڑنے کپڑے، چھوٹے بڑے بچے دیوہ دیوہ، غار سی

میں بخلات اسکے ایسے مقامات پر عموماً حرف استعمال ہوتا ہے

ہندی کا اور اور۔ فارسی کا و وونون ایک ہی معنوں میں آتے ہیں۔ لیکن استعمال میں یہ فرق ہے کہ و صرف فارسی عربی الفاظ کے ساتھ آتا ہے۔ ہندی الفاظ کے ساتھ اس کا استعمال بخلات فصاحت خیال کیا جاتا ہے۔

(۲) بعض اوقات اور جن دو جملوں کو ملاتا ہے، اُن کے افعال سے دو کاموں کا۔ تقریباً ایک ساتھ واقع ہونا ظاہر کرتا ہے۔ جیسے تم آے اور وہ چلا۔ تم گئے اور آفت آئی۔ تم اُٹھے اور وہ بھاگا۔

(۱) ایسے جملوں میں ماضی مستقبل کے معنی دیتی ہے،

(ب) کبھی دیکھی کے معنی دیتا ہے۔ جیسے پھر تم ہو اور میں ہوں۔ اب تم جانو اور وہ جانے۔

(ج) کبھی لزوم کے لیے، یعنی ایسا تعلق ظاہر کرنے کے لیے جہین جدائی یا علیحدگی ممکن نہیں جیسے تیرا دامن ہے اور میرا ہاتھ۔ میں ہوں اور تیرا در۔ یہ نیلا آسمان ہے اور میں ہوں۔ بعض اوقات نیز جی اور کے معنوں میں آتا ہے۔ جیسے اس کا سارا سارا سامان نیز جائز اور منقولہ وغیرہ منقولہ اس کے حوالہ کر دی گئی۔

۳۔ علاوہ نہ، نہ، یا، یا... یا، خواہ، چاہے کے کہ بھی حرف تردید کا کام دیتا ہے جیسے، کوئی ہے کہ نہیں۔

کیا شکایت کوئی بھارتی کرے تم کو کیا ہے کوئی جیسے کہ مرے۔

یہ حرف کہ سنسکرت کی لفظ کینہوا یا کینہا بمعنی یا سے بنا ہے مرہٹی میں بھی کینہوا ہے، لیکن ہندی میں غل، اردو یا ہندی کے کہ مرہٹی مستعمل ہے گمان معنوں میں اکثر استفہامیہ جملوں میں آتا ہے۔

بعض اوقات حرف تردد محذوف بھی ہوتا ہے۔ جیسے ملو نہ ملو وہاں اس کی پرکشش نہیں
دیہان یا محذوف ہے)

۴۔ جو شرطیہ معنوں میں بھی کبھی آتا ہے۔ جیسے میں جو وہاں گیا، تو کیا دیکھتا ہوں کہ سیوش پڑا ہے۔
یہ عموماً بول چال اور نظم میں زیادہ تر استعمال ہوتا ہے۔

حروف عطف شرطیہ بعض اوقات محذوف بھی ہوتے ہیں۔ جیسے وہ نہیں ماننا تو میں
کیا کروں۔

جب اول معنی جس وقت جیسے، جب میں آؤں تو انھیں اطلاع کر دینا۔
دوسرے معنی اسی وقت جیسے یہ کام جب ہی ہو سکتا ہے کہ وہ بھی مدد دے۔
اس صورت میں جب کے ساتھ جی بھی آتا ہے اور جواب میں بجائے تو کے کہ
استعمال ہوتا ہے۔

تیسرے معنی تب جیسے لکھنے پڑھنے میں بڑی سخت محنت کرنی پڑتی ہے۔ جب
کچھ آتا ہے۔

جب اکثر تک سے مل کر آتا ہے اور شرطیہ معنی دیتا ہے جیسے جب تک میں نہ آؤں
تم وہاں سے نہ ہٹنا۔ یہ عموماً حرف نفی (نہ یا نہیں) کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔

بعض اوقات بغیر حرف نفی کے بھی استعمال ہوتا ہے اور اس وقت اسکے معنی جس وقت
تک کے ہوتے ہیں۔ جیسے جب تک میں یہاں ہوں، تمہیں کوئی اندیشہ نہیں۔

۵۔ تب یا تو شرطیہ جملوں میں شرط کے جواب میں آتے ہیں۔ اس لیے ان کو حرف
جزا کہتے ہیں۔ تب کا استعمال جزا کے لیے کم ہو گیا ہے۔

نہیں تو، ورنہ اور ورنہ۔ بھی شرطیہ معنوں میں آتا ہے۔ جیسے آتے ہو تو آؤ نہیں تو

میں جاتا ہوں وغیرہ۔

۶۔ گو، اگرچہ، مگر لیکن، بلکہ یہ استدراکی معنوں میں آتے ہیں اسکی تین حاشیوں ہوتی ہیں (۱) است

(۱) قول ماقبل کی مخالفت یا

(۲) اس میں تغیر بوجہ توسیع معانی یا

(۳) قول ماقبل کے محدود کرنے کے لیے۔

حروف مندرجہ بالا میں مگر، لیکن، پر اکثر گو اور اگرچہ کے جواب میں آتے ہیں۔ جیسے
 کہتے سب ہیں پر زبان سے کوئی نہیں نکالتا۔ اگرچہ تم ہر فن میں کمال رکھتے ہو لیکن قسمت کا لکھا کون
 مٹا سکتا ہے۔ اگرچہ وہ پشتینی امیر ہے، مگر مزاج فقیروں کا سا پایا ہے۔ گو وہ بظاہر خوش
 ہے لیکن دل کا مالک اشد ہے۔

چکورا اور شہباز سب اوج پر ہیں

مگر ایک ہم ہیں کہ بے بال و پر ہیں

کم نوکیا ہوتا بلکہ اور بڑھ گیا۔

دکے دیک دیک بجائے لیکن کے نظم میں استعمال ہوتے ہیں۔

پر کا مخفف پ (جسے اہل لکھنؤ پ بلفق اور اہل دہلی پ بالکسر لکھتے ہیں)

یوں چال کے فقروں اور نظم میں اکثر آتا ہے جیسے

سمجھ ہم کو آئی پہ نا وقت آئی

اگرچہ اور گو کے جواب میں تو بھی اور تاہم بھی استعمال ہوتے ہیں۔

سو بھی کبھی ان معنوں میں آتا ہے جیسے

ہم نے چاہا تھا کہ مرجا لیکن سو وہ بھی نہوا

۷۔ حروف عطف جو استثنا کے لیے آتے ہیں یہ ہیں۔ اَلّا، مگر اور بعض اوقات لیکن جیسے

سب آسے مگر احمد نہ آیا۔ سب نے حامی بھری الا اس بندے نے۔

۸۔ حرف علت جو علت یعنی سبب کے ظاہر کرنے کے لیے عموماً استعمال ہوتے ہیں یہ ہیں۔

کہ، کیونکہ، اس لیے کہ، اس واسطے کہ، تاکہ، لہذا۔ جیسے کوشش کیے جاؤ کہ اسی میں کامیابی کا راز ہے۔ محبت پیدا کرو کیونکہ کہ عالم اسی پہ قائم ہے۔ اُن سے ضرور ملو اس لیے کہ اُن سے ملنا باعث سعادت ہے۔ وہ خود گلیا، تاکہ سارا معاملہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔

اسی لیے اور لہذا چونکہ کے جواب میں آیا کرتے ہیں جیسے

چونکہ وہ ناراض ہیں لہذا میں بھی اُن سے نہیں ملتا۔

کبھی جو ہی علت کے لیے آتا ہے جیسے

فقیہ کے دل میں اُسکی کچھ ایسی ہی محبت ہے جو ایسے وقت میں بھی اُسی کا دم بھرتا ہے۔

۸۔ جیسا (جیسے) اور گویا بعض وقت عطف کا کام دینے اور صرحتِ تشبیہ یا مقابلہ کے لیے آتے ہیں جیسے

وہ لکڑی اس طرح رکھی تھی جیسے کوئی انسان کھڑا ہو۔ ہرگز ہوا اُسکو نہیں لگتی گویا فانوس بجلی

آسمان ہے (باغ و بہار)

۹۔ کہ حرفِ بیانہ ہے، اور ہمیشہ دو جملوں کے ملانے کے لیے آتا ہے۔ جیسے، میں

سمجھا کہ اب وہ نہ آئے گا۔

یہ حرف عموماً مقولہ کے بعد آتا ہے یا مقصد، ارادہ، امید، خواہش، رجحان، حکم، نصیحت یا مشورہ

ڈر، اجازت، کوشش، ضرورت یا فرض کے اظہار کے لیے استعمال ہوتا ہے جیسے

میرا ارادہ ہے کہ اب یہاں سے چل دوں۔

میں نے کہا کہ تمہارے بیان رہنے کی ضرورت نہیں۔

میں نے کہا کہ بہرہ ناز چاہیے غیر سے ہتی
ہنس کے ستم ظریف نے جھکواٹھا دیا کہ یوں

تم کو لازم ہے کہ اب وہاں نہ جاؤ۔ اُسے چاہیے کہ ایسا نہ کرے۔ اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ خانہ
نشین ہو جائے۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ آنے جائے۔ اگر اسکی یہ آرزو ہے کہ اس بارے میں کامل
تحقیق کرے تو کسی ماہر فن سے ملنا چاہیے۔ میری رائے یہ ہے کہ تم اب چل دو وغیرہ۔
کبھی ضمیر موصولہ کے بعد آنا ہے۔ جیسے، جو رائے کہ تم نے ظاہر کی وہ صحیح نہیں ہے۔
اسی طرح جب کے ساتھ بھی مل کر آتا ہے۔ جیسے، جبکہ وہ بیان نہیں ہے تو تعین ایسا
کرنا لازم نہیں۔

حروف تخصیص

حروف تخصیص یا حصہ میں ہی کا مفصل ذکر پہلے ہو چکا ہے تو کے متعلق البتہ
بیان کسی قدر بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

(۱) تاکید فعل جیسے سنو تو۔ کہو تو وغیرہ
(۲) تکمیل مقصد جیسے یہ کہہ کر وہ تو چلے گئے۔ سارا سامان مہیا کر کے وہ تو الگ
ہو گئے۔ یعنی جو کام ان کے ذمہ تھا اس کی تکمیل کر دی۔

(۳) خاص قسم کا زور ظاہر کرتا ہے۔ جیسے، جسے تم تلاش کرتے تھے وہ میں ہی
تو ہوں۔ جس کے سامنے ایک عالم سر جھکاتا ہے وہ یہی تو ہے۔
(۴) دہائی کے لیے۔ جیسے، دیکھو تو وہ کیسے کرتا ہے۔

ان معنوں میں اکثر سہی کے ساتھ مل کر آتا ہے۔ جیسے آئے تو سہی۔

یہ حروف تخصیص ہمیشہ اُن الفاظ کے متصل آتے ہیں جن کی تخصیص یا تاکید مضمود ہوتی ہے
سوائے ضمیر مکمل (مین) کے جبکہ اس کے ساتھ علامت فاعل آتے آئے۔ اس صورت میں آتے ان کے
درمیان واقع ہوتا ہے۔ جیسے، مین نے ہی کہا تھا۔ باقی حالتوں میں ہمیشہ متصل آتا ہے۔ جیسے
اس نے کہا تھا وغیرہ۔

تو بھی ہمیشہ اس لفظ کے ساتھ جس کی تخصیص کرتا ہے، مگر حجب علامات فاعل و مفعول
و اضافت یا حرف ربط آتے ہیں تو اُن کے بعد آتا ہے۔ جیسے، تم کو تو خبر تک نہ ہوئی۔ مین نے
تو پہلے ہی کہہ دیا تھا۔ اس کا تو کام ہی تمام ہو گیا۔

تو اور جی مل کر بھی آتے ہیں۔ جیسے، یہ مین ہی تو تھا۔ تم ہی تو تھے۔
ہو تو ہو مین پورے فقرے کے ساتھ تو خاص معنی رکھتا ہے۔ یہ اس وقت کہتے
ہیں جبکہ کسی امر کے متعلق آخری چارہ کار بتانا مقصود ہو۔ جیسے
موت ہی سے کچھ علاج در ذوقت ہو تو ہو
غسل میت ہی ہمارا غسل صحت ہو تو ہو۔

تکرار الفاظ

تکرار لفظی اردو زبان کی بڑی خصوصیات میں سے ہے اور اس لیے ہم نے یہ مناسب
نیال کیا کہ اس خصوصیت کا ذکر مختصر طور پر علیحدہ کیا جائے۔
اردو میں تمام اجزائے کلام (یعنی اسم صفت، ضمیر، فعل، تمیز فعل) سوائے حروف
ربط و عطف کے ایک ہی ساتھ مکرر استعمال ہو سکتے ہیں۔ الفاظ کے دہرانے سے ہر ایک کے
معنی پیدا ہوتے ہیں نیز تکرار، زور، تاکید یا سبائے کا اظہار ہوتا ہے۔

۱۔ اسم کی تکرار سے ہر ایک کے معنی پیدا ہوتے ہیں۔ مگر وہ سب پر شامل ہوتا ہے جیسے گھر گھر عید ہے۔ یعنی ہر گھر میں۔

کبھی یہ اصناف کے ساتھ آتا ہے، یعنی وہ اسم جس کی تکرار ہوتی ہے وہ مضاف و مانع ہوتا ہے۔ جیسے میرا روان رواں اس کو عادت رہا ہے۔ (یعنی ہر ایک روان) بعض وقت اصناف کے ساتھ بھی ہر ایک کے معنی میں آتا ہے مگر سب پر شامل نہیں ہوتا۔ مثلاً وہ برس کے برس آتا ہے یعنی ہر برس۔

۲۔ کبھی مختلف کے معنی نکلتے ہیں۔ جیسے ملک ملک کا جانور و مان جمع تھا دیسے مختلف ملکوں کے جانور)۔

۳۔ کبھی اسم کی تکرار سے زور مبالغہ یا تاکید نکلتی ہے۔ جیسے دل ہی دل میں کڑھتا رہا۔ سلی ہی سلی پکارتا رہا۔

(۱) یہ استعمال اکثر ہی کے ساتھ ہوتا ہے۔ بعض اوقات جب پہلا اسم جمع ہو تو بغیر ہی کے بھی آتا ہے جیسے ہاتھوں ہاتھ۔ راتوں رات۔

(ب) بعض اوقات پہلا اسم اصناف کے ساتھ آتا ہے یعنی دونوں کے بیچ میں اُٹھتا ہوتی ہے۔ جیسے اتنا چڑھا کر بیل کا بیل ہی رہا۔ یا جاہل کا جاہل ہی رہا۔ یا آدمی کیا ہی ہو کا دیو ہے۔ یا ڈھوکا ڈھوکا ہے۔

(ج) بعض اوقات اس قسم کی تکرار سے کل کے معنی ہوتے ہیں جیسے خاندان کا خاندان (یعنی کل خاندان) قوم کی قوم (منہر کا منہر) اس میں مبتلا ہے۔ آوے کا آواگرا ہوا ہے۔ ایک شعر کیا عذول کی غزل مرصع ہے۔

(د) کمزرت کے معنی بھی آتے ہیں۔ جیسے درختوں کے جھنڈ کے جھنڈ کھڑے تھے۔

دیوان کے دیوان پڑھ ڈالے۔ جنگل کے جنگل کاٹ ڈالے۔ خم کے خم پی گیا۔ ہر نون کی قطارین کی قطارین کھڑی تھیں۔

ف۔ یہاں یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جب تکرار الفاظ اضافت کے ساتھ کثرت کے معنوں میں آتا ہے تو کسے کا عمل اس پر نہیں ہوتا جیسا کہ دوسری حالت میں ہونا چاہیے یعنی قطاروں کی قطارین یا دیوانوں کے دیوان نہیں کہیں گے بلکہ دیوان اور قطارین اپنی اصلی حالت پر قائم رہیں گے اور کسے کا عمل اُن پر نہیں ہوگا۔

دکا، کبھی اس تکرار سے کام جاری رہنا پایا جاتا ہے جیسے شکر کے کنارے کنارے چلا جا۔

دو۔ بعض اوقات تکرار لفظی سے (اضافت کے ساتھ) تغلیل ظاہر ہوتی ہے۔ جیسے رات کی رات ملاقات رہی۔

سینے میں قلزم کو لے قطرے کا قطرہ رہا

بل بے سائی تری اُن رس سمندر کے چور

وہ بات کی بات میں بگڑ گیا (یعنی ذرا سی بات میں) وقت کے وقت یعنی فی الفور۔

ر۔ (کبھی ایک جگہ میں دو لفظوں کا تکرار ہوتا ہے اور اس سے ہر دو کی تثنویت

ظاہر ہوتی ہے۔ جیسے روپیہ کاروپیہ گیا اور عورت کی عورت (یعنی روپیہ اور عورت دونوں

گئے) وہ آدمی کا آدمی ہے اور بندہ کا بندہ۔ یعنی آدمی بھی ہے اور بندہ بھی۔

ح۔ مثل ہے کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی، یعنی دودھ الگ اور پانی

الگ۔ دلپورا انصاف) کھوٹے کھرے کی پوری پرکھ۔

ط۔ کبھی تکریمت کم پہلے اسم کے ساتھ آتا ہے اور اسکے معنی مبالغہ یا زیادہ،

یا جاری رہنے کے ہوتے ہیں جیسے دوڑا دوڑا گیا۔ مارا مارا پھرا۔

۴۔ صفات کی تکرار سے بھی یہی نئی پیدا ہوتے ہیں یعنی اسم کی طرح ہر ایک کے معنی دیتے ہیں۔ جیسے، شہر کے سب بڑے بڑے لوگ موجود تھے۔

چھوٹے چھوٹے ایک طرف ہو جائیں اور بڑے ایک طرف۔

(۲) بعض اوقات اختلاف (یعنی مختلف ہونا) ظاہر ہوتا ہے جس سے نئے کام

انوکھی انوکھی باتیں (مختلف قسم کی)

(۳) اظہار مبالغہ کے لیے جیسے، بیٹھی بیٹھی باتیں کھٹے کھٹے آم کالا کالا رنگ۔ سفید سفید

دانے۔ اُبلے اُبلے کپڑے۔

کبھی پہلی صفت کے ساتھ اصاف بھی آتی ہے۔ جیسے ننگے کاننگا، بھر کے کاچو کاوڑا۔

(۴) کبھی تغلیل کے لیے جیسے دال میں کچھ کالا کالا ہے۔ اس میں مجھے سفید سب

دکھائی دیتا ہے۔

۵۔ اسی طرح اعداد بھی تکرار آتے ہیں۔

(۱) ہر ایک کے معنی میں جیسے اٹھ چار چار روپیہ ملے۔

یہ استعمال حالیہ معطوف کر کے کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔ جیسے دودو کر کے گئے ایک ایک کر کے آئے

(ب) جب عدم مرکب ہو تو صرف آخری حصے کا تکرار ہوتا ہے جیسے ایک روپیہ آٹھ روپیہ

آنے والے۔

(ج) آٹھ روپیہ دیدو اور آٹھ روپیہ دیدو۔ ان دونوں میں فرق ہے

پہلے چلے کا مطلب ہے کہ کل روپیہ جو دیے کے ہیں آٹھ ہیں۔ دوسرے چلے کے یہی ہیں

کہ فی کس آٹھ روپیہ دو۔

اسی طرح چار چار پہنچا رہا ہے۔ یعنی ہر دفعہ جب وہ آتا ہے تو چار پہنچ رہا ہے۔ تین تین گھنٹے کے بعد کھاؤ یعنی ہر تین گھنٹے کے بعد۔ آٹھ آنے کے ٹکٹ لاؤ اور آٹھ آٹھ آنے کے ٹکٹ لاؤ۔ ان دو جہازوں کے معنوں میں بھی فرق ہے۔ پہلے کے یہ معنی ہیں کہ کل آٹھ آنے کے ٹکٹ لاؤ۔ دوسرے کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک ٹکٹ آٹھ آنے کا ہو۔

۶۔ ضمائر بہ تکرار آتی ہیں

(۲) ہر ایک معنوں میں۔ جیسے، وہ اپنے اپنے گھر سدھارے۔

(ب) مختلف کے معنوں میں۔ جیسے، جو جو جس کا طالب ہو حاضر ہو جاے۔ اس سے

کہا کیا نہ کہا اور میں نے لیا کیا نہ سنا۔

(ج) کوئی اور کچھ کی تکرار سے کسی یا تفصیل ظاہر ہوتی ہے۔ جیسے اب بھی کوئی کوئی مل جاتا ہے۔ کچھ کچھ درد باقی ہے۔ کبھی بچہ میں نہ عاقل ہوتا ہے۔ جیسے کوئی نہ کوئی مل ہی رہے گا۔ کچھ نہ کچھ ضرور کہتے رہتے ہیں۔

۷۔ افعال کی تکرار حالتیہ تک محدود ہے۔ اور اردو زبان کے محاورے میں اسکا استعمال بکثرت ہے۔

(۱) فعل کی تکرار محض۔ جیسے - یہ لکڑیاں بہہ رہی ہیں۔ وہ پوچھتے پوچھتے

بیان تک پہنچ گیا۔ کھیاں چھوڑ دیں۔ پھاڑ کر بیٹھتی ہیں۔

(۲) بعض افعال کی تکرار سے مبالغہ یا کثرت ظاہر ہوتی ہے۔ جیسے میں کہتے کہتے

تھک گیا۔ روتے روتے اسکی آنکھیں سوج گئیں۔ وہ رورور کرنا حال کہنے لگا۔ ہنسنے ہنسنے

پہٹ میں بل پڑ گئے۔ پانی پیتے پیتے پیٹ ابھر گیا۔

مرے آستان کے توڑے چار تنکے

مکان اڑ گئے آمدنیان آئے آئے

تن تن کے ٹٹھا تھا خدا خدا کر کے اب رستہ پڑ آیا ہے۔

(۲) کبھی فعل کی طول اور جاری رہے کوٹنا ہے جیسے اسی طرح جینے جلتے منزل مقصود

کو پہنچ گئے۔ آم پڑے پڑے سڑ گئے۔ سیکھتے سیکھتے آہی جاتا ہے۔ لکھتے لکھتے خطا چھا ہوئی جاتا ہے۔

(۴) کبھی مختلف کے معنی دیتا ہے جیسے وہ پتھر سے بدل بدل کر آتا ہے یا م بدل بدل

کر یا بھیس بدل بدل کر آتا ہے۔ شعر یا قفے سنا سنا کر خوش کرتا ہے کھانے کھلا کھلا کر ہلایا۔

(۵) بعض اوقات آہستہ آہستہ یا رفتہ رفتہ کے معنی ہوتے ہیں خاص کر سوتے سوتے

نوان معنوں میں بہت آتا ہے علامہ اسکے دوسرے افعال بھی ان معنوں میں آتے ہیں جیسے

نینول لگی داغ یاروں سے کسو

کر آتی ہے اردو زبان آتے سے

(۶) دیکھتے دیکھتے دفعہ یا بہت کم عرصے کے معنوں میں آتا ہے۔ جیسے وہ دیکھتے دیکھتے

بڑا آدمی ہو گیا۔ (یعنی ہمارے دیکھتے دیکھتے یعنی بہت کم عرصے میں یا یکایک)

(۷) کبھی تکرار سے یہ معنی پیدا ہوتے ہیں کہ ایک کام ہونے ہی کو تھا کہ دفعہ تک گیا۔ جیسے

وہ کہنے کہنے رک گیا وہ جاے جاتے رہ گیا۔

(۸) جب کسی کام کے اتنا میں کاوٹ ہو جاتی ہے تو بھی حالیہ کا کھرا آتا ہے جیسے

وہ پڑھتے پڑھتے سو گیا وہ قصہ سناتے سناتے یکبارگی چپ ہو گیا

اجل مرد ہی تو کمان آتے آتے

(۹) بعض اوقات پہلا فعل ٹکر ہوتا ہے اور دوسرا مختلف جیسے دیکھا دیکھی، روار دی

(۱۰) بعض اوقات فعل لازم اور اسی کے متعدی کے حالیہ محاورے میں مل کر آتے

ہیں جیسے خواہ خواہ بیٹھے بٹھاے مصیبت میں نہیں گئے مگر یہ سماعی ہے ہر فعل استعمال

اس طرح نہیں ہو سکتا۔

دونوں مل کر کبھی صفت کا کام بھی دیتے ہیں جیسے مثنوی سنائی ماتون پر نہ جاؤ۔

(۱۱) بعض اوقات لازم یا متعدی کا حالیہ دوسرے فعل لازم کے ساتھ آتا ہے اور

انکے درمیان تہ صرف نفی واقع ہوتا ہے۔ جیسے مارے نہ مرے۔ مٹائے نہ مٹے دیا بیٹے نہ مٹیں گے) اس سے بھی کلام میں زور پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے۔

(۱۲) کبھی زور اور تاکید کے لیے ماضی مثبت اور مثنوی کا بھی تکرار ہوتا ہے لیکن حرف

تہ پر جمع میں ضرور آتا ہے۔ جیسے گیا یہ گیا۔ نہوا پر نہوا۔

(۱۳) کبھی خاص طور پر متوجہ کرنے کے لیے امر کو تہ تکرار بولتے ہیں جیسے دیکھو دیکھو کیا

ہو رہا ہے۔ سلو سنو یا کوئی کار ہا ہے۔ اسی طرح ہٹو ہٹو، بچو بچو!

۸۔ تمیز فعل بھی زور اور تاکید کے اظہار کے لیے تہ تکرار آتا ہے جس کا ذکر پہلے ہی ہو چکا ہے

جیسے، جان جان، جون جون، روز روز، ہمیشہ ہمیشہ، ہوئے ہوئے، ہرگز ہرگز، کبھی کبھی، کمان کمان، کہیں کہیں۔ کبھی نفی کے ساتھ جیسے کہیں نہ کہیں، کبھی نہ کبھی۔

(۱۴) انھیں معنوں میں حرف اضافت کے ساتھ تہ تکرار آتا ہے۔ جیسے وہاں کا وہاں، دیکھا

اسی طرح یہاں کا یہاں یا جہاں کا جہاں۔ یہ سب تکرار تمیز فعل (مکان، مین خاص مذکر) سے آکرنے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔

یہاں یہ اور کھٹا چاہیے کہ حرف اضافت اس اسم کے مطابق ہوگا جس سے یہ

متعلق ہے۔ یعنی اگر موصوفے کے لیے ہے تو بیان کی یہاں ہوگا اور اگر مذکر کے لیے ہے تو

بیان کا یہاں

اسی طرح جیسے جیسے، کیسے کیسے وغیرہ بھی استعمال ہیں۔

۹۔ حروف ربط بھی اسی طور پر محاورے میں بہ تکرار آتے ہیں اور ان سے معنوں میں ایک خفیف سا تغیر پیدا ہو جاتا ہے۔ جیسے ادھر ادھر وہ تھے اور بچ بچ میں ہم۔ کبھی بچ زیادہ زور دینے کے لیے اوو عن دسٹا کے ظاہر کرنے کی خاطر پہلے کی جمع لاتے ہیں یعنی بچوں بچ۔ جیسے صمن کے بچوں بچ یا مالاب کے بچوں بچ اسی طرح۔ میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ وہ آگے آگے جا رہے تھے۔ وہ ان کے ساتھ ساتھ تھے۔

۲۔ نحو ترکیبی

جملوں کی ساخت کے باب میں

مفرد جملے

(جملے کے اجزاء)

اردو میں بھی دنیا کی اور زبانوں کی طرح جملے کے اصل عنصر دو ہیں۔ ایک مبتدا اور برا

خبر۔ ان میں

مبتدا وہ شخص یا شے ہے جس کا ذکر کیا جاتا ہے۔

خبر جو کچھ اُس شخص یا شے کی نسبت ذکر کیا جاے۔

اردو میں مبتدا مفصلہ ذیل اجزاء کا نام ہو سکتے ہیں۔

(۱) ایک اسم یا ضمیر حالت فاعلی میں۔

(۲) دو یا دو سے زائد اسم یا ضمیر حالت فاعلی میں۔

(۳) صفت یا اعداد حالت فاعلی میں۔

(۴) مصدر

(۵) کوئی فقرہ یا جملہ

مثالیں

(۱) احمد آیا۔ وہ گیا۔

(۲) شیر اور بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں۔ ہم تم مل کر جائیں گے۔

(۳) دو دو ہاں ہیں چار ہاں۔ کوئی شریف ایسی بات نہ کہے گا۔

(۴) مجھے جانا ہے۔ رونا اچھا نہیں۔

(۵) دہلی پہنچنا آسان نہیں۔

کامل جملہ جو کہ کے ساتھ بطور مبداء کے استعمال ہوتا ہے اسکا ذکر مرکب جملے کے بیان میں آئے گا۔
بعض اوقات اسم حالت ظرفی میں جو تک کے ساتھ آتا ہے مبتدا ہوتا ہے۔ جیسے تنکا تک
نہ رہا۔ گھر تک جل گیا۔

بعض اوقات مبتدا محذوف ہوتا ہے۔

(۱) جہاں قرینہ سے آسانی کے ساتھ متد معلوم ہو سکتا ہے، مثلاً خطاب یا استفہام میں

جیسے لیا، دیا، بن گیا۔

(۲) حید صورت فعل سے فاعل ظاہر ہو۔ جیسے تید ہوں، مظلوم ہوں، میرے حال پر

تم کرو۔ جا۔ اپنا کام کرو۔

(۳) ضرب الامثال اور اسی قسم کے دوسرے طرین میں احقصار کے خیال سے۔ جیسے

ناج نہ خانے آگن پیرٹھا۔

خبر مفصلہ دلی اجزلے کلام ہو سکتے ہیں۔

(۱) فعل جیسے 'مین کتنا ہون

(۲) اسم یا ضمیر۔ حالت فاعلی یا اضافی وغیرہ میں۔ جیسے اس کا نام احمد ہے۔ وہ ملک کا ہے۔ وہ چھٹ پر ہے۔ کھر کس کا ہے۔ یہ عرب و داب کسی میں نہیں۔

(۳) صفت۔ جیسے وہ شخص بڑا جبری اور زلیہ ہے۔

(۴) عدد۔ جیسے اس کا قد چھ فیٹ ہے۔

(۵) کوئی لفظ یا فقرہ جو بطور اسم استعمال کیا جائے۔ جیسے 'مین شاہ ایران کا بھیجا ہوا ہوں۔

فعل خبر بھی بعض اوقات محذوف ہوتا ہے۔ رہ جان جہان گیا لوگوں نے سزاؤں کھونٹا
ٹھایا، کسی نے مذہبی پیشوا سمجھ کر اور کسی نے محب وطن مان کر۔ ترے سر پر خاک۔

فعل ناقص جسے ربط سے بھی تعبیر کیا گیا ہے جو مبتدا اور خبر کے ملانے کے لیے آتا ہے کبھی
کبھی محذوف ہوتا ہے۔

(۶) مفرد بیان میں جان اسکا حذف آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے۔ جیسے اُسے نہ کسی
کے نفع سے غرض نہ ضرر سے کام۔ ترے سر پر خاک۔ ایک کا نام احمد دوسرے کا نام محمود۔

(۷) مقابلہ میں بھی اکثر محذوف ہوتا ہے جیسے ایسی بنی سنوری جیسے دولہن۔

(۸) منفی جہوں میں۔ جیسے اُسے خبر نہیں۔

(۹) ایسے جہوں میں فعل ناقص کا حذف صرف بظاہر ہے کیونکہ نہیں، جیسے پہلے

سیان چوچکا ہے، اور فعل ناقص کی قدیم صورت آہن سے مرکب ہے)

(۱۰) ضرب الامثال وغیرہ میں عموماً محذوف ہوتا ہے جیسے غریب کی جوروں کی بھابی۔

چوری کا گرہ میٹھا۔

(۱۱) ظلم میں بھی عموماً محذوف ہوتا ہے۔

رابطہ اگرچہ فعل ناقص ہوتا ہے اور خاص کر ہونا لیکس کبھی کبھی ہونا بطور فعل لازم بنی فعل صحیح بھی آتا ہے۔ جیسے خدا ہے یعنی ہے ناقص یا رابطہ نہیں ہے۔ تمام زبانوں میں ہی حال ہے، اور اس لیے اسکی ان دو صورتوں میں امتیاز ذکر نا ضروری ہے۔

جیسا کہ اردو زبانوں میں ہے اسی طرح اردو میں بھی مبتدا اور خبر کی توسیع مختلف الفاظ کے اضافہ سے ہوتی ہے۔ یہ الفاظ از روئے قواعد ان کے تعلقات ہوتے ہیں جس طرح ان کی توسیع ہوتی ہے اسی طرح الفاظ کے اضافہ سے بعض اوقات ان کے معنی محدود بھی ہو جاتے ہیں۔

مبتدا کی توسیع

۱۔ اسم سے یا ایسے اسم سے جو بطور بدل کے آتا ہے، ہوتی ہے مثلاً۔

(۱) ساون کا مہینہ آگیا۔ مولوی حمید الدین پروفیسر عربی میونسٹرل کالج تشریف لائے۔

(ب) مجھے کپڑوں کے دو جوڑے چاہئیں۔ یہ زبان کا روزمرہ ہے۔ اور اسے بھی بدل

مبادلہ نہ سمجھنا چاہیے۔

(ج) سب گھر والے کیا چھوٹے بڑے اس سے محبت کرتے ہیں۔ یہاں کیا محاورہ میں

توضیح و توسیع کے لیے استعمال ہوا ہے۔

(د) میں آپ کا ادنیٰ غلام ہر وقت آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہوں۔ یہاں میں کا

بدل ”آپ کا ادنیٰ غلام“ ہے۔

۲۔ مبتدا کی توسیع صفت سے بھی ہوتی ہے۔ اس صورت میں ہمیں صفت کی دونوں صورتیں

(جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے) یعنی توصیفی اور خبریہ میں امتیاز ذکر نا ضروری ہے۔

(۱) توصیفی صورت میں صفت اسم کے قبل آتی ہے اور دونوں مل کر ایک خیال قائم

کرتے ہیں جیسے یہ خوبصورت تصویر ملکہ کی ہے۔

(ب) صورتِ خبریہ میں صفتِ اسم کے بعد آتی ہے اور اسم سے الگ خیال کی جاتی ہے، گویا جملہ کی خبر ہے۔ جیسے یہ صیبت ٹل جات تو میں بے کھٹکے کام کروں۔

۳۔ متبدل کی توسیع ضمیر سے بھی جو بطور صفت کے مستعمل ہو جاتی ہے۔ جیسے یہ بچہ بڑا شریف ہے جو بات کی خدا کی قسم لا جواب کی۔

۴۔ اعداد سے۔ جیسے، دو سو آدمی آکھڑے ہوئے۔ اتنے بن دو نون بھالی آپہنچے۔

۵۔ اضافی حالت سے۔ جیسے اب میرے دل کا ارمان نکلا۔ در سے کے ساتھ (کے حاضر گئے گئے)۔

بعض اوقات مضاف الیہ محذوف بھی ہوتا ہے۔ جیسے مجھے بڑی فکر تھی کہ اتنی تھوڑی تخواہ میں بھاری گزر کیسے ہوتی ہوگی (یعنی اسکی بڑی فکر تھی)

۶۔ حالیہ سے۔ جیسے ایک اجڑا گاؤں۔ اڑتا ہوا پرندہ۔ مرا ہوا جانور

بعض اوقات اسکا استعمال بھی بطور خبر کے ہوتا ہے۔ جیسے، ترک پر ایک جانور سسکتا ہوا پڑا ہوا اسی طرح خبر کی توسیع بھی ہوتی ہے۔

۱۔ اسم، ضمیر یا کسی لفظ یا فقرے سے جو بطور اسم کے استعمال ہو۔

(۲۔ مفعول قریب سے، جیسے تم میری بات سنو۔ اس نے کچھ نہ کہا۔

بعض اوقات فقرہ یا جملہ بھی مفعول ہوتا ہے مثلاً حالیہ مفعولہ کے ساتھ۔ جیسے وہ مال اسباب لٹا دیکھ کر جان سلامت لے گیا۔ شہزادہ کو قریب آنے دیکھ کر استقبال کے لیے چلا۔ جس طرح متبدل کی توسیع ہوتی ہے اسی طرح مفعول کی بھی ہو سکتی ہے۔ مثلاً آپ میرے کپڑوں کو اٹھ نہ لگائیے۔ انکو گھر میں اکیلا نہ چھوڑیے)

(ب) مفعول بعید سے۔ جیسے، اس نے بیٹے کو پیغام کھلا بھیجا۔

دج ۱۴ اسم یا ضمیر کی کسی حالت سے جس سے خبر کی لحاظ وقت، مقام، طریقہ وغیرہ توسیع ہوتی

جیسے، اسکے دل سے سب کدورت رفع ہو گئی۔ اس نے یہودی کو مسجد میں آنے دیا۔ وہ درخت کی پھٹنگ تک چڑھ گیا۔

۲۔ خبر کی توسیع صفت سے بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے اس صراحی کا پانی ٹھنڈا کیجیے۔ برے کپڑے صاف کرو۔

جب خبر اسم ہوتی ہے تو اعداد سے توسیع ہو سکتی ہے۔ جیسے احمد کے چار اڑکے ہیں۔ یہ مکان ۶۱ فٹ اونچا ہے۔

۳۔ حالیہ معطوفہ سے۔

جیسے اس نے پریشان ہو کر گھر چھوڑ دیا۔

۴۔ حالیہ سے۔

جیسے اُسے شرمین رہتے ہوئے کئی سال گزرے۔ حادثہ سے ساتھ لیے ہوئے پہنچا۔ وہ کھیلتا کودتا گھر پہنچ گیا۔

۵۔ حرف ربط یا جار سے مع اسکے اسم کے۔

جیسے صوبہ کے سب اسکے پاس حاضر ہوئے۔

۶۔ تیز فعل سے۔

جیسے وہ بہت ناراض ہوا۔ وہ سچ سچ چلتا ہے۔ مین نے جلدی جلدی لکھ دیا۔

مطابقت

مطابقت تین قسم کی ہے۔

۱۔ صفت کی (جو توصیفی ہو) اسم سے۔

۲۔ صفت کی وجہ خبر ہو۔ اسم سے۔

۳۔ جیسے کے خبر کی (خواہ فعل ہو یا صفت) مبتدا سے۔

۱۔ صفت توصیفی کی مطابقت موصوف سے پہلے بیان ہو چکی ہے سو اس صفت کے جن کے
آخر میں آتا ہے اور جن میں تبدیلی واقع ہوتی ہے (مگر مثنوی میں صرف ایک ہی صورت
ہوتی ہے) باقی تمام صفات سرجات میں ویسی ہی ہوتی ہیں اور ان میں ہر قسم کی تبدیلی نہیں
ہوتی اور صفت موصوف کے مطابق ہوتی ہے۔ اور صرف اضافہ کی تذکرہ تائید و وصحت
جمع عموماً مضاف کے مطابق۔ لیکن جب ایک صفت کئی مختلف اجنس اس کی طرف کرے یا
ان کے ساتھ اضافہ آئے تو مطابقت میں اختلاف ہوتا ہے۔

(۱) صفت یا مضاف جنس میں قریب کے اسم سے مطابق ہوتی ہے۔ جیسے

اُسکی ہوا اور بیٹے۔ تمھارا رام اور ننگ و نا موس۔ مجھے اُسکی چھپوری باتوں اور کاموں سے
کچھ غرض نہیں۔

(۲) یا بعض اوقات اگرچہ قریب ترکا اسم نونٹ ہوتا ہے مگر چونکہ مذکر کی شان بڑی سمجھی
جاتی ہے اس لیے مطابقت مذکر سے ہوتی ہے۔ جیسے اُسکے بی بی بیچے آگے۔ مگر یہ استعمال کم ہے

(۳) لیکن صفت جب اسم کے ساتھ بطور ضم کے آئے، بشرطیکہ اسم کے ساتھ علامت مفعول
موجود ہو، تو اسم بالحاظ جنس و تعدد واحد استعمال ہوگا۔ جیسے میں نے ان لوگوں کو بہت کالا
پایا۔ اگر کوئی نہ تو صفت جمع میں ہوتی جیسے میں نے یہاں کے آم میٹھے دیکھے۔ یہاں کے لوگ
کالے پائے۔

(۴) صفت جو تمیز فضل کے طور پر استعمال ہوتی ہے اس کا اثر فعل کی تذکرہ تائید نہیں
ہوتا جیسے تم نے اچھا کیا جو اُسے ڈنٹا۔ میں نے اُسے بہت خوش کیا۔ تم نے خوب کید۔ یہاں

یہاں خوب خوش اور اچھا کی تذکیر و تائید سے کچھ بحث نہیں ہے۔

۲۔ (۱) مگر ذیل کی مثال میں باوجود مفعول کے صفت موند ہے

تم نے مجھ تکمی کو کیوں دکھ دے رکھا ہے۔

لیکن یہاں تکمی مجھ کا بدل ہے اور بدل جملہ کی ترکیب سے متاثر نہیں ہو سکتا۔

اور یہی وجہ ہے کہ جملے کی باقی حالت میں فرق نہیں آیا اور فعل حسب معمول واحد ذکر ہے۔

(ب) ایسی حالت میں حالیہ ناتمام کی دونوں صورتیں جائز ہیں۔ جیسے

وہ گاؤں کو جلتا دیکھ کر بھاگ گیا۔ میں نے ہرن کو دوڑتے دیکھا۔

فرق یہ ہے کہ جب ایسی صورت میں حالیہ ناتمام بطور خبر کے آئے گا تو اسے کے ساتھ

استعمال ہوگا اور جب صفت تو آئے گا کے ساتھ۔

جب اسم حالت فاعلی میں ہوگا تو صفت خبریہ یا حالیہ اسم کے ساتھ جنس و تعداد میں مطابقت

ہوگا۔

جیسے، وہ ہانپتے، کانپتے میرے پاس پہنچے۔ اپنا دل میلانہ کرو۔ اپنی پوشاک سیلی نہ کرو۔

۳۔ فعل خبریہ صفت یا اسم حتی الامکان جنس و تعداد وغیرہ میں فاعل کے مطابق ہونا چاہیے

جیسے سب دولت ڈھونڈتے ہیں۔ میرے پاس لکھنے پڑھنے کا سامان نہیں ہے تحصیل علم سے

انسان مخلوق میں ہر دلعزیز ہو جاتا ہے۔

(۱) جب مبتدا کسی فعل کا جملہ یا جزو جملہ ہوتا ہے تو خبر ہمیشہ واحد ہوتی ہے۔ جیسے

میں نے بھی محبت کرو۔ اچھا قول ہے مگر عمل دشوار ہے۔ اُسے دیکھ کر میری زبان سے بے اختیار

کل طویل احمق نکل جاتا ہے۔

(۲) جب مبتدا تعظیمی ضمیر تعظیمی جمع یا تعظیمی لفظ ہو اگرچہ مقصود اس سے (فرد واحد ہے)

توخر اور نین نیز تمام تو صنفی تکلف جمع ہی ہونگے۔ جیسے آپ کب تک قیام فرمائیں گے بی مولیٰ
ہیں جن کا میں نے ذکر کیا تھا۔ ہمارے پیروم شدہ بیان نین ہیں۔

(۳) جب فاعل ضمیر جمع ہو اور مذکر جمعیت دونوں کی طرف راجع ہو، تو خبر مذکر ہوگی جیسے
زینب نے اپنے شوہر سے کہا کہ اب ہم بیان نین ٹھہر سکتے۔

(صرف میں بیان ہو چکا ہے کہ جمع مکمل کی حالت میں بھی مونث کے فعل مذکر ہی استعمال ہوتا ہے)

(۴) جب مبتدا دو یا دو سے زائد اسماء یا ضمائر مختلف الجنس پر مشتمل ہو تو خبر عموماً سب سے
قرب کے اسم سے مطابقت ہوگی۔

جیسے آدمی کے دوکان، دو سٹکھین اور ایک منڈ ہے اگر سب کے سب واحد اور ایک جنس کے
ہیں تو خبر جنس کی تابع ہوگی جیسے اس سے کم ہمتی اور بزدلی پیدا ہوتی ہے۔ ایسی باتوں سے
رعب و وقار جاتا رہتا ہے۔

لیکن اگر ان میں سے کوئی ایک یا ایک سے زیادہ جمع ہیں تو خبر جمع ہونی چاہیے ایسی
حالت جمع خبر کے متصل ہونی چاہیے جیسے اسکے ہوش و حواس جاتے رہے۔

(۵) لیکن جب دو اسم ہوں اور آخر میں لفظ دونوں یا دونوں کے دونوں آئیں تو فعل
جمع آئے گا جیسے مان اور لچہ دونوں مر گئے۔ یا دونوں کے دونوں مر گئے۔

مگر جب دو یا دو سے زائد اسماء فاعل یا مبتدا ہوں اور آخر میں سب آئے تو فعل جنس
تعدا میں آخر اسم کے مطابق ہوگا جیسے اس کا مال و اسباب جاگیر، مکانات سب یک گئے۔
اس کا مال و اسباب گھر بار سب یک گیا۔

مگر جب سب کا تکرار حرف اضافت کے ساتھ ہوگا تو سب کا سب واحد سے سب
جمع مذکر اور سب کی سب مونث واحد و جمع کے لیے ہوگا۔

سکن جب سب پر آذین آئے گا تو فصل ہر حالت میں واحد ہو گیا۔ جیسے ہال و اسباب
حائز مضافات سب کچھ یکساں

سب ویسے بھی بظہر واحد سے متعلق ہوتا ہے جیسے یہ عرب ان کا تصور ہے۔

آخر میں جب کوئی یا کچھ ہر تو بھی فصل واحد قرار دے گا جیسے باپ بیٹا جو رو بھائی بہن کوئی
کوئی ساتھ نہ جاے گا۔ ماضی و اسباب باغ و باغیر کیجئے نہ ہا۔

۱۶۔ اسی طرح کے باب اور الفاظ خبر کے قبل مفضل آ جاتے ہیں تو فصل اس لفظ کی جنس کے

محافظت کرتا ہے۔ جیسے ہارمیٹ گالی گڈ ج اسکی علامت ہو گئی ہے۔ یہ آلات اور کتا بن میرا
ساری پونجی سب۔ یہ الفاظ و حقیقت جزو خبر ہوتے ہیں اور عموماً ترکیب اضافی کے ساتھ آتے
ہیں یاد رہے کہ یہ صورت انفعال یا ناسم کے ساتھ ہوتی ہے۔

۱۷۔ اسباب۔ مثلاً دو دو۔ مثلاً یہی خاصہ پر مشتمل ہر جن کی رعیت الگ الگ ہو یعنی کوئی

مشکلم ہو کوئی غنی طب اور کوئی غائب ترغیر بھی ہوگی۔

جیسے ہم تم وہن گئے تھے۔ وہ اور ہن۔ رہت بھول گئے۔ میں اور تم وہان میں کر چلے گئے

میں اور وہ ساتھ ساتھ آئے۔

۱۸۔ ایسی صورت میں جہاں تک ممکن ہو ضمیر سے آخر میں لینی چاہیے

۱۹۔ جب مبتدا اس کے جمع ہو تو خبر واحد ہوئی۔ حجاج جیسا ہی ہے وغیرہ

۲۰۔ مکتوبوں، انباء، زبان اور سوا ان کے نام کو جمع ہون مگر یہ اشارہ واحد کے متعلق

ہوتے ہیں جیسے تعزیرات میں چھپائی کتاب چھپ گئی ہے اس لیے فعل مؤنث آیا۔ اسی

طرح حکومت ہند مفتی دارہ شائع ہو چکا ہے۔ چونکہ اخبار مذکور ہے اس لیے فعل مذکر آیا۔

۲۱۔ فعال، ناقص، مبتدا اور خبر دونوں اعم ہوں تو فعل متباد کے مطابق ہونا چاہیے

اگرچہ بعض اساتذہ نے اس کے خلاف بھی کیا ہے لیکن وہ قابل تقلید نہیں۔ جیسے

ظلمت عصیان سے سرسب بن گیا تب روزِ حشر
بیانِ روزِ حشر شبِ بنگئی کنا صحیح نہوگا۔ اگرچہ، سی اُستاد نے دوسری جگہ فرمایا ہے

تغ خمیدہ یار کی لوبے کا پل ہوا

مگر اس کی تقلید درست نہیں ہے۔ قاعدہ یہی ہے کہ فعل متدا کے مطابق ہوگا۔

(۱۱) بعض اوقات دو واحد اہم ہم جنس یا مختلف جنس بلا حزن عطف مل کر جمع کی حالت

پیدا کرتے ہیں، تو ایسی حالت میں فعل جمع مذکر آئے گا۔ جیسے

میان بیوی ہنسی خوشی بسر کرتے ہیں۔ اب تو دن رات چین سے گزر رہے ہیں۔ گھوڑا

گھوڑی کلیلین کر رہے ہیں۔ باپ بیٹا جا رہے ہیں۔

(۱۲) بعض صورتوں میں جب دو لفظ مع حزن عطف یا بلا حزن عطف مل کر آتے ہیں

تو عموماً تذکیر و تانیث لفظ آخر کے لحاظ سے قرار دی جاتی ہے۔ جیسے

گھوڑا گاڑی بک گئی۔ تمھارے کھانے میں نمک مچ زیادہ ہوتا ہے۔ قلم دوات رکھی

ہے۔ دوات قلم رکھا ہے۔

لیکن نشوونما اور آب و گل مذکر اور مونٹ دو نوں طرح مستعین ہیں۔ جیسے

حاکماری نے اُسی نِوشنی پانی تھی بقیہ آدمِ خاکی کا جسدِ آب و گل پیدا ہوا

شرافت تھی جو آب و گل میں اس کی

چشمِ پر آب سے ہے نشوونما ساون کی (وزیر)

خطِ گوروے یار پر نشوونما ہوتا نہیں (ناسخ)

یل و نثار (زمانہ کے معنوں میں) واحد اور جمع دونوں طرح مستعمل ہے۔

اگر یہی لیل و نہار ہے۔ یا اگر یہی لیل و نہار ہیں۔ مگر واحد کو ترجیح ہے۔
دن رات، روز و شب جمع استعمال ہوتے ہیں۔

(۱۳۱) ایک صورت خاص رشتہ داروں کے ساتھ مخصوص ہے یعنی رشتہ کے دو اسم بلا حرف عطف آتے ہیں۔ ہوتے دونوں واحد ہیں، مگر چونکہ دو کے ملنے سے جمع کی صورت پیدا ہوتی ہے دوسرا لفظ باوجود واحد ہونے کے جمع کی صورت میں آتا ہے اور فعل کو بھی اسکی مطابقت لازم ہوتی ہے۔ گو یہ دونوں مل کر ایک لفظ ہیں جس کی جمع بنائی گئی ہے۔ جیسے مامون بھائی لڑ پڑے۔ چچا بھتیجے بیٹھے باتن کر رہے ہیں۔ یہ باب بیٹے ذرا سی بات یراڑ بیٹھے ہیں۔ مدت ہوئی باب بیٹوں کا انتقال ہو گیا۔

جب آخر میں دونوں کا لفظ آتا ہے تو واحد یا جمع دونوں صورتیں جائز ہیں۔ جیسے مدت ہوئی باب بیٹا دونوں مر گئے یا باب بیٹے دونوں مر گئے۔

ایک وقت یہ ہے کہ جمع کی حالت میں بھی یون ہی بولتے ہیں اور اس لیے واحد اور جمع میں تیز کرنا دشوار ہوتا ہے۔ مثلاً جب ہم کہتے ہیں کہ ”چچا جیسے بیٹھے حقہ پی رہے ہیں“ تو اگر ایک بھتیجا ہے تو بھی یون ہی کہیں گے اور اگر ایک سے زیادہ ہیں تو بھی یونہی۔ مگر عام طور پر واحد ہی مقصود ہوتا ہے۔

ہماری رائے میں جب مراد جمع ہو تو حرف عطف اور لانا چاہیے۔ مثلاً جب کہیں ”چچا بھتیجے بیٹھے حقہ پی رہے تھے“ تو اس سے مراد واحد ہو۔ لیکن جب شخص کے ساتھ کسی بھتیجوں کا جتنا نام مقصود ہو تو یون کہنا چاہیے کہ ”چچا اور بھتیجے بیٹھے حقہ پی رہے ہیں“ یہ فرق نادرک ہے مگر ضرورت کو پورا کر سکتا ہے۔

(۱۳۲) جب خبر مصدر ہو تو اگر متبدا مذکر ہے تو مصدر کا لفظ یا اسے معروف کے بدل جاتا ہے

اور اگر مبتدا نہ کرے تو الف قائم رہتا ہے۔ مثلاً خیر لکھنؤ ہر حالت میں مصدر کو کسی ہی صورت میں رکھتے ہیں۔ اگرچہ اساتذہ لکھنؤ اسکے پابند نہیں۔ جیسے

جانا زلف کف میں لینی
ہے سانپ کے منہ میں اٹلی دینی (نسیم لکھنوی)
سر شک دیدہ ہے ترستہ دھوڑالوں کا عصیان کو
نہیں چشموں سے اسے دل آویز ترس پانی ہے (امانت)
خواب میں وہ آنے کا کیوں نہ اب کرے وعدہ
بچے کب جدائی میں محکوم نیند آتی ہے (ناسخ)
اب تو میرے حال پر لطف و کرم فرمائیے
موج کی ہوئی جو مٹی پر درخشاں دو چاروں (صبا)

(۱۵) بعض عربی اسامندی مصادر کے ساتھ اس طرح مل کر آتے ہیں کہ وہ بالکل افکار پر جاتے ہیں لہذا ان اسما کو فعل کی تذکیر و تانیث میں مطلق دخل نہیں ہوتا۔ نفل مبتدا کے مطابق ہوگا اور اگر خبر (یا مفعول) موجود ہے تو خبر (یا مفعول) کے مطابق ہوگا۔ جیسے

یہ قرار پایا۔ یہ بات قرار پائی۔ یہ امر قرار پایا۔

میں نے یہ امر تجویز کیا۔ میں نے یہ بات تجویز کی۔ میں نے یہ عرض کیا۔ میں نے یہ بات عرض کی۔ یہ امر طے پایا۔ یہ بات طے پائی۔ یہ طے پایا۔

ان مثالوں میں تجویز، قرار، طے کو فعل کی تذکیر و تانیث میں کوئی دخل نہیں۔

اسی طرح یاد کرنا ایسا مصدر ہے جو تقریباً دو کا سا مہک گیا ہے۔ اور اس کا استعمال بھی سنہدی مصادر کی طرح ہوتا ہے۔ میں نے بُست یاد کیا، ہم نے اُنکو یاد کیا۔ میں نے سبق یاد کیا،

اس نے کہانی یاد کی۔ یہاں یاد کا فعل کی تذکرہ تائید پر کچھ اثر نہیں۔

لیکن تدبیر کرنا، تاثیر کرنا، تاخیر کرنا، فریاد کرنا، صبر کرنا، تعمیل کرنا، شور مچانا، ہدایت کرنا، سزا دینا وغیرہ مصادر میں جزو اول الگ لفظ ہے اور اسی کے لحاظ سے فعل کی تذکرہ تائید آتی ہے۔
۱۶۔ جس طرح افعال ناقصہ میں فعل متبدل کے مطابق ہوتا ہے، اسی طرح افعال قلوب میں بھی فعل متبدل کے مطابق ہوتا ہے۔ اسکے مفعول یا خبر کو فعل کی تذکرہ تائید میں کچھ دخل نہیں۔ میں اس عورت کو ہجر سمجھا۔ میں نے اُسے بیوقوف خیال کیا۔

۱۷۔ کبھی متبدل کو زمین ہوتا قرینہ سے معلوم ہو جاتا ہے لہذا خبر اس لحاظ سے تعداد و جنس میں مطابق ہوتی ہے۔ جیسے اب تو آرام سے گزرتی ہے۔ (یعنی زندگی کب آئے؟)
(یعنی آپ)



مرکب جملے

(۱) جملہ ہائے مطلق

جب دو یا دو سے زیادہ جملے، اس طرح مل کر آئیں کہ نحوی لحاظ سے جدا گانہ اور برابر کی حیثیت رکھتے ہوں اور ایک دوسرے کے تابع نہ ہوں تو وہ جملہ ہائے مطلق کہلائیں گے؛ لیکن اگر ان میں سے ایک دوسرے کے تابع ہو تو اسے جملہ تابع کہیں گے۔

اردو میں جملہ ہائے مطلق کی تقسیم مفصلہ ذیل ہو سکتی ہے۔

جملہ جمع، جملہ تردید، جملہ استدراکیہ، جملہ معللہ۔

جملہ جمع

دو مطلق جملوں کے ملائے کے لیے عموماً حرف عطف جمع اور آتا ہے۔ جیسے من آیا اور وہ چلا گیا۔ سوچ صحیح کو نکلتا اور شام کو غروب ہو جاتا ہے۔

بعض اوقات پھر بھی یہ معنی دیتا ہے۔ جیسے پہلے تو وہ اسباب جمع کرتا رہا، پھر یکا یک چل دیا۔

جملہ تردید

یہ جملہ جمع کی ضد ہے یعنی اس میں حرف عطف تردید دو جملوں کو معنائاً جدا کرتا ہے۔ اسکے لیے عموماً حرف یا استعمال ہوتا ہے۔ جیسے: اُسے گھر میں بھیج دیا یا پھر نکال دو۔

کبھی کہ ان دونوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے: تم نے کچھ بھی سیکھا ہے کہ نہیں۔ وہ گیا کہ نہیں۔

کبھی نہیں تو اور ورنہ بھی حروف تردید کا کام دیتے ہیں۔ جیسے حاکم کو ہر دو ہونا چاہئے۔

ورنہ عایا تباہ ہو جائے گی۔ اُسے جلدی چھوڑ دو تو نہیں بہت اُدھم مچائے گا۔

لغض اوقات خواہ... خواہ اور چاہے... چاہے بھی حروف تزدید کا کام دیتے ہیں۔ جیسے

چاہے، ہے چاہے جائے۔ خواہ خود آجائیں۔ خواہ مجھے بلا لیں۔

نہ... نہ بھی تزدید کے لیے آتا ہے۔ جیسے، نہ خود گیا نہ مجھے جانے دیا۔

پہلے چلے میں عموماً نہ محذوف ہوتا ہے۔ جیسے، خود گیا نہ مجھے جانے دیا۔ وہاں آقا قاضی

نہ لڑکر۔

جملہ استدراکیہ

جملہ مطلق استدراکیہ میں دو بیانات کا باہم مقابلہ ہوتا ہے۔ یہ جملے تین قسم کے ہوتے ہیں،

(۱) دوسرا بیان پہلے بیان کے مخالف یا اس سے خارج ہو؛

(۲) دوسرا بیان پہلے بیان کو صرف تنقید یا محدود کرتا ہو۔

(۳) یا پہلے بیان کی توسیع یا ترقی ہو

ان کے لیے عموماً حروف لیکن، مگر، پر، سو، بلکہ استعمال ہوتے ہیں۔ مثالیں اُسی ترتیب سے دی گئی ہیں جس ترتیب سے تقسیم کی گئی ہے۔

(۱) چکورا اور شہباز سب اوج پر ہیں مگر ایک ہم ہیں کہ بے بال و پر ہیں

وہ تمھارے لیے سب کچھ کرنے کو تیار ہے، مگر تم چاہو کہ روپیہ ہاتھ آئے تو اس سے ہاتھ دھو رکھیے

(۲) وہ وعدے تو بہت کرتا ہے، لیکن یاد نہیں رکھتا۔

وہ ساتھی تو ہے پر مصیبت کا ساتھی نہیں؟ دوست ہے لیکن وقت پر کام نہیں آتا۔

(۳) خوشامد سے ایک نیا ہستی نہیں ملتی، بلکہ خدا بھی ہیں سے ملتا ہے۔ یہ ایک کیا بلکہ ایسے

سوہون تو مار بٹلاؤں۔

اس نے صرف طوطا جیسی ہی نہیں بلکہ طرح طرح کی تکلفین بھی پہنچائیں۔
 ان مثالوں سے مگر، لیکن دہرا اور بلکہ کے استعمال میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے اور
 قابلِ لحاظ ہے، کیونکہ ان کے استعمال میں اکثر غلطی ہو جاتی ہے۔
 پڑنے کی بجائے پہ بھی استعمال ہوتا ہے کبھی سو بھی ان معنوں میں آتا ہے مگر بہت کم جیسے
 ہم نے چاہا تھا کہ مر جائیں سو وہ بھی انہو
 بعض اوقات آور بھی محاورے میں مگر کے معنی دے جاتا ہے۔ جیسے، ایسا فاضل اور باطل
 نکمّا۔ اتنا بڑا کمال اور یوں مارا مارا پھر ہے۔
 بعض اوقات مگر اور لیکن گہ اور اگرچہ کے بعد آتے ہیں۔ جیسے اگرچہ وہ بہت بڑا اور عمدہ
 لیکن دل کا چھوٹا ہے۔

جملہ معلّمہ

جملہ معلّمہ کے ایک جز میں دوسرے جز کی علت وجہ یا نتیجہ سبب یا اثر کا ذکر ہوتا ہے جو جملہ
 کہ علت یا سبب کو ظاہر کرتا ہے وہ عموماً کیونکہ اس لیے کہ، اس واسطے کہ سے شروع ہوتا ہے
 جیسے میں اُنکا ساتھ دون کا کیونکہ (اس لیے کہ یا اس واسطے کہ) مصیبت کے وقت انھوں نے
 میرا ساتھ دیا تھا۔

جو جملہ نتیجہ یا اثر کو ظاہر کرتا ہے اس کے شروع میں اس لیے پس یا عربی کا لہذا آتا ہے
 جیسے اس نے میرا کہنا نہیں مانا اس لیے (لہذا) میں اس سے قطع تعلق کرتا ہوں۔

سہ پر سنکرت کے تیران سے بنا ہے اور پجیر کا مخفف ہے۔ اہل لکھنؤ بالصح پتہ نولتے اور لکھتے ہیں۔ لیکن صحیح
 پہ ہی معلوم ہوتا ہے، کیونکہ سرج بھاشا میں لکسری آتا ہے۔

ایسے مرکب جملے میں جزو اول کے ساتھ عموماً چونکہ استعمال ہوتا ہے جیسے چونکہ وہ بہت فشریر اور نابل ہے اس لیے میں اسے سچ نہیں لگاتا۔
 کبھی پس بھی ان معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے چونکہ اس نے بلا حارثت ایسا کام کیا ہے پس دیا لہذا، اُسے سزا بھگتنی چاہیے۔

(ب) جملہ ہائے تابع

تابع جملوں کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ اسمیہ

۲۔ وصفیہ

۳۔ تمیزی

اصل جملہ کو جملہ خاص اور اسکے ماتحت جملے کو جملہ تابع کہیں گے۔

جملہ اسمیہ

جملہ اسمیہ سے مراد یہاں وہ جملہ اسمیہ نہیں ہے جو عربی نحو میں مستعمل ہے اور جسے قواعد نویسوں نے غلطی سے اردو فارسی نحو میں لے لیا ہے۔ عربی میں جملہ اسمیہ سے مقصود وہ جملہ ہے جو دو اسموں سے مل کر بنے، جیسے رجلٌ عا لہم لیکن اردو میں دو اسم کے ملنے سے جملہ نہیں بنتا اس لیے اس قسم کا جملہ ہماری بحث سے خارج ہے۔

ہماری مراد جملہ اسمیہ سے ایسا جملہ ہے جو بجائے خود ایک اسم کا کام دے اور جملے کی ترقیب میں بجائے ایک اسم کے ہو جسے، میرا ایمان ہے کہ خدا ایک ہے۔ یہاں خدا ایک ہے بجائے ایک اسم کے کہ یعنی ہم کہہ سکتے ہیں کہ توحید میرا ایمان ہے۔

جملہ اسمیہ دو قسم کا ہوتا ہے

ایک وہ جو اصل جملے کے فعل سے متعلق رکھتا ہو یا جو متبدا کا بدل ہو۔ دوسرا وہ جو اصل جملے کے فعل کو یا خبر کے کسی تابع کو خود و درکے یا اُس پر اثر ڈالے۔

تمام اسمیہ جملوں کی ابتدا حرفتہ سے ہوتی ہے۔ جیسے، اس نے کہا کہ میں بیمار ہوں کون نہیں جانتا کہ میرا نام احمد ہے۔ وہ ان وہ چل پھیل گئی کہ بیان سے باہر ہے (بیان جملہ) تابع جملہ خاص کے متبدا سے متعلق ہے یہ صاف ظاہر ہے کہ وہ اس کا کام نہیں ہے (یہاں جملہ تابع مبتدا یہ کا بدل ہے)

بعض اوقات کہ محذوف بھی ہوتا ہے۔ جیسے میں نے کہا جاؤ اپنا کام کرو۔

جب خاص جملے میں الفاظ مناسبے، لازم ہے، چاہیے وغیرہ آئیں اور فرض مناسب ہونا وغیرہ ظاہر کریں تو جملہ تابع میں مضارع آئے گا۔ جیسے، مناسب ہے کہ آپ خود چلے جائیں۔ لازم تو یہ ہے کہ وہ خود آکر معافی مانگے۔ انکو چاہیے کہ ابھی پیچیدہ ہیں وغیرہ۔

جملہ اسمیہ جس کا تعلق خبر سے ہوتا ہے وہ یا تو جملے کے فعل کا یا حال یا خبر کا مفعول واقع ہوتا ہے۔ جیسے اس نے کہا کہ تم گھبراؤ نہیں۔ وہ گلی گلی کہتا پھرتا تھا لاگ لگی لے لگی۔ کبھی کبھی اور خاص کر چھوٹے چھوٹے فقروں اور مقولوں کے قبل کہ محذوف ہو جاتا ہے میں نے کہا جاؤ اب نہ آنا۔ اس نے کہا دوست یہاں آؤ۔

کبھی جملہ تابع خاص جملے سے قبل بھی آ جاتا ہے۔ جیسے چلو مدینے چلو مدینے، ہر طرف سے یہی صدا آرہی تھی۔

کبھی جو بھی کہہ کی جگہ استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً تم اپنے باؤ اسے کیوں نہیں کہتے جو تمہیں

بھجوا دیں۔

کبھی کہ جملہ خاص کی فعل کی وجہ مقصد کے انظار کے لیے آتا ہے۔ جیسے میں تمہیں
اس لیے پہلے سے بھیجتا ہوں کہ تم اُن سے مل سکو۔ ایسے موقع پر کہ تاکہ کے معنوں میں آتا ہے۔
انہما مقصد کے لیے عموماً کہ اس لیے اور کہوں کے ساتھ آتا ہے جیسے وہ اس لڑکے سے محبت کرتا ہے
اس لیے کہ وہ اس کا اکلوتا بیٹا ہے وہاں جاتے ہوئے ڈرتا ہوں کیونکہ وہ میرا دشمن بانی ہے۔
بعض اوقات منفی فقرہ ایسا ہونے کے ساتھ انہما غرض کے لیے آتا ہے۔ جیسے اُن سے
زیادہ باتیں نہ کرو، ایسا ہو کہ وہ خطا ہو یا کم۔

جب جملہ اسمیہ کسی نتیجہ کو نہ کہتا ہے تو اگر
(۱) توقع، تمنا یا دعا کا انہما ہوتا ہے تو فعل مضارع آتا ہے۔

جیسے ایسی تقریر کرو کہ ہزاروں کا چندہ ہو جاوے۔ خدا کرے کہ وہ کامیاب ہو جاوے۔
میں نہیں چاہتا کہ وہ یہاں آئے۔

(۲) ناممکن یا محال کا انہما ہوتا ہے تو زمانہ حال کے لیے مضارع اور زمانہ گزشتہ کے لیے
ماضی غریبیہ (یا ماضی) آتی ہے۔

جیسے اس کی کیا طاقت ہے جو ایسا کرے۔ اس کی کیا طاقت تھی جو ایسا کرتا

جملہ وصفیہ

جملہ وصفیہ وہ جملہ ہے جو صفت کا کام دے اور خاص جملے کے کسی لفظ یا فقرہ کی
تعریف کرے۔ جیسے اس نے انہیں اردو کون کے نام پر کرائے ہوئے کتاب میں دلچسپی دینی ہے۔
جو کے بعد کا جملہ کتاب میں دلچسپی نام کی تعریف کرتا ہے۔

تمام وصفیہ جملے ضمائر موصولہ یا ضمائر اشارہ کے ساتھ آتے ہیں۔

جیسے وہ کام جو آپ سے ہونا سکا، میں کیسے کر سکتا ہوں۔

بب تاکیدیازور یا اسقصد و ہوتا ہے تو اس اسم کو جسکی تعریف جملہ وصفیہ کرتا ہے بہ تکرار استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے جو کام آپ نہیں کرنا چاہتے تھے سفردہی کام آپ کو کرنا پڑا۔

وصفیہ محمول کے ساتھ عموماً ضمیر موصولہ یا اشارہ آتی ہے اور اس کے ہوبین و دوسرے جملہ میں ایک ضمیر آتی ہے جیسا کہ اوپر کی مثالوں سے ظاہر ہے لیکن بعض اوقات اور خاص کر نظم میں دوسری ضمیر محذون ہو جاتی ہے۔ جیسے جو بھیر زلزلہ ہے کہ جانو۔

بعض اوقات جملہ وصفیہ و ربطہ خاص دونوں میں سے اسم محذون ہوتا ہے جبکہ کسی شخص سے مراد ہو یا اشارہ ایسی جانب ہو جو محذوف ہے۔

بیت دل اُسی سے ملتا ہے جو سکے تہل ہوتا ہے۔ اس نصیب سے وہی بجات دے گا جو سب کا مقرب ہے۔

بعض اوقات ضمیر موصولہ جملہ پہ۔ محذوف ہوتا ہے جیسے ورا سو مرا۔ ہو سو ہو غم کرو گے سو چھا ہی کرے گے۔

ایسا عموماً اس پتال کے نثرین اور نظم میں ہوتا ہے۔

بعض اوقات اس حالت میں جہاں تعلق صاف ظاہر ہے دونوں ضمیرین محذون ہو جاتی ہیں۔ جیسے اچھا کیا نفس مارا۔

بعض اوقات ضمیر موصولہ یا اشارہ کی جگہ ضمیر استعہامیہ آتی ہے۔ جیسے کوئی ہے جو اپنا پسینے کاٹ کر اس غریب کا پیٹ بھرتا ہے۔

جب اظہار واقعہ صاف طور پر ہوتا ہے تو افعال محض آتے ہیں جیسا کہ پہر کی مثالوں سے ظاہر ہے۔ مگر دوسری حالتوں میں مضارع یا افعال احتمالیہ وغیرہ کا استعمال لیا جاتا ہے

(۱) مثلاً جب علہ وصفیہ کسی فعل کے مقصد غرض یا نتیجہ کو سر کرے جیسے یہ درجہ سا

مضبوط نہیں ہے جو وہ آسانی سے اس پر چڑھ جائے۔ یہ شریف نہیں ہے جو میں اُسے منہ لگاؤں۔
(۲) جہاں تعداد کیفیت و کمیت کی تصنیف نہ ہو اور خاص افراد مقصود نہ ہوں۔ جیسے، وہ کتاب جس میں
اس مضمون کی پوری تشریح ہو۔ ایسا پانی جمیں، رام کو غلاطت نہ ہو۔ ایسی تدبیر کرو جو سب کو مار سکے۔
ایسا واعظ بلاؤ جو سب کو تڑپا دے۔

بعض اوقات ایسے جہاں میں گویا کہ با صرف گو یا ضمیر کی جگہ آتا ہے۔ جیسے وہ ایسا مصلح
نظر آتا ہے گویا رات بھر کا جاگتا ہے۔

کبھی ایسے کی جگہ، کیسی آتا ہے جیسے کسی ٹینگ ماری کہ سب کے سب حیران ہو گئے۔
کبھی حلقہ تاج میں بھی اُسی قد ضمیر میں ہوتی ہیں جتنی جملہ خاص میں۔ جیسے جو جسے پسند آئے
وہ ویسا ہی کرے

کبھی حاکم بجائے سم و ضمیر کے اتھال ہوتا ہے۔ جیسے مبارک ہے وہ شہر جہاں سے تم آئے۔
کبھی کہ بجائے جو کے جملہ و صفیہ کے ساتھ آتا ہے۔ جیسے ایسی چیز تو میرے پاس ایک بھی
نہیں کہ آپ پسند فرمائیں۔ یہ ایسا ہی ہیں ہے کہ میں سپر اعلاؤں کو سکون۔

جملہ ضمیر یہ

جملہ ضمیر یہ در حقیقت تمیز یا متعلق فعل کی صورت عمدہ ہے۔ یہ جملہ خاص کی خبر کی لحاظ
وقت و مقام یا علت کے تعلق کرتا ہے یا کسی دوسری تیز کی۔

جملہ ضمیر یہ زمانہ

وقت کے لیے جو تیزی جلتے آتے ہیں اُن کی اندامیں ہو یا جب آتے ہیں اور اُنکے جواب میں
توڑا کبھی تب یا کبھی اُن کے ساتھ حروف جار سے ملک و غیرہ میں کرتے ہیں۔
جیسے یہ ہیں، یہ زمانہ تیز ہے یا بیک میں چون تم اپنی جگہ سے نہ ہٹنا۔

کبھی بعض دوسرے اسم مثلاً وقت، دم، ون وغیرہ جو وقت کو ظاہر کرتے ہیں ان ضامیوں کے ساتھ جملہ تالیف میں آتے ہیں اور ان کا جواب جملہ خاص میں ہوتا ہے۔ جیسے جس وقت وہ پہنچا اُس وقت میں مورہ تھا۔

کبھی کبھی جملہ تمیزی زمانی کے ساتھ آتا ہے۔ جیسے وہ بہت اُداس بیٹھا تھا کہ یہ خوش خبری کبھی تو بھی ان معنوں میں آتا ہے۔ جیسے سب کے سب سوچ میں بیٹھے تھے کہ اس نے کیا کیا۔
دیہان جو کہ مے کہ اتنے میں کے ہیں

کہ جب کے ساتھ مل کر بھی آتا ہے۔ جیسے، جبکہ تم نیک کام کا ارادہ رکھتے ہو تو اس طرح کے کام۔

بعض اوقات تمیز زمانی محذوف ہوتی ہے جیسے سب سے چھینا جانا شروع کیا تو وہ بھاگ گیا۔

جملہ تمیزیہ مکانی

جملہ تمیزیہ مکانی جہاں اور جدھر کے ساتھ آتا ہے جیسے جہاں وہ جاتا ہے وہیں تم جاتے ہو، جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی نوسے۔

کبھی جوابی وہاں یا قُدھر محذوف بھی ہوتے ہیں جیسے، جہاں سنگ سائمن چل دو

جملہ تمیزیہ طوریہ

جملہ تمیزیہ طوریہ وہ ہے جو طور و طبع کو ظاہر کرے۔ اس کے ساتھ جو نہیں یا جیسے آتا ہے

جیسے، جو نہیں وہ دروازے سے نکلا تھا کہ میں پہنچا۔ میں جو نہیں کے جواب میں وہیں استعمال ہوتا تھا مگر آج کل نہیں آتا۔ اُسی ہی سبب سے ہوتی ہے تو کہ یا تو ملے تے ہیں اور جیسے کے جواب میں ویسے جیسے آپ مجھ مہربانی فرماتے ہیں ویسے میری نظر کرم رکھیے گا۔

انہی ویسے محذوف ہوتا ہے۔ جیسے آپ کہیں میں کرسے کو تیار ہوں۔ ویسے بنے نہیں

ساتھ لینے آؤ۔

بعض اوقات جوں جوں ور جیسے جیسے بھی استعمال ہوتے ہیں۔ اور اس کے جواب میں
وون وون تو شاد و ناز اور دیر سے اسے ہنس کھاتے ہیں۔ جیسے

مرض بھٹ گیا جوں جوں دو، گی

جسے جسے وہ خط پڑھتا جا رہا اس کا رنگ نہ ہوتا بنا ہوتا تھا

ان جملوں میں انفصال کا استعمال

جوں جوں اور جیسے جیسے دے لے نیز جوں جوں میں ہمیشہ افغانی ماضی ناتمام کی کوئی نہ
کوئی صورت استعمال ہوتی ہے جوں جوں میں سمجھنا نہ آئے وہ کہتا تھا۔ جیسے جیسے وہ قہر
آتا گیا میں دور ہوتا گیا وغیرہ وغیرہ۔

جب جیسے اور ایسے محض تشبیہ استعمال ہوتے ہیں اور تشبیہ خیالی اور فرضی ہو تو فعل مضارع
استعمال ہوگا۔ جیسے ام حرف نو ایسا لکھا ہے جیسے انگوٹھی میں گلیں نہ ہوں۔ وہ اس طرح دفعہ اسپر
اگر جیسے؟ میں سے نکلی گری۔

لیکن تشبیہ جتنی ہو تو فعل نمرہ ستارے جیسے بکباب میں تھم رہے تھے۔ جیسے سادوں میں
سبھہ برستا ہے۔ یہ استعمال زیادہ تر لڑکے لڑکیوں کی مرنی باہر زبان پر نکھر ہوتا ہے)

جملہ تیزی معللہ

جملہ تیزی معللہ جملہ تیزی کی حالت یا جملہ کوئی ہرگز ہے۔ اس کی ابتداء عموماً ہوتی ہے
ہوتی ہے جبکہ معنی چومکھ ہوتے ہیں اور اسکا جواب تو یہ ہوتا ہے۔ جیسے ہم جو اس تکلیف اور
مصیبت میں ہیں تو ہماری کوئی بات نہیں ہو رہی۔

بعض اوقات جملہ تیزی معللہ شرط کو بھی مٹا کر لیا ہے۔ جملہ خاص شرطیہ اور جملہ تابع خبر کا کما لٹا ہے۔ جملہ شرطیہ میں جو کہ اگر اور جزا میں آتا ہے جیسے جو حال یہ ہے تو فاعلی حافظ ہے۔ شرطیہ جملہ ن کے ساتھ فعل کے ہمعال میں احتیاط لازم ہے۔
شرط میں تین حالتیں پائی جاتی ہیں۔

۱۔ امکانی

۲۔ حقیقی

۳۔ غیر امکانی

۱۔ صورت امکانی۔ بعض اوقات ممکن ہے کہ شرط ذہن میں امکانی صورت رکھتی ہو لیکن قسم کے مطابق نہ ہو۔ ایسی حالت میں فعل مضارع یا افعال احتمالی استعمال کیے جائیں گے۔
لیکن جب علت یا نتیجہ یقینی ہو تو اس وقت جملہ خاص کا فعل خبریہ ہوگا۔ جیسے اگر وہ کل آگیا تو میں کیا کروں گا نہ مٹنا۔ اس ہی پاس رہے تو اچھ ہے۔

مگر نتیجہ امکانی صورت رکھتا ہے تو فعل مضارع یا کوئی فعل احتمالی استعمال ہوگا۔ جیسے میں سوچ لوں تو جواب دوں (یہاں شرط اور جزا دونوں میں فعل مضارع استعمال کیا گیا ہے) اگر آپ اس سے پیچھا چھڑانا ہی چاہتے ہیں تو ایک تدبیر عرض کروں۔

۲۔ جب صورت شرط واقعی ہے یعنی مستقل یا گزرتہ یا زمانہ محال میں جیسے کہ وقوع فعل کی صورت ہو، تب جملہ شرطیہ میں فعل مستقبل ہوگا یا کوئی اور فعل خبریہ لیکن جزا میں حسب حالات مذکورہ فعل مضارع یا احتمالی یا خبریہ آئے گا۔ جیسے

جو تم اُسے چھیڑو گے تو خدا ہو جائے گا۔ میں اگر اُسے مارنا ہوں تو وہ بھاگ جائے گا۔
جو تم ہی نہ آئے تو پھر کون آئے گا۔ تم نے نہیں کہا تو اور کس نے کہا۔

۳۔ تیسری صورت جبکہ شرط اور جزا دونوں خلاف واقعہ اور ناممکن الوقوع ہوں۔
 فقرہ شرطیہ میں ایسی شرط کا اظہار ہوتا ہے جو وقوع میں نہیں آئی مگر جزا میں نتیجہ واقع ہوتا
 شرط قاصر نہ رہتی۔ ایسی صورت میں عموماً فعل ماضی شرطیہ استعمال ہوتا ہے جیسے اگر میں اُن سے
 پوچھتا تو وہ مجھ سے کہہ دیتے۔ اگر وہ مر جاتا تو سارا پاپ کٹ جاتا۔

بعض اوقات ایسے موقع پر خبر میں ماضی بعید بھی استعمال ہوتی ہے۔ جیسے وہ چاہتا تو اسے کھتا
 کبھی کھایا ہوتا بھی استعمال کیا جاتا ہے جیسے وہ آ جاتا تو اچھا کھایا اچھا ہوتا۔
 بعض اوقات فقرہ شرطیہ میں بھی ماضی بعید آتی ہے جیسے اگر تم نے مجھ سے کہا ہوتا تو میں بھی
 ضرور مدد دیتا۔

حرف شرط عموماً محذوف بھی ہوتا ہے۔ جیسے وہ آئے تو میں چلون۔ وہ کہتا تو میں ضرور
 جاتا۔

اس موقع پر ”ہو تو ہو“ محاورے کا بھی خیال ہے۔ جیسے
 غسل میت ہی ہمارا غسل صحت ہو تو ہو

جو جملے نہیں تو یاد رہے کہ ساتھ آتے ہیں اُن میں پورا فقرہ شرطیہ محذوف ہوتا ہے۔
 مجھے اسکے حکم کی تعمیل ضرور ہے ورنہ خدا جانے وہ کیا کر بیٹھے۔ (یعنی اگر میں نے اس کے حکم
 کی تعمیل کی تو...) اگر آپ نے قبول کیا تو بہتر ورنہ مجھے اسکے پاس جانا پڑے گا (یعنی اگر
 آپ نے قبول نہ کیا تو...)۔

بعض اوقات جملہ تینز مکانی اور شرطیہ دونوں ہوتا ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ
 جملہ شرطیہ جب سے شروع ہوتا ہے اور جزا میں تو آتا ہے۔ جیسے جب وہی نہیں آتا تو
 میں کیوں جاؤں۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ شرطیہ جب جملہ میں محذوف ہوتا ہے اور صرف قوسے طائر ہوتا ہے کہ جملہ شرطیہ ہے۔ جیسے میں چلنے لگا تو وہ درو مجھے پٹنے لگے
 کبھی جزا میں تو بھی محذوف ہو جاتا ہے جیسے کیا ہوا اگر ہم نہ گئے۔
 جملہ شرطیہ استدراکیہ

جملہ استدراکیہ بھی ایک قسم کا شرطیہ جملہ ہوتا ہے اور افعال کے استعمال میں اس پر بھی وہی قواعد حاوی ہیں جو شرطیہ جملہ پر۔ جملہ تالیع کے ساتھ الفاظ تو بھی، پر، تا، ہم، لیکن اور لگاتے ہیں۔ جیسے اگرچہ یون تو وہ ہے وقوف ہے مگر اپنے مطلب میں بہت ہشیار ہے۔ اگرچہ وہ بہت متحمل ہے تاہم انسان ہے غصہ آہی جاتا ہے۔ اگرچہ میری اس سے اچھی ملاقات ہے تو بھی ایسی فراموش کرتے ہوئے تامل ہوتا ہے۔ گو اس وقت وہ نہ مانے مگر آخر ایک روز ماننا پڑے گا۔

بعض اوقات خواہ یا چاہے فقرہ شرطیہ میں بجائے حرف عطف شرط کے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے خواہ اس نے نیک نیتی ہی سے کیا ہو مگر کیا بہت بُرا۔ چاہے وہ کچھ ہی کے پر مجھے یقین نہیں آتا۔



جملے میں الفاظ کی ترکیب

۱۔ عموماً جملے کے تین حصے ہوتے ہیں۔

۱۔ مبتدا

۲۔ خبر

۳۔ فعل ربط

جیسے احمد ہوشیار ہے۔

لیکن متعدی افعال کی صورت میں اول مبتدا (یا فاعل) اس کے بعد مفعول اور اس کے بعد فعل خبر ہوتا ہے۔

۲۔ اردو میں یہ ترتیب اکثر قائم نہیں رہتی اور کبھی تاکید اور زور دینے کی خاطر کبھی تعجب، انسوس یا غشی کے لیے اور کبھی محض قافیہ کے خیال سے اس ترتیب میں تغیر و تبدل واقع ہوتا ہے۔ جیسے، ایسے ہوتے ہیں قوم کے سردار اور محسن۔ حیف ہے تجھ پر کون ہے جو تھیں نہیں جانتا؟ لعنت ہے ایسی حرکات پر۔ وغیرہ وغیرہ۔

۳۔ فعل متعدی کا مفعول اسکے بالکل متصل قبل آتا ہے جیسے میں نے اُسے بلایا۔ لیکن جب زور دینا مقصود ہوتا ہے تو مفعول جملے کے شروع میں آتا ہے۔ جیسے، اُس عیار سے میں کیونکر بٹھا سکوں گا۔

خود فعل جب شروع میں آتا ہے تو اس سے زور ظاہر ہوتا ہے۔ جیسے، ماروں کیا میں؟ جب مفعول دو ہوں تو مفعول قریب جو کچھ مایا کے متعلق ہوتا ہے فعل کے متصل آتا ہے جیسے میں تمہیں انجام دوں گا۔ لیکن جو الفاظ فعل کی غرض غایت کو ظاہر کرتے ہیں وہ ہمیشہ

فعل کے متصل آتے ہیں۔ جیسے میں تمہیں سمجھانے آیا ہوں لیکن جب زور مقصود ہوتا ہے تو یہ الفاظ فعل کے بعد آتے ہیں۔ جیسے یہ شخص اتنی دور سے آیا ہے تمھاری ہدایت کے لیے۔

۴۔ بعض اوقات بلا لحاظ زور و تاکید کے مفعول اول آ جاتا ہے۔ جیسے آدمی کو آدمی کھائے جاتا ہے۔ خصوصاً جب ہوتا ہے مشتق افعال آتے ہیں تو اکثر ایسا ہوتا ہے۔ جیسے نامح کو سودا ہوا ہے۔ یا جب حالت انتقالی ہوتی ہے جیسے گھر میں کوئی شخص نہیں۔ حامد کے پاس طوطا ہے۔ لیکن مفصلہ ذیل امثلہ میں مفعول زور دینے کی غرض سے اول آیا ہے۔

ان چیزوں کو تم کہاں لیے جاتے ہو؟

یہ کاغذ میرے کام کے نہیں۔

جو تم کہو گے وہی کروں گا۔

۵۔ جہاں دو چیزوں کا مقابلہ ہوتا ہے وہاں زور دینے کے لیے ایک لفظ جملے کے پہلے حصے کے شروع میں آتا ہے اور دوسرا لفظ دوسرے حصے کے شروع میں۔ جیسے کمائیں میانیاں پان اور لٹائیں میانیاں فہم۔ دکھ میرے لیے ہے اور شکم تمھارے لیے محنت میں کروں اور چین نہ کرے۔ ۶۔ فحاشیہ جلون میں بھی انھار نفرت تعجب افسوس وغیرہ کے لیے ترتیب بدل جاتی ہے اور الفاظ تعجب و افسوس وغیرہ جملے کے شروع میں آتے ہیں۔ جیسے لعنت ہے ایسے کام پر۔ افسوس تمھاری حالت پر۔

ایسے جلون میں فعل ربط عموماً محذوف ہوتا ہے۔

۷۔ لفظ نداء عموماً اول آتا ہے لیکن زور دینے کے لیے آخر میں بھی آ جاتا ہے۔ جیسے تونے ایسا کیا کیوں ظالم! تیرے ہی سزا ہے کج بخت!

۸۔ جب ضمائر شخصی ہر قسم ایک جگہ جمع ہو جائیں تو ترتیب حسب ذیل ہوگی۔

اول ضمیر متکلم دوم ضمیر مخاطب اور سوم غائب۔ جیسے ہم تم مل کے چلین گے یہیں
تھیں وہ ایک ہی سمجھتے ہیں۔

ضمیر موصولہ ہمیشہ اول آتی ہے۔ جیسے جو تم کو دہی کروں گا۔

۹۔ ہر قسم کی صفات ان اسامی سے قبل آئیں گے جن کی وہ صفت بیان کرتے ہیں لیکن جس وقت
وہ بعد میں آتے ہیں وہ عموماً خبر کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ یا زور دینے یا خصوصیت ظاہر کرنے
کی غرض سے۔ جیسے یہ بڑا غدار شہر ہے۔ اس اُجڑے گاؤں میں کیوں چلے گئے۔ وعدہ
پکا کر۔ وہ ہمیشہ کا دکھیا ہے۔ وہ کچھ مو بھی گئے ہیں مغرور۔

بعض اوقات زیادہ زور دینے کے لیے صفت کو اسم سے علحدہ کر کے جملے کے آخر میں لایا جاتا ہے
جیسے یہ جنگ ہے بڑی خوفناک اور خونریز۔ چلتے چلتے ایک پہاڑ ملا۔ ہرا بھرا اور بہت اونچا
۱۰۔ اردو بدل مبدل منہ بطور صفت موصوف کے ہوتے ہیں یعنی بدل اول آتا ہے مبدل
سے جسکی وہ ایک قسم کی صفت ہے۔ جیسے کلو چار آیا تھا۔ حاجی کا بیٹا غمگینا۔ کبھی اسکے
خلاف بھی ہوتا ہے۔ جیسے تمہارا بھائی احمد کہاں ہے؟

۱۱۔ ترکیب اضافی میں بعض اوقات ترتیب بدل جاتی ہے اور یہ فارسی کا اثر ہے۔ جیسے
یہ قلم آپ کا ہے۔ یہ کتاب میری ہے۔

بعض اوقات صفات الیہ اور مضان میں فصل پڑ جاتا ہے۔ جیسے یہاں تیرا کیا
کام ہے۔ تمہارا کیون نہ دم بھرون۔

لیکن یہ فصل وہیں تک جائز ہے کہ مطلب مبہم نہ ہو۔

۱۲۔ تمیز فعل یا (متعلقات فعل) خواہ الفاظ ہوں یا فقرے عموماً ان الفاظ کے قبل
آتے ہیں جن سے ان کا تعلق ہوتا ہے۔ بعض اوقات وہ فعل اور اسکے مفعول کے درمیان

آجاتے ہیں۔ عام طور پر یوں سمجھنا چاہیے کہ جون جون وہ ایسے الفاظ سے دور ہو جاتے جاتے ہیں
وہ ایسے ہی زور زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ یا انھیں الفاظ متعلقہ کے بعد یا افعال کے دوا جزا کے
درمیان لانے سے زور پیدا کیا جاتا ہے۔

جیسے، جلدی چلو۔ وہ شہر میں رہتا ہے۔ وہ مجھے ہر روز ستاتا ہے۔ اسکا مزاج
بڑھ چڑھا ہوتا ہے۔ یہ کہو تم آؤ گے کب۔ اب تمہیں چھوڑ کر جاؤں کہاں۔
لیکن جب تمیز کا تعلق کل جملے سے ہوتا ہے وہ جملہ کے اول آتی ہے۔ جیسے ذرا
وہ چھت پر سے گر پڑا۔

۱۳۔ یہی جو تمیز فعل کے طور پر استعمال ہوتا ہے اس کا استعمال اردو میں بہت کثرت سے ہے
اور اسم ضمیر صفت فعل کے ساتھ آتا ہے۔ جیسے گھڑی میں رہو۔ آپ ہی چلیں۔ خوب ہی
برسا۔ کسی طرح جاتا ہی نہیں۔ وہ سنتے ہی چل دیا۔

ہے کے بعد جب یہی آتا ہے تو اس کا تلفظ اس طرح ادا ہوتا ہے کہ گویا ۵ نہیں
ہے اور ہے کے بعد ایک سی اضافہ کر دی گئی ہے۔ یعنی تھی۔

جہاں فعل کے دو جز ہوتے ہیں وہاں یہ ان کے درمیان آتا ہے۔ میں تو کروں ہی گا۔ میں تو
تیار ہوں تو وہ کسی طرح چلتا ہی نہیں۔

یوں تو یہی اکثر اور ہمیشہ اصل فعل کے ساتھ مل کر آتا ہے لیکن کبھی بجائے اصل
فعل کے امرادی فعل کے ساتھ آ جاتا ہے۔ جیسے، آدمی کچھ کھو کر ہی سیکھتا ہے۔
لیکن فصیح اصل فعل کے ساتھ ہے

۱۴۔ فعل جب مفرد ہوتا ہے تو حرف نفی ہمیشہ اول آتا ہے۔ مگر مرکب ہونے کی حالت
میں فعل کے اول نیز ہر دو جز کے درمیان دونوں طرح جائز ہے۔ جیسے میں نہیں جاسکتا

میں جانیں سکتا۔ اُسے نہ جانے دو۔ اُسے جانے دو۔ اس کا حال کما نہیں جاتا۔ اس کا حال نہیں کما جاتا۔

مفرد فعل کے ساتھ بھی نہیں کبھی بعد میں آ جاتا ہے۔ جیسے مانتا نہیں۔ اٹھو مت
اسمیں کسی قدر تاکید پائی جاتی ہے۔

افعال مجہول میں بھی جب حرف نفی امرادی فعل کے متصل آتا ہے تو اسمیں بھی
نفی کی تاکید مقصود ہوتی ہے۔ جیسے، مجھے یہ الفاظ سُنئے نہیں جائے۔

مربک افعال کے اجزائیں زور اور تاکید کی غرض سے حرف حرف نفی سے فصل
نہیں ہوتا بلکہ دوسرے الفاظ سے بھی اسی غرض کے لیے فصل آتا ہے۔ جیسے، ہوں تو میں
ایسا ہی۔ وہ ہو تو ایسا ہی گیا ہے۔

۱۵۔ ہی کی طرح بھی انھیں الفاظ کے متصل آتا ہے جن پر زور دینا مقصود ہوتا ہے۔
جیسے میرا بھی ایک بھائی وہاں نوکر تھا (یہاں حرف بھائی کی ملازمت کا خصوصیت کے ساتھ
ذکر کرنا مقصود ہے) اس طرح میرا ایک بھائی نوکر بھی تھا۔ (یہاں حرف ملازمت پر بیکار
کے مقابلہ میں زور دینا مقصود ہے)

۱۶۔ تو بھی زور دینے کے لیے آتا ہے اور ہمیشہ اس لفظ کے بعد استعمال ہوتا ہے جس پر زور
دینا مقصود ہے۔ وہ تو ضرور آئے گا۔

مگر جب یہ لفظ شرط کے جواب میں آتا ہے تو وہاں حرف جزا کے لیے آتا ہے۔ اگر
یہ آج آجائے تو بہت اچھا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو جاؤں۔

۱۷۔ حروف عطف اور، کہ، یا، پر، لیکن، مگر، جو، اگر، اگرچہ جملے کے شروع میں
آتے ہیں۔ لیکن زور کے مقام پر زور دینے کے الفاظ ان سے اول ہو جاتے ہیں۔ جیسے

وہ شخص اگر آیا بھی تو میں اُسے منہ نہ لگاؤں گا۔ وہ اگر جو بڑا عالم فاضل ہے مگر تمیز چھوٹے نہیں گئی۔

۱۸۔ مرکب جملوں میں بھی ایسا ہوتا ہے کہ زور دینے کی غرض سے مابعد کا جملہ ماقبل ہو جاتا ہے۔ جیسے اُس کا دل بڑا ہی سخت ہو گا جس نے ایسی سزا اس غریب کو دی ہے شرط کا جملہ ہمیشہ خبر سے قبل آتا ہے۔ اس طرح وہ تمیزی چلے جو زمان و مکان یا حالت ظاہر کرتے ہیں جملہ خاص سے قبل آتے ہیں۔ لیکن اگر زور جملہ خاص پر ہے تو وہ اول آتا ہے۔ جیسے یہ تو ہم اُسی وقت سمجھ گئے تھے جب اس نے ایسی حرکت کی تھی۔ یہ کام اُسی حد تک کرنا چاہیے، جہاں تک ہمارے اختیار میں ہے۔

نظم میں جملے کی معمولی ترتیب قائم نہیں رہتی ضرورت شعری کسی ترتیب کے تابع نہیں۔



اُردو کی قابل دید کتابیں

۱	اکسیر ہدایت - امام ہزالی رحمۃ اللہ علیہ	۱	عجائب المخلوقات - علامہ ذکریا ملتانی
۲	شرح شہنوی مولانا روم (۶ دفتر)	۲	انجوان الصفا - ابن الجلدی
۳	مجمع البحرین - حکیم سید علی نقی	۳	آثار الصناوید - سر سید احمد خان
۴	کلید صنعت (روپیہ پیدا کرنے کے طریقے)	۴	نغم خانہ جاوید - دار سہی رام ایم اے
۵	حاجی بابا صفحانی - مرزا حیرت دہلوی	۵	زندگانی بے نظیر - پروفیسر شہناز
۶	زاہدہ - علامہ احسان اللہ عباسی	۶	اُردو کے معنی - میرزا غلام دہلوی
۷	مطلع العلوم و مجمع نفوس	۷	عود بندی - "
۸	ناشاد - حسرت بیاض	۸	جادوہ نشیخ - نواب حیدر علی خان رئیس راجپوت
۹	بستان حکمت - فقیر محمد خان گودا	۹	ایشیائی شاعری - سید امجد علی اشہری
۱۰	پیاری سیلی - مرزا محمد عباس ہوش	۱۰	بنات الغش - مولانا نذیر احمد دہلوی
۱۱	مادر آستین - منشی جو الاپ شاہ برنی	۱۱	توہبہ الضمیر - "
۱۲	بروگ - "	۱۲	مرآة العروس - "
۱۳	مرنائی - "	۱۳	انبار الاخبار - خواجہ شرف علی
۱۴	روہنی - "	۱۴	تاریخ جدولیہ - منشی خادم حسین اکبر آبادی
۱۵	ہنگامی وطن - "	۱۵	عقل و شعور - مولوی سید نظام الدین حسین
۱۶	سیر کسار - پڈت - تن ناتھ سرشار	۱۶	معدن تہذیب - مرزا حبیب حسین بی اے
۱۷	خدا کی توجہ - "	۱۷	اورنگ زیب - سٹر عبداللطیف بی اے
۱۸	کامنی - "	۱۸	افسانہ نامہ جہان - طاہرہ بیگم
۱۹	جام سرشار - "	۱۹	طلسمی قوس - منشی سجاد حسین اڈیرا دھچ
۲۰	جرمان نصیب - منشی مدنی بی -	۲۰	نئی توہلی - سید علی سجاد عظیم آبادی
۲۱	شباب لکھنؤ - "	۲۱	فسانہ عجائب - مرزا رجب علی بیگ سرور

رسالہ علم برقی ...	۱۲	کلیات میر ...	۱۲	مثنوی حور جان ...	۱۲	کلیات میر ...	۱۲
رسالہ علم طبیعات ...	۱۸	کلیات سودا ...	۱۸	مثنوی دفتر سحر ...	۱۸	کلیات سودا ...	۱۸
رسالہ علم نظام بدن ...	۱۸	کلیات ظفر ...	۱۸	مثنوی تراش شوق ...	۱۸	کلیات ظفر ...	۱۸
ترجمہ تاریخ فرشتہ ...	۱۸	کلیات انشا ...	۱۸	مثنوی قاسم و زہرہ ...	۱۸	کلیات انشا ...	۱۸
سیر المتقدین ...	۱۱	کلیات آتش ...	۱۸	مثنوی عالم خیال ...	۱۸	کلیات آتش ...	۱۸
سیر المتأخرین ...	۱۸	کلیات نظیر ...	۱۸	فنائہ لارنس دروختہ ...	۱۸	کلیات نظیر ...	۱۸
تاریخ مصر ...	۱۸	کلیات تسلیم ...	۱۲	فنائہ دوجہان ...	۱۸	کلیات تسلیم ...	۱۲
شہنشاہ نامہ ...	۱۸	کلیات مومن ...	۱۸	فنائہ سوزن عشق ...	۱۸	کلیات مومن ...	۱۸
تذکرہ و کلام سخن ...	۱۸	دیوان ناسخ ...	۱۸	فنائہ الدین دلی ...	۱۸	دیوان ناسخ ...	۱۸
الف لیلہ و نیازاد ...	۱۸	دیوان سبا ...	۱۸	روز المعبر کمال ...	۱۸	دیوان سبا ...	۱۸
سوانح عمری شیطان ...	۱۸	دیوان شفیقہ ...	۱۸	جام زہر ...	۱۸	دیوان شفیقہ ...	۱۸
علاج الغزایا ...	۱۸	دیوان وزیر ...	۱۲	سدا کمال ...	۱۸	دیوان وزیر ...	۱۲
شفاء الامراض ...	۱۸	دیوان مجسم ...	۱۸	طوسی بدلہ ...	۱۸	دیوان مجسم ...	۱۸
علاج بر محل ...	۱۸	دیوان اسیر ...	۱۸	لعبت فرنگ ...	۱۸	دیوان اسیر ...	۱۸
شیعہ شبتان ...	۱۸	دیوان انیم ...	۱۲	وگیز و نیدا ...	۱۸	دیوان انیم ...	۱۲
توان نعت کلاں ...	۱۸	دیوان امانت ...	۱۸	شہید حنا ...	۱۸	دیوان امانت ...	۱۸
گلدستہ تہذیب ...	۱۵	دیوان مصطفیٰ ...	۱۸	سینا ...	۱۵	دیوان مصطفیٰ ...	۱۸
گلدستہ اخلاق ...	۱۵	دیوان غائب ...	۱۸	فریب حسن ...	۱۵	دیوان غائب ...	۱۸
گلدستہ ادب ...	۱۸	گلزار داغ ...	۱۸	انجام نجیب ...	۱۸	گلزار داغ ...	۱۸
مراۃ الصدق ...	۱۸	دیوان رند ...	۱۸	تسخیر (وراما) ...	۱۸	دیوان رند ...	۱۸
عجائب خنت شکاری ...	۱۸	دیوان طلال ...	۱۸	رشد گلزار (رثانا) ...	۱۸	دیوان طلال ...	۱۸

المشترک فیہ الناطر باب یحییٰ فلا ورملز لکھنؤ

فلسفہ جذبات

(۱) اگر یہ سوال کیا جائے کہ انسان کے لیے سب سے ضروری اور مفید کون علم ہے تو بلاخوف و تردید جاسکتا ہے کہ معیت کامل کے حقے شعبہ جات عناصر میں اُن سب کے لیے ”علم النفس“ کی تحصیل لازمی ہے۔

(۲) دیباچہ اب تک جتنے کامیاب اشخاص گزرے ہیں خواہ وہ کسی فن، کسی پیشے، کسی صیغے سے تعلق رکھتے ہوں۔ اُنکی کامیابی کا اصلی سبب محض ”علم النفس“ کی علمی واقفیت پر منحصر ہے۔

(۳) اگر آپ کو یہ دریافت کرنا منظور ہو کہ رازہستی کے انکشاف میں سب سے زیادہ کس علم سے مدد ملتی ہے تو آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ ”علم النفس“ کو شمع راہ بنائے بغیر چارہ نہیں۔“

لیکن کس قدر افسوس کی بات ہے کہ اردو کیا منی، عربی اور فارسی میں بھی اس ضروری، مفید اور دلچسپ موضوع کے متعلق کوئی کتاب نہیں لکھی گئی جسکی وجہ سے ملک کے وہ کثیر التعداد حضرات جو اہل علم و مغربی سے واقف ہیں، اب تک کتنی بڑی نعمت سے محروم تھے؟

۔۔۔۔۔ (مقام شکر ہے) ۔۔۔۔۔

کہ ملک کے سرایہ ناز اور قابل فخر انشا پرداز مسٹر عبدالمجاہد، بی اے نے ”فلسفہ جذبات“ کے نام سے اسی بحث پر ایک بیش بہا کتاب تالیف فرمائی ہے جس کو تحسین ترقی اردو نے نہایت آب و تاب کے ساتھ شائع کیا ہے۔ حجم ۲۵۰ صفحات۔ قیمت مرن ۵۰/-

۔۔۔۔۔ ❖ ❖ ❖ ۔۔۔۔۔

نوٹ: یہ خاص پسند طبقے کے لیے تھوڑی سی جلدیں نہایت اعلیٰ درجے کے ایوری فیشن کاغذ پر

چھپوائی گئی ہیں جس کی قیمت پھر رکھی گئی ہے (معمول ڈاک بذمہ خسیداروں)

خریداری کی درخواستیں اس پتہ پر ارسال فرمائیں:

مہتمم دارالاشاعت انجمن ترقی اردو۔ فلاور ملز۔ لکھنؤ

محارباتِ صلیبی

یورپ کی مسیحی قوموں نے بیت المقدس کو مسلمان حکمرانوں کے تحت سے نکلانے کے لیے جس قد کشش کیس اُنکے تعمیل حالات صدوجہ و لچسپ سبق آموز۔ اور ہجرت انگیز ہیں۔ لیکن میسائی موخ جب کبھی ان لڑائیوں کے حالات لکھتے ہیں تو مسلمان فرمانرواؤں اور فوجوں کی ایسی ہیائمانہ و نفرت انگیز تصویریں کھینچ کر دکھاتے ہیں کہ متعصب سے متعصب مسلمان بھی اپنے نامور بھائیوں کی طرف سے بدگمان اور سزاوار ہو جائے لیکن صداقت کی فتح اور حقیقت کے انکشاف کا جب وقت آتا ہے تو خداوندِ خالق جل شانہ ایسے سامان پیدا کر دیتا ہے کہ انسان دنگ رہ جاتا ہے۔ مشہور عین ن کی رئیس بک سوسائٹی نے جگہ ہائے صلیبی کی ایک محل تاریخ شائع کی۔ حیرت ہوتی ہے کہ عیسائیوں اور خصوصاً مشنریوں اور پادریوں میں بھی ایسے انصاف پسند مصنف ہو سکتے ہیں جو مسلمان بادشاہوں کے اخلاقی حسن۔ شجاعت و سخاوت۔ عدل و انصاف و دواوری و حسن سلوک کا اعتراف کریں۔ اور غازیانِ اسلام کی بہادری، استقلال۔ خلوص اور انسانیت کو تسلیم کرنے پر مائل ہوں۔ لیکن اس کتاب کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوندِ ذوالجلال کی قدرت کیا کرشمہ سازیاں کرتی ہے۔ اسی بنا پر ملک کے مشہور دانشور داز مولوی مشوق حسین خان نقشبانی لے (علیگ) اسٹنٹ اڈیٹر جنرل محکمہ مال گذاری ملکیت تہفہ نے نہایت صحت و سلاست کے ساتھ اُس کا ترجمہ کیا ہے۔ قیمت کتاب مع نقشہ و شجرہ ۸

شیخِ فرانس

ملک الشعراء انگلستان شیخسیر کے جوڈرائے اب تک اردو میں ترجمہ ہوئے ہیں ان میں بہت کم ایسے ہیں جو اردو انشاپردازی کے معیار سے پسندیدہ قرار یائیں مگر منشی تفضل حسین صاحب ناٹھ نے ”ہنری دی فکھ“ کا ترجمہ اس خوبی سے کیا ہے کہ اکثر صحابِ دوق نے اُنکو مبارک باد دی۔ قیمت ۸

الاحسان

میں لفظ صوفی کی تحقیق تصوف کی تہ اور اسکی رتہ نشہ ترقی کا ذکر کیا گیا ہے اور انہیں تصوف کے تمام شعبوں اور اسلام کے طبق اور اسکی حقانیت اور اصول پر بحث کی گئی ہے۔ مولفہ مولوی احسان الدین علوی۔ قیمت ۸

منہج الناظر بک العیسیٰ۔ فلا در ملز۔ لکھنؤ